ھندوستان کے
مسلمان فاتح و تاجدار

ہندوستان کے مسلمان فاتح وتاجدار

مسلمان فاتح و تاجدار

تالیف

سید محمد عمر شاہ

عمر سنز قذافی مارکیٹ

اردو بازار۔ لاہور

ضابطہ

کتاب	:	ہندوستان کے مسلمان فاتح وتاجدار
تالیف	:	سید محمد عمر شاہ
موسم اشاعت	:	2014ء
سرورق	:	شاہد ایوب
مطبع	:	عمر سنز، اُردو بازار
قیمت	:	250.00روپے

عمر سنز پبلشرز

فدائی مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عہد حضرت فاروق اعظمؓ

۱۳۔۲۴ھ......۶۳۴۔۶۴۴ء

اس عہد میں والی عثمان بن ابی عاصی ثقفی نے بغیر خلافت سے اجازت حاصل کیے ۱۵ھ...... ۶۳۶ء میں جہازوں کا ایک بیڑہ تیار کر کے سواحل سندھ کے شہر تھانہ پر حملہ کیا اور بہت سا مال غنیمت لے کر واپس گیا۔ اس کامیابی کی اطلاع اور مزید حملہ کی درخواست جب حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوئی تو آپ بموجب احکام سابقہ کے جو دریائی حملوں کی ممانعت میں تھی نامنظور کی اور یہ شہر بدستور اگلے ہندو حکمران کے قبضے میں رہا۔

عثمان بن ابی عاصی کی درخواست اگرچہ نامنظور ہوئی مگر انہوں نے اپنے بھائیوں سفیرہ اور حکم کو روانہ ہی کر دیا۔ جنہوں نے ۱۵ھ...... ۶۳۶ء میں شہر دیبل اور بھڑوچ پر علیحدہ علیحدہ حملے کیے اور کامیاب ہو کر مال غنیمت سے لدے ہوئے واپس آئے اس کے بعد مدت تک کسی کو حضرت عمر فاروق کے احکام سے سرتابی کی جرات نہیں ہوئی۔

خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

۳۵-۲۴ھ......۶۵۵-۶۴۴ء

بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس عہد بابرکت میں بھی ہندوستان پر حملہ ہوا۔ اگر مستند مورخین اس بیان کو تسلیم نہیں کرتے (۱)۔

(۱) محرم ۲۴ھ کو خلیفہ ہوئے۔ اور ۳۵ھ میں کمال صبر وسکون اور نہایت مظلومی کے ساتھ اپنے گھر میں گھر کر شہید ہوئے۔)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت (۲)

۳۵-۴۰ھ......۶۵۵-۶۶۱ء

(۲) آپ ۳۵ھ میں سند نشین خلافت ہوئے۔ آپ کے عہد میں مسلمانوں کے دو گروہ شیعان علی وشیعان عثمان پیدا ہوئے۔ آپ کا سارا عہد اسی کشمکش میں گزرا۔ ۴۰ھ میں ایک بدبخت کوفی نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کے صاجزادے حضرت حسنؓ مسند خلافت پر بیٹھے مگر مسلمانوں میں باہمی عداوت ملاحظہ فرما کر چھٹے مہینے خلافت سے دست بردار ہو کر حضرت معاویہ کی خلافت قبول کر لی اور آپ پر ہی خلافت راشدہ کا خاتمہ ہو گیا۔)

اس عہد میں تغار بن صغیر نے براہ خشکی ارض سندھ میں ۳۵ھ......۶۵۵ء میں فیقانیوں پر حملہ کیا جن کو شکست دی اور کامیاب و بامراد واپس گئے۔

حضرت معاویہ کی خلافت

۴۱تا۶۰ھ......۶۶۱-۶۷۹ء

مہلب بن ابی صفرہ ۴۴ھ......۶۶۴ء میں مہلب ابن ابی صفرہ نے ہندوستان کا جہاد کیا جو کابل کے پہاڑوں کے پیچیدہ راستوں سے نکل کے پنجاب پر حملہ آور ہوا۔ لاہور، ملتان اور شہر قندابیل پر اس نے تاختین کیں اور خوب مال واسباب لے کر سرخروئی کے ساتھ واپس گیا۔

سنان بن سلمہ (۵۹ھ۔۶۷۸ء)

اب تک جو حملے ہوئے تھے ان کا مقصد صرف جہاد تھا مگر جس شخص نے سب سے پہلے ملک گیری کی غرض سے ہندوستان پر حملہ کیا وہ سنان بن سلمہ والی مکران تھا۔ اس کو جناب معاویہ نے مقرر کیا تھا اس نے سواحل سندھ پر قبضہ کیا اور یہاں کا انتظام کر کے آگے بڑھا تھا کہ بمقام بدھا ۵۹ھ......۶۷۸ء میں لڑ کر شہید ہو گیا۔

منذر بن جارو (۶۰ھ۔۶۷۹ء)

یہ بھی حضرت معاویہ کی طرف سے مکران و سواحل سندھ کا والی تھا اور ساحلی شہروں کو فتح کر کے ۶۰ھ......۶۷۹ء میں اس نے انتقال کیا۔

یزید بن معاویہ کا عہد (۱)

۶۰ تا ۶۴ھ......۶۷۵ تا ۶۸۹ء

"(۱) حضرت معاویہ کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ اسی کے وقت میں پیش آیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ وارث خلافت ہوا مگر اس نے حقدار حضرت علیؓ کے خاندان کو بتا کے اس محترم عہدے سے دستبرداری کی۔"

منذر بن حارث (۶۰ھ)

یزید کے زمانے میں عبید اللہ بن زیاد والی بصرہ تھا اور تمام مشرقی ممالک اسلام پر متصرف تھا۔ اس کی طرف سے منذر بن حارث یہاں کا والی مقرر ہو کر چلا مگر سندھ تک نہ پہنچنے پایا تھا کہ راستے میں ہی موت نے آگھیرا۔

حکم بن منذر (۶۱۔۶۰ھ)

منذر کے بعد اس کا بیٹا حکم یہاں کا والی مقرر ہوا جو فقط چھ مہینہ حکمران رہا۔

ابن جری باہلی (۷۵تا۸۱ھ)

اس کے بعد ابن زیاد نے ابن جری باہلی کو یہاں کا والی مقرر کیا جس نے بہت سے مقامات فتح کیے۔

عہد آل مروان

۶۵۔۱۳۲ھ......۶۸۴۔۷۴۹ء

عبدالملک بن مروان کی خلافت

۶۵۔۸۶ھ......۶۸۴۔۷۰۵ء

سعید بن اسلم (۷۵ھ۔۶۹۴ء)

۷۵ھ......۶۹۱ء میں حجاج بن یوسف ثقفی والی عراق مقرر ہوا اور اس کی جانب سے اسی سال سندھ کی حکومت سعید بن اسلم کے ہاتھ میں آئی۔ سعید نے قبیلہ علاقی کے کسی شخص کو کسی جرم پر قتل کر ڈالا۔ اس کے انتقام میں موقع پا کر علاقیوں نے ۸۵ھ......۷۰۴ء میں سعید کو شہید کیا اور خود سواحل سندھ پر قابض و متصرف ہو گئے۔

مجاعہ بن سعر تمیمی (۸۰۵ھ)

جب یہ خبر حجاج کو پہنچی تو اس نے مجاعہ کو علاقیوں کی سرکوبی پر مقرر کیا مجاعہ کے مقدمۃ الجیش عبدالرحمٰن کو تو علاقیوں نے حملہ کر کے قتل کر دیا مگر خلافت سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا لہٰذا بغیر لڑے راجہ داہر کے علاقہ میں چلے گئے جہاں پہنچتے ہی انہوں نے اپنی پہلی کارروائی یہ کی کہ راجہ رائل کی آٹھ ہزار فوج پر جو رائے داہر کا ملک چھیننے کو ہندوستان سے آئی تھی چھاپہ مار کر تباہ و برباد کر دیا۔ رائے داہر نے ان لوگوں کو فرشتہ غیب سمجھ کر ان کی بہت ہی عزت کی۔ مجاعہ ایک ہی سال حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔

محمد بن ہارون (۸۶-۹۳ھ)

اس کی جگہ ۸۶ھ.....۷۰۵ء میں ابن ہارون کا تقرر ہوا اور اسے خلافت سے علاقیوں کے قلع وقمع کی ہدایت کی گئی اور وہ بموجب حکم خلافت پانچ سال تک اس خاندان کا پتہ لگاتا رہا۔

خلافت ولید بن عبدالملک (۱)

۸۶-۹۶ھ.....۷۰۵تا۷۱۴ء

"(۱) اس کے عہد میں مشرق سے مغرب تک توحید کی آواز بلند ہوئی۔ اور اندلس سے چین تک اس کی حکومت ہوگئی۔"

اسی زمانے میں چند مسلمان لڑکیاں اور کچھ حاجی جو سراندیپ سے مع ان تحفوں کے جو سراندیپ کے مسلمان راجہ نے خلیفہ کی خدمت میں بھیجے تھے ایک جہاز پر جا رہے تھے حاکم دیبل نے انہیں گرفتار کرلیا۔ چند لوگوں نے حجاج کی خدمت میں فریاد کی جس نے رائے داہر کو ان کی طلبی کا خط محمد بن ہارون کو بھیجا تاکہ وہ کسی متعمد شخص کے ذریعے سے رتبہ داہر کے پاس بھیج دے راجہ داہر کو جب یہ خط ملا تو اس نے جواب لکھا کہ "جس قوم نے ان لڑکیوں کو اسیر کیا ہے وہ میرے اختیار سے باہر ہے۔"

جب یہ خبر حجاج کو پہنچی تو اس نے خلیفہ ولید سے باضابطہ سندھ پر فوج کشی کی اجازت لی اور عبداللہ نبہان کو دیبل کی فتح کو روانہ کیا مگر عبداللہ لڑائی میں شہید ہوا۔ اب حجاج نے بدیل والی عمان اور محمد بن ہارون کو سندھ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ بدیل بھی حملہ کرتے وقت شہید ہوا۔

عمادالدین محمد بن قاسم (۷۱۱-۷۱۴ء)

حجاج کو جب یہ خبر پہنچی تو اس کے غصہ کی کوئی انتہاء نہ تھی اب اس نے اپنے نوخیز ونوعمر چچازاد بھائی محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل ثقفی کو جو اس کی دامادی کی عزت سے بھی بہرہ یاب تھا۔ اس مہم کے واسطے منتخب کیا۔ محمد بن قاسم نے سواحل سندھ

پر قدم رکھتے ہی قنبر پور اور ارمابیل کو فتح کیا اور یہاں سے بڑھ کر شہر دیبل (ٹھٹھہ) کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں اس زمانہ میں ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جو عام خلائق کا مرجع تھا چند روز تک محاصرہ رہا مگر آخر میں جب بت خانہ کی چوٹی پر سنگ باری کی گئی اور اس کا گنبد شکست ہوا تو تھوڑے دنوں کے بعد ۹۳ھ۔ ۷۱۱ء میں شہر فتح ہوگیا۔ محمد بن قاسم نے بعد تشخیص جزیہ ومحاصل یہاں چار ہزار مسلمان بھی آباد کیے اب یہ بہادر سپہ سالار شیوستان (سیوان) کی طرف بڑھا۔ راستے میں راجہ نیرون نے اطاعت قبول کی۔ شیوستان کا حاکم راجہ بجھرا تھا جو ایک ہفتہ کی لڑائی کے بعد شہر سیلم میں بھاگ گیا اور رعایا نے اطاعت قبول کرلی۔ اسی مقام پر شہر چنہ کے سفیر بھی اطاعت کا اقرار نامہ لے کر حاضر ہوئے اور ان کی جان بخشی کی گئی۔ اب محمد بن قاسم نے شہر سیلم کی راہ لی۔ راستہ میں بلہان کے راجہ کاکا نے حاضر ہوکر اطاعت کا حلف اٹھایا اور خلعت سے سرفراز ہوکر اپنے علاقہ کا بدستور مالک رہا۔ سیلم میں صرف دو روز لڑائی ہوئی۔ لڑائی میں راجہ بجھرا مارا گیا۔ اور اہل شہر نے ۹۳ھ۔ ۷۱۱ء میں اطاعت قبول کی۔

اسی سال محمد بن قاسم داہر کے علاقہ کی طرف بڑھا علاقہ ہیت کا والی موکا گرفتار کرکے حاضر کیا گیا۔ جسے دیکھ کر محمد بن قاسم کو ایسا رحم آیا کہ اسے حکومت کا پروانہ نسلاً بعد نسلاً لکھ دیا اور یہ فیاضی دیکھ کر موکا حلقہ اسلام میں داخل ہوگیا۔

رائے داہر کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو ایک جرار لشکر مقابلہ کو بھیجا جسے کامل شکست ہوئی۔ یہ شکست دے کر محمد بن قاسم نے بذریعہ کشتیوں کے پل کے دریا کے سندھ کو عبور کیا۔ دریا کے عبور کرنے میں داہر کے بیٹے نے بہت مزاحمت کی مگر اس کا کچھ زور نہ چلا اور میدان جنگ میں مارا گیا۔ رائے داہر یہ خبر وحشت اثر سن کر بڑے تزک واحتشام سے مقابلہ کو آیا۔ سات روز کے مقابلہ کے بعد رائے داہر مارا گیا اور شکست خوردہ سپاہی راوڑ کے قلعہ جمع ہوئے یہ واقعہ ۱۰ رمضان المبارک ۹۳ھ مطابق جون ۷۱۲ء جمعرات کے دن کا ہے قلعہ راوڑ میں رائے داہر کا بیٹا جے سنگھ مع اس کی رانی کے تھا جے سنگھ نے محمد بن قاسم کو قلعہ کی طرف آتے دیکھ کر معہ مال واسباب اور عیال واطفال کے برہمن آباد کی راہ لی۔ مگر رائے داہر کی رانی مقابلے پر آمادہ ہوئی محمد بن قاسم نے اس سے جنگ

کرنا عار سمجھا لیکن فوج والوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور جب قلعہ فتح ہو گیا تو چتا میں بیٹھ کر آگ میں جل گئی۔ یہاں سے محمد بن قاسم نے برہمن آباد کی راہ لی۔ راستہ میں دو قلعہ بہرور اور دہلیلہ فتح کرتا ہوا برہمن آباد پہنچا جے سنگھ یہاں سے بھی لڑائی کا انتظام کر کے بھاگ گیا۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد کا محاصرہ کرلیا۔ چند روز بعد جے سنگھ نے کچھ فوج کے ساتھ آ کر مسلمانوں کی رسد کا راستہ روک دیا مگر پھر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اہل قلعہ پر بھی چند روز بعد آخر میں قبضہ ہو گیا اور یہاں علاوہ مال غنیمت کے راجہ داہر کی رانی لاڈی اور رائے داہر کی دو لڑکیاں قبضہ میں آئیں۔ لڑکیاں تو مال غنیمت کے ساتھ خلیفہ کی خدمت میں بھیج دی گئیں۔ مگر رانی لاڈی مشرف باسلام ہو کے محمد بن قاسم کے نکاح میں آئی۔ یہاں کا انتظام کر کے شہر اردر کو جو ایک مضبوط قلعہ تھا ۹۴ھ۔ ۷۱۳ء میں فتح کرتا اور راجہ کسکا کو مطیع کرتا ہوا وہ ملتان کی طرف جو دارالسلطنت کی حیثیت رکھتا تھا روانہ ہوا۔ درمیان میں کئی قلعہ خصوصاً سکہ اور اسکندرہ کئی کئی روز کی لڑائی اور ایک مدت کے محاصرے کے بعد فتح ہوئے اور سکہ کے فتح کرنے میں اکثر نامی گرامی مسلمان افسر شہید ہوئے۔

اسی سال محمد بن قاسم دریائے راوی کے پار اتر رہا تھا کہ ملتان کی فوج نے مزاحمت کی کئی روز کی لڑائی کے بعد اہل فوج شہر کے پھاٹک بند کر کے بیٹھ رہی اور محمد بن قاسم نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ بہت دن تک رہا اور اس میں مسلمانوں کو بہت تکلیفیں اٹھانا پڑیں۔ خصوصاً رسد نہ پہنچنے کی وجہ سے گدھوں کا گوشت کھانا پڑا۔ ملتان کا حاکم گورسنگھ جب مجبور ہوا تو کمک لینے کے بہانے سے رات کے وقت شہر سے نکل گیا چند روز کے بعد مسلمانوں نے شہر کی دیوار توڑ کر قبضہ کرلیا۔ کہتے ہیں کہ یہاں مسلمانوں کے ہاتھ میں بہت دولت آئی اور وہ روپیہ بھی اسی رقم سے ادا کیا گیا جس کا وعدہ حجاج نے سندھ پر چڑھائی کرتے وقت خلیفہ سے کیا تھا اور جس کی تعداد ۱۲ کروڑ درہم تھی۔ یہ فتح ۹۸ھ.....۷۱۴ء میں ہوئی۔ یہاں کا والی محمد بن قاسم نے امیر داؤد نصر بن ولید یمانی کو مقرر کیا اور کئی ہزار مسلمان بھی یہاں آباد کیے۔ اب ملک سندھ اور اس کے قرب کا علاقہ فتح ہو چکا تو محمد بن قاسم نے قنوج کے راج پر چڑھائی کی اجازت خلیفہ سے چاہی

اجازت کے ملتے ہی محمد بن قاسم نے اشتہار جنگ دے دیا۔ محمد بن قاسم اسی ارادہ میں تھا کہ اسے حجاج کے مرنے کی خبر پہنچی اور وہ اس انتظار میں ٹھہر گیا دیکھیں کہ اب اس کا کون جانشین ہوتا ہے۔ مگر اس زمانہ میں بھی اس سے بیکار نہ بیٹھا گیا بلکہ بیلمان پر فوج بھیج کے اسے باجگذار بنایا اور کیرج کے راجہ داہر کو جس کے پاس داہر کے لڑکے نے پناہ لی تھی عین معرکہ کارزار میں مار کے اس کے علاقہ پر ۹۵ھ......۷۱۴ء میں قبضہ کرلیا۔

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک

۹۶۔۹۵ھ......۷۱۴تا۷۱۷ء

خلیفہ سلیمان کو حجاج کے خاندان سے ذاتی عیاد تھا جس نے خلیفہ ہوتے ہی یزید بن مہلب کو والی بصرہ مقرر کیا اور محمد بن قاسم کے بجائے یزید بن ابی کبشہ کو بھیجا۔ یزید بن کبشہ نے سندھ میں پہنچتے ہی ۹۶ھ میں محمد بن قاسم کو گرفتار کیا اور مجرموں کی طرح عراق کی طرف روانہ کردیا۔ جہاں پہنچتے ہی وہ واسط کے قید خانہ میں بند کردیا گیا اور آخر دم تک اسے اس قید سے رہائی نہ نصیب ہوئی۔

محمد بن قاسم کے انجام کے متعلق یہ عجیب لغو اور بے سروپا یا قصہ مشہور ہے کہ اس نے سندھ کی جن شہزادیوں کو اسیر کر کے خلیفہ کے پاس بھیجا تھا انہوں نے ظاہر کیا کہ محمد بن قاسم نے ہمیں خراب کرنے کے بعد آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اس پر برافروختہ ہو کے خلیفہ نے محمد بن قاسم کو حکم دیا کہ جہاں موجود ہو اپنے تن کو بیل کی کھال میں سلوا کے میرے پاس حاضر ہو۔ محمد بن قاسم نے اس حکم کی تعمیل کی بیل کی کھال میں اپنے تن کو سلوایا اور لوگوں سے کہا کہ مجھے اسی طرح بھیج دو مگر اس واقعہ کے دوسرے ہی روز شدت تکلیف سے مرگیا۔

<u>یزید بن ابی کبشہ:</u>

اپنے دور کے اٹھارہویں ہی دن مرگیا اور اس کے بجائے حبیب حسین مہلب کا تقرر ہوا۔

حبیب بن مہلب:

حبیب بن مہلب جب تک آئے سندھ میں ہنگامہ ہو گیا اور وجہ یہ تھی کہ محمد بن قاسم کے ساتھی اس کی گرفتاری کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے جے سنگھ نے کشمیر سے آکر برہمن آباد پر قبضہ کرلیا مگر حبیب نے آتے ہی یہ ہنگامہ ختم کیا جے سنگھ نے مسلمان ہوکر اطاعت قبول کرلی اور برہمن آباد پر قابض رہا۔

خلافت عمر بن عبدالعزیز (۱)

۹۹۔۱۰۱ھ......۷۱۷۔۷۱۹ء

(۱) مروان کا پوتا تھا یہ ایسا نیک نفس متقی اور پرہیزگار تھا کہ علمائے اہل سنت اسے خلفائے راشدہ کے مثل بتاتے ہیں۔)

عمر بن مسلم باہلی (۹۹۔۱۰۷)

عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہوتے ہی حبیب بن مہلب کو معزول کیا اور اس کی جگہ عمر بن مسلم باہلی کو مقرر کیا جو ۱۰۷ھ......۷۱۸ء تک سندھ پر حکومت کرتا ہوا۔ وہ حسب فرمان خلافت حدود سندھ کے علاقہ کچھ پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کرکے حلقہ اسلام میں شامل کیا اس کے وقت عمر بن عبدالعزیز نے تمام راجگان ہند کے نام تبلیغی خطوط بھیجے جنہیں پڑھ کر قرب وجوار کے اکثر راجہ مسلمان ہوگئے اور اسی زمانہ سے اہل سندھ میں عربی عادات واخلاق کا رواج ہوا۔

خلافت یزید بن عبدالملک اور خلافت ہشام بن عبدالملک

۱۰۱۔۱۰۵ھ......۱۰۵۔۱۲۵ء

جنید بن عبدالرحمٰن مری (۷۲۵۔۷۲۹ء)

عمر بن مسلم کی معزولی کے بعد جب حکم ہشام سندھ کا والی جنید ہوا اس کے وقت میں ہے سنگھ مرتد ہو گیا جسے قتل کر کے اس کے علاقہ کو اپنے قبضہ میں کیا کیرج کو دوبارہ فتح کیا۔ ماڑوار جیلمیر اور مالوہ وغیرہ پر عربی فوجیں روانہ کیں جو ہر جگہ کامیاب ہوئیں خود شمال کی طرف بڑھ کر چیناپت کے راج پر قبضہ کیا اور ۱۱۱ھ ..۷۲۹ء میں واپس ہوا۔

تمیم بن زید عتبیؓ (۱۱۱ھ تا ۱۱۵ء)

اس کے وقت میں نہ کوئی شہر فتح ہوا اور نہ کہیں حملہ کیا گیا مسلمان آپس میں لڑتے رہے اور اکثر نامور مسلمانوں نے یہاں کی سکونت ترک کردی اور اسی جھگڑے میں یہ مارا گیا۔

حکم بن عوانہ کلبی

(۱۱۵۔۱۲۳ھ......۷۳۱۔۷۲۹ء)

حکم نے اپنے زمانے میں دو شہر منصورہ اور محفوظہ آباد کیے اس وقت میں ہر طرف سکون رہا اور ۱۲۲ھ ۷۳۹ء میں ایک لڑائی میں شہید ہوا۔

عمرو بن محمد قاسم (۱۲۲۔۱۲۵ھ......۷۳۱۔۷۴۲ء)

حکم کے بعد ولایت سندھ کے دو شخص ایک یزید بن عرار دوسرے عمرو بن قاسم مدعی ہوئے خلافت سے عمرو بن محمد کا تقرر ہوا جس نے کچھ فتوحات حاصل کیے رعایائے سندھ اس سے راضی رہی۔ مگر خلافت کے حکم سے ۱۲۵ھ۔۷۴۲ء میں معزول ہوا۔

ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت (۱)

(۱۲۵۔۱۲۶ھ......۷۴۳۔۷۴۳ء)

"(۱) اس کی بے اعتدالیوں سے تنگ آکر لوگوں نے حملہ کردیا اور اسے محل کے اندر گھس کر قتل ڈالا۔)"

سندھ میں عربی زبان نے بہت ترقی کی۔ اس نے حملے ہندوستان پر کیے اور ہر حملے میں کامیاب و بامراد رہا۔

یزید بن عرار:

خلیفہ ولید یزید بن عرار کا طرف دار تھا لہٰذا سندھ کی حکومت اسے دی اس کے وقت میں عربی زبان نے بہت ترقی کی اس نے ۱۸ حملے ہندوستان پر کیے اور ہر حملے میں کامیاب و بامراد رہا۔

یزید بن ولید اور ابراہیم بن ولید کی خلافت

(۱۲۶ھ۔ ۷۴۳ء ...... ۱۲۷ھ۔ ۷۴۴ء)

ان دونوں خلیفوں نے یزید کو بدستور والی سندھ رکھا۔

عہد مروان بن محمد (۱)

(۱۲۷۔ ۱۳۲ھ ...... ۷۴۴۔ ۷۴۹ء)

(۱) اسے مروان الحمار بھی کہتے ہیں اور یہ بنی امیہ کا آخری خلیفہ تھا اس کے عہد میں سازشوں کا بازار گرم ہوا اور یکا یک بنی عباس کا سایہ علم خراسان سے نمودار ہوا۔ اور بنی امیہ کو پے در پے شکستیں ہونے لگیں۔ ۱۲۳ھ میں یہ خود شکست کھا کر بھاگا اور گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ اور سارے بنی امیہ خواہ وہ بوڑھے ہوں یا بچے تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے اور جب کوئی باقی نہ رہا تو قبریں کھود کر کلیجہ ٹھنڈا کیا گیا۔)

اس نے بھی یزید ہی کو بحال رکھا مگر خود یزید کے ایک عزیز منصور بن جمہور نے جو خلافت سے باغی ہو کر سندھ میں پناہ گزیں ہوا تھا اسے شکست دے کر ۱۳۰ھ۔ ۷۴۷ء دیوار میں چنوا دیا۔

منصور بن جمہور:

اب خلافت اس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ منصور کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور یہ بلا خدشہ

حکومت کرنے لگا۔ سلطنت بنی امیہ کا رقبہ افریقہ کا کل شمالی حصہ ایشیا میں شام اور ایشیائے کوچک سے لے کر پنجاب اور چین تک۔ یورپ میں فرانس اور اطالیہ کا حصہ زیرین اندلس کا سارا ملک اور تمام جزائر بحر روم۔ اس عہد کا لباس سر پر ٹوپی اور اس پر عمامہ گلے میں گھٹنوں کے نیچے تک کرتا اور اس پر صدری اور پھر اس پر عبا۔ ٹانگوں میں پائجامہ یا تہ بند تھا عورتیں اس زمانہ میں گھونگھٹ نکال کر یا برقعہ پہن کر اور گھوڑوں پر سوار ہو کر بازار کی سیر اور خرید و فروخت کرتیں اور مردوں کے ساتھ جماعت نماز میں شریک ہوتیں۔

آخر تک جہاد میں لشکر حضرت صدیق اکبر کی ہدایتوں پر عمل کرتے یعنی پھلدار اور سایہ رکھنے والے درخت نہ کاٹتے۔ اور کھیتیاں پامال نہ کرتے عورتیں بوڑھے بچے اور بیمار قتل سے مستثنیٰ ہوتے۔ ابتدأ سرداران فوج ہی دینی امور کے ذمہ دار تھے بعد ازاں والی خراج و فوج اور قاضی و محتسب جدا جدا مقرر ہونے لگے۔ میدان جنگ میں معمول تھا کہ کوئی حریف کسی تنہا سردار یا سپاہی کو مقابلہ پر بلاتا تو وہ بلا تامل جا کے مقابلہ کرتا۔ ادنیٰ و اعلیٰ سب قانون شرع کے پابند تھے۔ ایک ایک ادنیٰ سپاہی کے عہد و پیمان کی پابندی بڑے سے بڑے سردار کو کرنا پڑتی۔ اگر کوئی شخص مرافعہ (اپیل) کرتا تو اس کا فیصلہ مجلس شوریٰ میں ہوتا۔ اہل ہنود کے مقدمات انہیں کے پروہتون وغیرہ کے ذریعہ سے بہ صورت پنچائیت فیصل ہوتے۔ مقدمات کے واسطے آج کل کی طرح کوئی اسٹامپ یا خرچہ نہ لیا جاتا۔ ہندو رعایا جزیہ ادا کرنے کے بعد اپنے مذہبی رسوم بے روک ٹوک ادا کرتی اور اس کے جان و مال کی حفاظت سلطنت کی ذمہ ہوتی جزیہ کی رقم والی اپنی مرضی سے تشخیص کرتا اور وہ اکثر بہت قلیل ہوتی۔

اسلامی حکومت سے قبل جو معاش رعایا کی مقرر ہوئی وہ اسلامی حکومت میں بھی بدستور ادا کی جاتی۔ اراضی کا لگان آبپاشی شدہ زمین سے ۱/۲۰ اور غیر آبپاشی شدہ زمین سے ۱/۱۰ لیا جاتا اور جس صوبہ سے وصول کیا جاتا اسی میں خرچ کیا جاتا اگر کچھ بچ جاتا تو خزانہ خلافت میں داخل کر لیا جاتا۔ سونے کے سکے کو اس زمانہ میں دینار اور چاندی کے سکے کو درہم کہتے تھے۔

اس عہد کے مسلمان بہت زیادہ سرخ و سفید ہوتے۔ ان کے ہاتھ پاؤں مضبوط

اور سینے کشادہ ہوتے اور صورت ایسی رعب دار ہوتی کہ دشمن کا کلیجہ صورت دیکھتے ہی لرزنے لگتا۔ ان کی خوراک خرما گیہوں کی روٹی چاول اور دیگر زمین کی پیداوار اور جملہ اقسام کے گوشت اور میوہ ہوتے۔ مقدار خوراک کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ایک دعوت میں بیس چپاتیاں چھ مرغیاں ایک مسلم دنبہ کا گوشت اور ایک سو ستر انار کھائے تھے۔

☆......☆......☆

خلافت عباسیہ

۱۳۲۔۶۵۶ھ.....۷۴۹تا۷۵۳ء

ابوالعباس سفاح کی خلافت

۱۳۲۔۱۳۶ھ.....۷۵۰تا۷۵۳ء

۱۳۲ھ میں خلافت خاندان بنی امیہ سے منتقل ہوکر خاندان عباسیہ میں آئی اور ابوالعباس اس کا پہلا خلیفہ ہوا۔ اس کا نام ابومسلم خراسانی تھا جس نے مغلس عبدی کو ایک فوج کے ساتھ سندھ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا مگر اس کو شکست ہوئی۔

موسیٰ بن کعب تمیمی:

اب ابومسلم نے موسیٰ کو بیس ہزار فوج کے ساتھ سندھ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا جس نے ۱۳۴ھ میں منصور کو شکست دی اور خود حکومت کرنے لگا۔

ابوجعفر منصور کی خلافت

۱۳۶ـ۱۵۸ھ......۷۵۳ـ۷۷۴ء

عینیہ بن موسیٰ:

موسیٰ ۱۴۱ھ۔ ۷۵۸ء میں اپنے بیٹے عینیہ کو اپنا نائب بنا کے بغداد چلا گیا اور وہاں چند روز رہ کر نور وعالم بالا ہوا۔ خلافت نے عینیہ بن موسیٰ ہی کو سندھ کا حکمران منظور کرلیا جس سے رعایائے سندھ عام طور پر ناراض ہوگئی اور اس پر بغاوت کا الزام قائم کیا۔ خلافت کی جانب سے عمر بن حفص اس کی سرکوبی پر متعین ہوا جس نے ۱۴۲ھ۔۷۵۹ء اسے شکست دی اور خود حکمرانی میں مصروف ہوگیا۔

عمر بن حفص (۱۴۲ـ۱۵۱ھ)

یہ علویوں کا طرف دار تھا اس کے وقت میں عبداللہ اشتر خلافت سے بھاگ کے سندھ میں پناہ گزین ہوئے اور یہاں بہت سے اپنے ہم خیال بنا لیے۔ جب یہ خبر خلیفہ ابوجعفر منصور کو معلوم ہوئی تو ۱۵۱ھ۔۷۶۷ء میں اسے سندھ سے ہٹا کر افریقہ بھیج دیا۔

ہشام بن عمرو تغلبی (۱۵۱ـ۱۵۷ھ)

ابوجعفر منصور نے اس کا تقرر بجائے عمر کے کیا اور عبداللہ اشتر کے گرفتار کرنے کی تاکید کی یہ بھی علویوں کا طرف دار تھا لہٰذا چند روز تک عبداللہ اشتر کو کوئی ضرر نہیں پہنچا مگر چند روز بعد اسکے بھائی سفیح نے باوجود بھائی اور اپنی فوج کی مخالفت کے عبداللہ اشتر کو شہید کر ڈالا۔ ہشام نے کشمیر کو فتح کیا اور ملتان جو باغی ہوگیا تھا اسے پھر مطیع بنایا۔ اسے وطن کی پھر یاد آئی اور بغداد پہنچ کر انتقال کیا۔

معبد بن خلیل تمیمی (۱۵۷ـ۱۵۹ء)

بجائے ہشام کے منصور کے حکم سے والی مقرر ہوا۔

خلیفہ مہدی کی حکومت

۱۵۸۔۱۶۹ھ.....۷۷۴۔۷۸۵ء

چند ہی روز حکومت کرنے پایا تھا کہ ۱۵۹ھ۔۷۷۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

روح بن حاتم (۷۷۵ء)

خلیفہ مہدی نے اس کو سندھ کا والی مقرر کیا مگر جاٹوں کی فساد کی وجہ سے چند ہی روز بعد معزول کر دیا اور بسطام کو مقرر کیا۔

بسطام بن عمر (۷۷۰ء۔۱۶۰ھ)

پورا تسلط بھی نہ کرنے پایا تھا کہ خلیفہ مہدی نے پھر روح کو مقرر کیا۔

روح بن حاتم دوبارہ (۷۷۰ء۔۱۶۱ھ)

یہ ۱۶۱ھ میں پھر معزول ہوا اور اس کے بجائے نصر مقرر ہوا۔

نصر بن محمد (۷۷۶ء۔۱۶۱ھ)

نصر سندھ میں پہنچا ہی تھا کہ اس کے بجائے عبدالملک بن شہاب کا تقرر ہوا۔

عبدالملک بن شہاب سمعی (۷۷۷ء۔۱۶۱ھ)

اس کا تقرر ۱۶۱ھ۔۷۷۷ء میں ہوا اور وہ سند کے سترہویں دن معزول ہوا۔

نصر بن محمد دوبارہ (۷۷۷ء)

عبدالملک کی جگہ اس کا تقرر دوبارہ عمل میں آیا۔ مگر سندھ تک آنے بھی نہ پایا تھا کہ موقوفی کو پروانہ ملا۔

زبیر بن عباس (۱۶۱۔۱۶۲ء)

نصر کے بجائے اس کا تقرر ہوا مگر اس نے بغداد ہی سے حکومت کرنا چاہی خلیفہ مہدی کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ اس قدر دور دراز سے حکومت کی جائے لہٰذا معزول کر دیا۔

مصبح بن عمرو ثعلبی:

اب سندھ کی حکومت مصبح کے ہاتھ میں آئی اس کے وقت میں یمانی (۱) ونزاری کا جھگڑا شروع ہوا جس میں بہت سے عربی قبائل کٹ مرے یہ خبر جب خلیفہ کے گوش گزار ہوئی تو اس نے اسے بھی معزول کر دیا۔

(۱) قبائل اوس وحمیرہ جو قحطان کی نسل سے تھے یمانی کہلاتے تھے اور انہیں میں مدینہ طیبہ کے انصاری بھی شامل تھے اس کے علاوہ مکہ معظمہ اور دیگر مقامات عرب کے قبائل جو حضرت اسمٰعیل کی نسل سے تھے نزاری وعدنانی کہلاتے۔ وصل خزاعی مشہور شاعر بنی عدنان نے ایک قصیدہ میں یمانیوں پر حملہ کر کے ان قبائل کو اس طرح لڑا دیا کہ ہر جگہ دنیا میں جہاں جہاں عرب آباد تھے تلوار چل گئی)

لیث بن ظریف

۱۶۴۔۱۷۰ھ......۷۷۹۔۷۸۶ء

مصبح کی معزولی کے بعد خلیفہ مہدی نے لیث اپنے غلام کا تقرر حکومت سندھ پر کیا جو اپنی خوش نصیبی سے مہدی کی خلافت ختم ہونے کے بعد بھی سندھ کا حاکم رہا۔ اس کے وقت میں جاٹوں نے شور و ہنگامہ مچایا مگر لیث نے فوج طلب کر کے ان کو شکست دی۔

موسیٰ ہادی کی خلافت

۱۶۹۔۱۷۰ھ......۷۸۵۔۷۸۶ء

اس خلیفہ کی مدت حکومت اس قدر کم تھی کہ ارض سندھ کی طرف توجہ ہی نہ کر سکا

اور لیث بے کھٹکے حکومت کرتا رہا۔

ہارون الرشید اعظم کی خلافت (۲)

۱۷۰۔۱۹۳ھ......۷۸۶۔۸۰۸ء

(۲) اس کے عہد میں اسلامی معاشرت میں ایرانی معاشرت شامل ہوئی اور ہر قسم کے علوم وفنون عربی ادب میں شامل کیے گئے۔ اس کے دربار کی شان کسریٰ و پرویز سے بھی بڑی ہوئی تھی اور اس کی آمدنی ایک پدم چالیس کروڑ روپیہ کے قریب تھی راہ گزروں پر کوئیں وتالاب وسرائیں بنوائیں۔ اور اس کی بیوی زبیدہ نے بھی مہمان خانے اور نہریں بنائیں ڈاک کا انتظام اس کے عہد میں ہوا۔)

سالم یونسی (۱۷۰۔۱۷۴ھ......۷۸۶۔۷۹۰ء)

۱۷۰ھ میں خلیفہ ہارون الرشید نے لیث کو معزول کر کے سالم کو والی سندھ مقرر کیا جس نے چار سال تک نیک نامی کے ساتھ حکومت کی۔

اسحٰق بن سلیمان ہاشمی (۱۷۴۔۱۷۵ھ......۷۹۰۔۷۹۱ء)

یہ ۱۷۴ھ میں والی سندھ مقرر ہوا مگر چند ہی روز تک حکومت کر پایا تھا کہ موت نے آگھیرا۔ اس نے مرتے وقت اپنے بیٹے کو اپنا جانشین کیا۔

یوسف بن اسحٰق (۱۷۵ھ۔۷۹۱ء)

اس کا طرز انتظام ہارون کو ناپسند ہوا لہٰذا معزول کر دیا۔

طیفور بن عبداللہ (۱۷۵۔۱۷۸ھ......۷۹۱۔۷۹۴ء)

اس کے وقت میں نزاری و یمانی کے تعصب نے اس قدر زور پکڑا کہ لوگوں نے احکام خلافت کو بالکل بالائے طاق رکھ دیا خلیفہ نے یہ حال سنا تو اسے معزول کر دیا اور اس کے بجائے جابر کا تقرر عمل میں آیا۔

جابرہ بن اشعث طائی (۱۷۸۔۱۷۹ھ......۷۹۴۔۷۹۵ء)

جابر نے تھوڑے ہی دنوں حکومت کی تھی کہ خلیفہ نے سعید کو والی سندھ کیا۔

سعید بن مسلم بن قتیبہ (۱۷۹۔۱۸۸ھ......۷۹۴۔۷۹۵ء)

سعید ایک آرام طلب شخص تھا اس نے اپنے بجائے اپنے بھائی کثیر بن مسلم کو اپنا نائب بنا کر بھیجا مگر سندھ پہنچ کر اس سے کچھ ایسی بداخلاقیاں ظہور میں آئیں کہ خلیفہ نے اسے بھی معزول کر دیا۔

عیسیٰ بن جعفر بن منصور (۱۸۰۔۱۸۲ھ......۷۹۴۔۷۹۸ء)

اب ہارون نے عیسیٰ اپنے چچازاد بھائی کو سندھ کے سیاہ وسفید کا مالک کیا۔

محمد بن عدی:

عیسیٰ نے اپنی طرف سے محمد بن عدی کو اپنا نائب مقرر کر کے سندھ کو روانہ کیا جس نے یہاں آکر ایسی کاروائیاں کیں کہ باہمی تعصبات کی پھر آگ بھڑک اٹھی اور عام فساد پھیل گیا۔ ملتان والوں نے اسے سخت شکست دی اور یہ بھاگ کر بغداد پہنچا۔
ہارون الرشید نے جب یہ حال سنا تو حکومت سندھ اپنے ہاتھ میں لے لی اور عبدالرحمٰن کو اپنی طرف سے مامور کیا۔

عبدالرحمٰن (۱۸۲۔۱۸۳ھ......۷۹۸۔۷۹۹ء)

عبدالرحمٰن سے انتظام نہ سنبھل سکا تو ایوب بن جعفر کو مقرر کیا۔

ایوب بن جعفر بن سلیمان (۱۸۳۔۱۸۴ھ......۷۹۹۔۸۰۰ء)

یہ بھی کچھ انتظام نہ کر سکا تو رشید نے داؤد کو ۱۸۴ھ......۸۱۱ء میں مقرر کیا۔

داؤد بن یزید بن حاتم مہلبی (۱۸۴۔۲۰۵ھ......۸۰۰۔۸۲۱ء)

داؤد نے اپنے بھائی مغیرہ کو نائب کر کے سندھ روانہ کیا۔

مغیرہ:

مغیرہ نے نزاریوں کو جو یمانیوں پر ظلم کر رہے تھے دبانا چاہا مگر نزاری جن کی قوت بہت بڑھی تھی کب دبنے والے تھے مقابلہ کو تیار ہو گئے اور مغیرہ کو شکست دی جب یہ خبر داؤد کو ملی تو سندھ کی طرف آگ بگولا ہو کر لپکا۔ سندھ پہنچ کر نزاریوں کو شکست دی مگر نزاری اپنے فتنہ وفساد سے باز نہ آئے۔ لہٰذا داؤد نے ان کا قتل عام شروع کیا اور وہ شہر اور قصبہ اور محلے جہاں جہاں نزاری آباد تھے کھدوا ڈالے۔ اس کے بعد اس نے بہت امن سے حکومت کی اس زمانے میں ہندوستان کے بڑے بڑے راجہ حکومت سندھ کا لوہا مانے ہوئے تھے اور ہارون الرشید کی خدمت میں سالانہ وتحائف ارسال کرتے رہتے تھے۔

محمد امین کی خلافت

۱۹۳۔۱۹۸ھ......۸۰۸۔۸۱۲ء

خلیفہ محمد امین اپنی عیش وعشرت اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے سندھ کی طرف توجہ نہ کر سکا۔

مامون کی خلافت (۱)

۱۹۶۔۲۱۸ھ......۸۱۱۔۸۳۳ء

(۱) بڑا علم دوست اس کے زمانے میں اسلام کی علمی وتہذیبی زندگی کمال کو پہنچ گئی۔

چونکہ داؤد نے اتنی مدت میں سندھ کا انتظام بہت اچھا کیا تھا لہٰذا مامون نے بھی

اسے ہٹانا مناسب نہ سمجھا یہاں تک کہ ۲۰۵ھ آیا اور ملک الموت نے اسے جام فنا پلا دیا۔

بشیر بن داؤد (۲۰۵۔۲۱۳ھ......۸۲۰۔۸۲۸ء)

مامون نے داؤد کے مرنے پر اس کے بیٹے بشیر کو سندھ کا حکمران بنایا۔ بشیر نے کچھ ایسی فضول خرچی کی کہ سرکاری رقم بھی داخل خزانہ نہ کر سکا۔ اور دشمن نے مامون سے یہ آگ لگائی کہ وہ باغی ہو گیا ہے۔ مامون نے سندھ کی حکومت پر حاجب بن صالح کا تقرر کیا۔

حاجب بن صالح (۲۱۳ھ۔۸۲۸ء)

اس نے مکران پہنچ کر خلیفہ کو غلط اطلاع دی کہ بشیر نے بیعت توڑ دی ہے اور لڑائی پر آمادہ ہے۔ اور اس کا مطلب یہ تھا کہ بشیر کو لوٹنے مارنے کا موقع ملے۔

غسان بن عباد (۲۱۳۔۲۱۲ھ......۸۲۸۔۸۳۱ء)

مامون نے اس درخواست پر حاجب کو واپسی کا حکم دیا اور اس کے بجائے بہت سی فوج غسان کے ہمراہ کر کے ہدایت کی کہ بشیر کو ماخوذ کر کے وہاں کا حاکم موسیٰ کو مقرر کرو۔ اور واپس آؤ مگر بشیر سے یہاں بالکل بغاوت نہ ظاہر ہوئی اور اس نے بموجب حکم خلافت فوراً موسیٰ کو چارج دے دیا۔ غسان ۲۱۶ھ۔ ۸۳۱ء میں سندھ کا انتظام کر کے واپس گیا۔

موسیٰ بن یحییٰ (۲۱۶۔۲۲۱ھ......۸۳۱۔۸۳۶ء)

موسیٰ نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ راجہ بالا کو گرفتار کر کے قتل کیا اور وجہ یہ تھی کہ راجہ بالا باوجودیکہ حکومت اسلام کا مطیع تھا مگر اسے سویمبر جگ کا شوق ہوا۔ اس غرض کے پورا کرنے کے واسطے اس نے اطراف کے راجاؤں کو دعوت دی اور

غسان کو بھی خوشامد و آمد سے دعوت میں شریک کرنا چاہا اور یہ مطلب یہ تھا کہ دھوکے ہی دھوکے میں اس سے بھی اپنی عظمت منوا لوں اور جو ہندو راجہ شریک ہوں ان پر اپنا اثر ڈالوں غسان کو جب اس جلسہ کا حال معلوم ہوا تو راجہ کی اس بیوقوفی پر ہنسا اور شرکت سے انکار کر دیا۔ موسیٰ کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ ادھر غسان بغداد گیا اور ادھر موسیٰ نے اس راجہ کو پکڑوا بلایا۔ راجہ اپنی جان کے معاوضے میں پانچ لاکھ درہم دیتا تھا مگر موسیٰ نے نہ مانا اور اسے مار ڈالا۔

اب ملک سندھ کے کئی ٹکڑے ہو گئے تھے۔ اور اکثر حصوں پر خاص خاص عربی نژاد خاندان حکمران ہو گئے تھے اس کے وقت میں ملک منذان کے صوبہ دار فضل بن ماہان نے جو اس کا ماتحت تھا اپنی حکومت کی سند خلیفہ سے حاصل کر لی اور آزاد ہو گیا بعض مورخین کا بیان ہے کہ اسی زمانہ میں طاہر ذوالیمینین کی جانب سے جو تمام مشرقی ممالک خلافت کا حاکم تھا اس بیٹا یہاں کا والی مقرر ہوا اور یہی کیفیت بنی سامان کی بھی بیان کی جاتی ہے مگر معتبر شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو کوئی تعلق سندھ سے نہ تھا۔

المعتصم (۱) باللہ کی خلافت

۲۱۸۔۲۲۷ھ......۸۳۳۔۸۴۱ء

(۱) اس نے عربی النسل خاندان کو نافرمان اور کاہل دیکھ کر ترکی غلاموں کی ایک نئی فوج بھرتی کی اور اس نئے لشکر کے رہنے کے واسطے شہر سامرہ (سرمن راتے) آباد کیا۔

معتصم کے ابتدائی زمانہ میں بھی موسیٰ ہی حکمران رہا اور حکومت کرتے ہوئے ۲۲۱ھ۔۸۳۶ء میں رہگرائے عالم جاودانی ہوا۔

عمران بن موسیٰ (۲۲۱۔۲۲۴ھ)

موسیٰ نے مرتے وقت اپنے بیٹے عمران کو اپنا جانشین بنایا جسے بعد کو المعتصم باللہ نے بھی والی سندھ تسلیم کرلیا۔ اس نے ایک شہر بیضار کے نام سے آباد کر کے اس کو ایک

فوجی مستقر فرار دیا۔ اور اکثر ماتحتوں کو جو خودسر ہوگئے تھے زیر کیا قوم میڈ کے لوگ جو خودسر ہوگئے تھے اور احکام خلافت سے سرتابی کرتے تھے ان کو زیر وزبر کیا۔ جاٹوں کو سزائیں دیں اور چونکہ یہ فرقہ بہت بڑا جرائم پیشہ تھا لہٰذا پہچان کے واسطے حکم دیا کہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں پر ایک خاص قسم کی مہریں گدوائیں اور ایک کتا بھی اپنے ساتھ رکھیں اس کے وقت میں پھر وہی یمانیوں اور نزاریوں کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور چونکہ عمران بموجب انصاف یمانیوں پر ظلم کا روادار نہ تھا۔ لہٰذا نزاریوں نے عمر بن عبدالعزیز ہباری کو اپنا سردار بنا کے اس پر حملہ کیا اور اس کا کام تمام کردیا۔

عنبسہ بن اسحٰق ضبی (۲۲۴۔۲۳۲ھ......۸۳۸۔۸۴۶ء)

عمران کے مارے جانے کی خبر جب معتصم کو پہنچی تو اس نے فوراً عنبسہ کو والی مقرر کر کے روانہ کیا عنبسہ کے دل پر عمر بن عبدالعزیز کا خوف اس قدر تھا کہ اس نے اس کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور عمر بن عبدالعزیز نے بھی سوائے اطاعت وفرمان برداری کے چارہ نہ دیکھا۔ ہاں مگر مسلمان سرداروں نے جہاں جہاں سرتابی کی ان کو بخوبی سزا دی۔ اسی کے وقت میں معتصم نے اپنے مشہور سپہ سالار افشین کو بابک خرمی کی گرفتاری کے صلے میں ایک بہت بڑی جاگیر سندھ میں مرحمت فرمائی۔

الواثق باللہ

۲۲۷۔۲۳۲ھ......۸۴۱۔۸۴۶ء

الواثق باللہ کے عہد میں بھی حکومت عنبسہ ہی کے ہاتھ میں رہی۔ اس نے شہر دیبل کی مرمت کی اور از سر نو آباد کیا اور اس میں ایک جیل خانہ بھی تعمیر کیا۔

المتوکل علی اللہ

۲۳۲۔۲۴۷ھ ......۸۴۶۔۸۶۱ء

ہارون بن خالد مروروزی (۲۳۲۔۲۴۰ھ......۸۴۶۔۸۵۴ء)

المتوکل نے خلیفہ ہوتے ہی عنبسہ کو معزول کیا اور ہارون کو سندھ کی حکومت مرحمت کی۔ اس کے وقت میں یمانیوں اور نزاریوں کا جھگڑا پھیلا اور جب اس نے اصلاح کرنا چاہی تو مفسدون نے ۲۴۰ھ اس کا کام تمام کردیا۔

عمر بن عبدالعزیز ہباری:

اب نزاریوں کے سردار عمر بن عبدالعزیز کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی جس نے ہارون کے مارے جاتے ہی دربار خلافت میں اپنے تقرر کی درخواست بہت سے تحائف وہدایا کے ساتھ بھیجی۔ متوکل دیگر ممالک کے فسادوں سے جو اس زمانے میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے اس قدر پریشان تھا کہ عمر بن عبدالعزیز کی درخواست فوراً منظور کرلی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اب خلافت بغداد میں اتنی قوت ہی نہ تھی کہ ایسے دور دراز ملک کی طرف توجہ کرے اس کے علاوہ متوکل کے بعد پانچ خلیفہ اس قدر جلد جلد بدلے کہ کسی کو ادھر توجہ کرنے کی نوبت ہی آئی۔ متوکل ترکی کے غلاموں کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کا بیٹا المستنصر باللہ جو قتل کی سازش میں شریک تھا خلیفہ ہوا مگر پورے سال بھر بھی حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ دنیا سے سدھارا اس کے بعد مستعین باللہ خلیفہ ہوا جسے ۲۵۱ھ میں انہیں ترک سرداروں نے تخت سے علیحدہ کیا پھر معتز باللہ خلیفہ ہوا اور ۲۵۵ھ میں بڑی ذلت سے قتل کیا گیا۔ تب مہدی باللہ کے ہاتھ میں خلافت آئی مگر گیارہ ہی مہینے کے بعد ۲۵۶ھ میں تخت سے علیحدہ کیا گیا اور معتمد علی اللہ خلیفہ ہوا۔ اس نے دیگر ممالک کے ساتھ سندھ کو بھی تالیف قلوب کے لیے یعقوب بن لیث صفاری کے حوالے کردیا جس کی طاقت ان دنوں بہت بڑھی ہوئی تھی اور عمر بن عبدالعزیز اس کا مطیع ہوکر بدستور حکومت کرتا رہا۔ ۲۶۵ھ میں یعقوب کے بجائے عمر بن لیث صفاری حکمران ہوا۔ اور عمر بن عبدالعزیز نے اس کی بھی اطاعت قبول کی مگر اب اس کی حکومت صرف منصورہ ہی کے علاقے میں محدود تھی جس میں تقریباً تین لاکھ گاؤں تھے۔ اب سندھ کے اور حصوں ملتان اور سندان وغیرہ پر مسلمانوں کے خاندان حکمران تھے۔

عبداللہ بن عمر ہباری (۲۷۰ـ۳۰۲ھ......۸۸۳ـ۹۱۴ء)

عمر کے مرنے پر اس کا بیٹا عبداللہ غالباً ۲۷۰ھ......۸۸۳ء میں یا اس کے کچھ پہلے سندھ کا حاکم ہوا۔ اس کے وقت میں صفاری خاندان بھی کمزور ہوکر ۲۸۹ھ مطابق میں احمد منتضد باللہ کے مرتے ہی جو المتعمد کے بعد ۲۷۹ھ سے ۲۸۹ھ۔۹۰۴ء تک خلیفہ رہا تھا تباہ ہوگیا اور خاندان ہباری کا حاکم منصورہ عبداللہ بن عمر ہباری خودمختار ہندو راجاؤں کے مانند حکومت کرنے لگا۔ لیکن مسجدوں میں البتہ خلیفہ بغداد المکتفی [1] باللہ (۲۸۹ھ [1]......۹۰۱ء سے ۲۹۵ھ......۹۰۷ تک خلیفہ رہ کر رہگرائے عالم جاودانی ہوا۔) جعفر المقتدور [1] المعتز (المکتفی [1] کے بعد تیرہ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا مگر تھوڑے دنوں کے بعد تحت سے اتارا گیا اور اس کی جگہ المعتز کو دی گئی یہ بنی عباس کا نامور شاعر اور عربی ادب کا بہترین جاننے والا تھا مگر چند ہی گھنٹے تخت خلافت پر متمکن ہوا تھا کہ انہیں ترکی غلاموں نے زبردستی سے اتار کے پھر المتقدر کو خلیفہ بنایا جو ۳۱۴ھ تک خلیفہ رہا۔ مگر اس سال پھر مفسدون نے زور کیا اور اسے تحت سے اتار کے القاہر باللہ کو خلیفہ کیا۔ مگر چند ہی دن بعد ارکان دولت اس سے ناراض ہو گئے اور پھر المقتدر باللہ کو خلیفہ بنایا اور اس مرتبہ ۳۲۰ھ میں اسے قتل کر کے تخت خلافت کو خالی کیا) کا خطبہ پڑھا جاتا تھا عبداللہ نے چوتھی صدی ہجری کے شروع میں انتقال کیا۔

عمر بن عبداللہ ہباری (۳۰۲ھ۔۹۱۴ء)

عمر اپنے باپ کی وفات پر غالباً ۳۰۲ھ میں اس کا جانشین ہوا اس کے بعد سے بالکل پتہ نہیں چلتا کہ کون حاکم ہوا اور اس کا کیا نام تھا اور اس نے کب سے کب تک حکومت کی۔ ہاں ۳۶۰ھ میں پتہ چلتا ہے کہ ہباری ہی خاندان کی یہاں حکومت تھی۔ لیکن اب خلیفہ بغداد المطیع اللہ کے نام کے بعد یہاں کی مسجدوں میں غصد الدولہ ویلمی کا نام بھی خطبہ میں لیا جاتا تھا۔ ۳۷۵ھ میں علامہ مقدسی کے بیان سے جنہوں نے خود یہاں کا سفر کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ منصورہ میں اسلام کو رونق ہی علم اور اہل علم کی کثرت ہے۔ شرع شریف کی پابندی کی جاتی ہے خطبہ خلیفہ بغداد عبدالکریم الطبع للہ کے نام کا

پڑھا جاتا ہے اور ہباری خاندان حکمران ہے۔

ملتان

اس زمانہ میں سندھ کا وہ کل رقبہ جو خلافت بغداد کے زیر نگیں تھا مختصر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہوگیا۔ اور جہاں جو حاکم تھا آزاد و خودمختار تھا سب کے پہلے مامون ہی کے عہد میں اس کی اجازت سے فضل بن ماہان نے علاقہ سندان کی سند آزادی حاصل کرلی تھی پھر اس کے بعد سے برابر معمول رہا کہ جس حاکم کو موقع ملتا خلافت عباسیہ سے براہ راست اجازت لے کر سندھ کی حکومت سے آزاد ہوجاتا حاکم ملتان جو قریشی النسل ہونے کا دعویدار تھا امیر داؤد بن ولید یمانی کی نسل سے تھا اس کو محمد بن قاسم نے ملتان کی فتح کے بعد ملتان کا حاکم بنایا تھا اور اس کی اولاد اب تک نسلاً بعد نسلاً ملتان کی حکومت اور حاکم سندھ کی اطاعت کرتی چلی آئی تھی یہ خاندان المتوکل علی اللہ کے عہد میں آزاد ہوگیا۔ چنانچہ ۳۰۲ھ جو شخص یہاں کا آزاد حکمران تھا اس کا نام ابواللباب المنبہ بن احمد قریشی شامی تھا اس کے قبضہ میں ایک لاکھ بیس ہزار گاؤں اور قصبہ تھے اور اس کی سرحد شمال کی طرف خراسان سے اور جنوب کی طرف منصورہ کے علاقہ سے ملی ہوئی تھی ۳۵۸ھ تک پتہ چلتا ہے کہ ملتان اور دیگر چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستوں میں خلیفہ بغداد ہی کا نام پڑھا جاتا تھا۔ اور حاکم سنی المذہب تھے مگر اس زمانہ میں اسمٰعیلی شیعوں کی یہاں کثرت ہوگئی تھی۔

(ا) ۳۷۵ھ میں ((ا) معلوم ہوتا ہے کہ ۳۵۸ھ اور ۳۷۵ھ کے درمیان میں ملاحدہ نے زیادہ قوت پیدا کرلی۔ اور لاہور کے راجہ اور دیگر ہندو سرداروں کی مدد سے ملتان کے قریشی النسل فرمان روا کو نکال کر باہر کیا۔ اور خود قابض ہوگئے اس کا ثبوت فرشتہ کے اس بیان سے بھی ملتا ہے کہ ''راجہ لاہور نے راجہ جے پال سے مشورہ کرکے شیخ حمید کو افغانوں کے گروہ سے طلب کرکے ملتان کا امیر بنایا'' اور شیخ حمید نے راجہ جے پال کی شکست کے بعد سبکتگین کی اطاعت قبول کرلی اس کے بعد اس کا بیٹا شیخ نصیر ہوا جس کا نام شیخ ابوالفتح محمود غزنوی کے وقت میں حاکم ملتان تھا) علامہ مقدسی کے

بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کے حاکم نے ملاحدہ کی پیروی اختیار کر لی تھی۔ اور وہ خلافت مصر کا مطیع تھا۔ چنانچہ مصر ہی کے احکام پر عملدر آمد کرتا تھا اور سکہ بھی مصر کے سکہ کے موافق بنوایا تھا۔ غرض ملاحدہ کا یہاں زور تھا۔ اس کے بعد بالکل سارا سندھ فرقہ ملاحدہ کا پیرو ہو گیا۔ کیونکہ ۳۹۶ھ میں جب سلطان محمود نے ملتان پر حملہ کیا ہے تو سارا سندھ قرامطہ یا اسماعیلیوں سے بھرا ہوا تھا اور اس وقت ملتان پر ابوالفتح حکومت کر رہا تھا۔ جو اپنے ملحدانہ مذہب سے تائب ہو کر سلطان محمود کا مطیع ہوا۔ مگر ۴۰۱ھ میں جب داؤد بن ابوالفتح نے جو باپ کے مرنے پر جانشین ہوا تھا۔ پھر ملاحدہ کا مذہب اختیار کیا۔ تو سلطان محمود نے دوبارہ حملہ کر کے داؤد کو گرفتار کیا اور قید کرے اپنے ہمراہ لے گیا اور حبان تک ممکن ہوا ملاحدہ کو نیست و نابود(۱) کر دیا۔ (۱) مندرجہ بالا بیانات مولانا شرر مدظلہ کے مشہور تاریخ سندھ سے لیے گئے ہیں مولانا نے وہ تاریخ بہت تحقیق و محنت سے مختلف عربی فارسی انگریزی تاریخوں اور مشہور قدیم سیاحوں کے سفر ناموں اور جغرافیوں سے مرتب کی ہے۔

دوسرا باب

عہد سلاطین خاندان سبکتگین و محمود

۳۶۷۔۵۸۳ھ......۹۷۷۔۱۱۸۸ء

ناصرالدین سبکتگین (۳۶۷۔۳۸۷ھ......۹۷۷۔۹۹۷ء)

یہ فرماں رواں یزدجرد شاہ ایران کی نسل اور خاندان آل ساسان سے تھا اس کے باپ کا نام حقو قرالحکم تھا۔ حاجی نصر نام ایک تاجر نے امیر الپتگین کے حاجب کے ہاتھ اس کو بطور غلام کے فروخت کیا اور حاجب نے الپتگین کی خدمت میں پیش کیا جس نے لائق وفائق دیکھ کر اس کو معزز خدمات پر سرفراز کیا۔

امیر الپتگین نے ۹۶۳ء میں رحلت کی اس کی جگہ اس کا بیٹا اسحاق حاکم ہوا جو چار سال حکومت کر کے ۹۶۶ء میں انتقال کر گیا۔ پھر بلکاتگین جو قوم ترک کا سردار حاکم ہوا آٹھ سال حکومت کر کے ۹۷۳ء میں وہ بھی راہی ملک عدم ہوا۔ اب غزنین کی حکومت

امیر پری کو ملی جس کے عہد میں سبکتگین نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بہت سے مال غنیمت کے ساتھ کثیر التعداد لونڈی غلاموں کو غزنین میں پکڑ لیا گیا۔

۳۶۷ھ وبقول بعض مورخ ۹۷۶ھ میں امیر پری کے بجائے خود سبکتگین مسند نشین ہو گیا۔ اب ۳۶۹ھ میں راجہ جے پال نے غزنین پر چڑھائی کی سبکتگین سرحد ہند پر آ کے روکا چند روز لڑائی رہی اور انجام یہ ہوا کہ جے پال نے پچاس ہاتھی اور دس لاکھ درہم نقد دینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ مگر جب اپنے ملک میں واپس آیا تو بجائے وعدہ وفا کرنے کے ان مسلمانوں کو قید کر لیا جو روپیہ اور نذرانہ وصول کرنے کے لیے اس کے ساتھ آئے تھے۔ ساتھ ہی ہندوستان کے راجاؤں کے پاس قاصد بھیج کر ان کو اپنی مدد کو بلایا۔ جب سب رجواڑے خصوصا راجگان دہلی اجمیر، قنوج وکالنجر کی فوج مدد کو آ گئی تو جے پال نے بجائے روپیہ بھیجنے کے سبکتگین سے یہ کہلا بھیجا کہ اپنے جن آدمیوں کو ہم ضمانت کے طور پر آپ کے پاس چھوڑ آئے ہیں ان کو فوراً واپس کر دیجئے ورنہ آپ کے آدمی قتل کر ڈالے جائیں گے۔ سبکتگین کو جیسے ہی یہ پیام پہنچا طیش میں آ کے اٹھ کھڑا ہوا جس قدر فوج جمع ہو سکی ہمراہ لے کر ہندوستان پر چڑھ دوڑا۔ اور دو ہی چار روز کی معرکہ آرائی میں سارے راجاؤں کو شکست دے کر دریائے سندھ کے اس پار کے علاقہ یعنی ولایت پیشاور پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۳۷۶ھ کا ہے اس کے بعد سبکتگین امیر نوح سامانی کی مدد کو بلخ گیا اور وہاں کئی لڑائیاں لڑ کر فتح یاب ہوا امیر نوح سامانی کو بخارا کی طرف روانہ کیا کہ وہاں جا کے تخت پر قابض ہو۔ اس خدمت کے صلہ میں امیر نوح سامانی نے اسے ناصر الدین کا اور اس کے فرزند محمود کو سیف الدولہ کا خطاب عطا فرمایا۔ اور محمود کو خراسان کی سپہ سالاری پر ممتاز کیا ۳۸۵ھ میں ابو علی سنجوری اور فائق کو شکست دی اور ۳۸۷ھ مطابق ۹۹۷ء میں بعمر ۵۶ سال حدود بلخ میں وفات پائی۔ مقبرہ بعض مورخین کے بیان کے مطابق افغان شال (بانی) میں ہے اور بعض مورخین کا قول ہے کہ غزنین کے شاہی محل سہل آباد میں مدفون ہوا اس نے بیس سال اور کچھ ماہ حکمرانی کی اور اس کی سلطنت ہندوستان میں دریائے سندھ کے مغربی کنارے تک تھی۔

امیر اسمٰعیل بن امیر ناصر الدین سبکتگین

۳۸۷۔۳۸۸ھ.....۹۹۷۔۹۹۸ء

۳۸۷ھ .....۹۹۷ء میں بمقام بلخ تخت نشین ہوا۔ محمود اس وقت نیشاپور میں تھا باپ کے مرنے کی خبر سنتے ہی لشکر لے کر غزنین کی طرف بڑھا لڑائی ہوئی اور اسمٰعیل نے شکست کھائی۔ جس کے بعد چند روز تک غزنین میں بھائی کے ساتھ آزادانہ زندگی بسر کرتا رہا۔ مگر ۳۸۹ھ میں محمود کے حکم سے جرجان کے قلعہ میں قید کر دیا گیا تھا۔ اسی قید میں وہ دنیائے فانی سے رخصت ہوا۔ مدت سلطنت ایک سال چند ماہ تھی۔

امین الملت یمین الدولہ سلطان المعظم نظام الدین

۳۸۸۔۴۲۱ھ.....۹۹۸ء

ابو القاسم محمود بن سبکتگین غازی:

بھائی کے مقابل فتح یاب ہو کر بقول بعض مورخین کے ۳۸۹ھ میں اس نے سر بر فرمان روائی پر قدم رکھا۔ غزنین کا انتظام کر کے بلخ کی راہ لی اور امیر بخارا کے باغی امرا سے کئی لڑائیاں لڑ کر کامیاب ہوا۔ اسی زمانے میں ایلک خان سامانی خاندان کے آخری بادشاہ عبد الملک کو قتل کر کے بخارا پر قابض ہو گیا۔ اور محمود کو خراسان کی فتح کی مبارکباد دے کر اس سے تعلقات دوستی و یک جہتی پیدا کر لیے۔ اسی سال خلیفہ بغدا القادر[1] باللہ (۳۸۱[1]ھ ...... ۹۹۸ء میں مسند خلافت پر بیٹھا اور اکتالیس سال چار مہینے سلطنت کر کے راہی عدم ہوا) نے محمود کو یمین الدولہ امین الملت کے خطاب و خلعت سے سرفراز فرمایا اور یہی پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے ساتھ سلطان کا لفظ استعمال کیا۔ پکا دیندار اور بہت بڑا مجاہد تھا۔ اس کا زائچہ ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زائچہ ولادت سے ملتا ہوا تھا۔ اس کی ولادت بروز عاشورہ (۳۶۱ھ۔۹۷۲ء) میں جمعرات کی رات کو ہوئی۔ مگر فرشتہ نے محمود کا سنہ ولادت ۳۵۷ھ تحریر کیا ہے اس بادشاہ نے

ہندوستان پر سترہ حملے کیے۔

پہلا حملہ:

یہ حملہ ۳۹۰ھ......۱۰۰۰ء میں ہوا۔ محمود تھوڑی فوج کے ساتھ ہندوستان کی طرف بڑھا اور چند سرحدی قلعہ فتح کر کے واپس چلا گیا۔

دوسرا حملہ:

یہ حملہ ۳۹۱ھ...... ۱۰۰۱ء میں پیشاور کے علاقہ میں دس ہزار سواروں کے ساتھ راجہ جے پال پر ہوا ۳۹۲ھ میں جے پال کو شکست ہوئی جو اپنے پندرہ بیٹوں کے ساتھ گرفتار ہوا اس کے بعد سلطان نے قلعہ بھدہ فتح کر کے مسمار کیا اور جے پال کو ساتھ لیے ہوئے غزنین واپس آیا۔ اس حملہ میں منجملہ دیگر مال غنیمت کے سولہ مرصع والے محمود کے ہاتھ آئے جن میں سے ہر ایک کی قیمت جوہریوں نے ایک لاکھ اسی ہزار دینار تشخیص کی۔ بعدازاں جے پال جزیہ اور خراج ادا کرنے کا اقرار کر کے رہا ہوا۔ مگر چونکہ کئی مرتبہ شکست کھا چکا تھا اس لیے اپنے بیٹے انند پال کو اپنا جانشین بنایا اور خود چتا پر بیٹھ کر جل مرا۔ ۳۹۳ھ۔ ۱۰۰۳ء میں سلطان سیستان گیا اور وہاں کے حاکم حنیف کو غزنین میں پکڑ لایا۔

تیسرا حملہ:

یہ حملہ ۳۹۵ھ......۱۰۰۴ء میں بھاتیہ (بھیٹر) کے راجہ بجھیرا (بھیرا) پر ہوا۔ تین روز گھمسان لڑائی کے بعد چوتھے روز راجہ کا لشکر بھاگ نکلا بھاتیہ کا بہت ہی اونچا اور مضبوط قلعہ جبیر راجہ کو جس پر ناز تھا فتح ہوا۔ اور راجہ نے خودکشی کر لی۔

چوتھا حملہ:

یہ حملہ ۳۹۶ھ میں ملتان پر ہوا۔ راستے میں انند پال کی فوج نے سلطان سے

مزاحمت کی مگر شکست کھا کر بھاگ نکلی اور انند پال نے بھی کشمیر بھاگ کر جان بچائی۔ اب سلطان نے ابو الفتح حاکم ملتان پر حملہ کیا ابو الفتح نے خراج دینا قبول کیا اور اپنے مذہب سے توبہ کی اسی زمانے میں خبر ملی کہ ایلک خان نے خراسان پر حملہ کیا ہے۔ سلطان نے انند پال کے مفتوحہ علاقہ پر ایک ہندو نو مسلم راجہ مسمیٰ بہ سکھپال (آبسار) کو جو پیشاور میں گرفتار ہوا تھا۔ اور ابو علی سجوری کے ہاتھ پر ایمان لایا تھا حکمران کر کے خراسان کی راہ لی اور وہاں پہنچ کر ۳۹۷ھ۔ ۱۰۰۶ء میں ایلک خان کو شکست دی۔ محمود ایلک خان کا تعاقب کر رہا تھا کہ قاصد نے آب سار کے مرتد و باغی ہو جانے کی خبر پہنچائی یہ سنتے ہی محمود فوراً پلٹ پڑا۔

پانچواں حملہ:

یہ حملہ ۳۹۷ھ...... ۱۰۰۶ء میں اسی نو مسلم راجہ پر ہوا جو بعد جنگ گرفتار کر لیا گیا۔

چھٹا حملہ:

یہ حملہ ۳۹۹ھ...... ۱۰۰۸ء میں انند پال پر ہوا۔ جس نے ہندوستان کے بہت سے راجاؤں کو اپنی مدد پر بلایا تھا۔ ان میں سے قابل ذکر دہلی و گوالیاں و اجمیر و کالنجر و اجین و قنوج کے راجہ ہیں اس لشکر کی تعداد اس لشکر سے بہت زیادہ تھی جو سبکتگین کے مقابلہ پر جمع ہوا تھا لڑائی اور حب الوطنی کا جوش اس قدر تھا کہ عورتوں نے اپنا سارا زیور فروخت کر کے فوج کی امداد کے واسطے بھیجا۔ بڑھیوں اور غریب عورتوں نے چرخہ کات کات کر حامیاں وطن کی مدد کی۔ گھکروں کی قوم نے بھی پشت کی طرف سے سلطان کے لشکر پر حملہ کر کے تین چار ہزار مسلمان شہید کر ڈالے اور بہت نقصان پہنچایا۔ عین لڑائی میں انند پال کا ہاتھی ڈر کر بھاگا اور گرد کی فوج نے بھی اس کا ساتھ دیا مسلمانوں نے تعاقب کر کے ہزاروں آدمی قتل کر ڈالے اور بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد سلطان قلعہ نگر کوٹ اور بھیم نگر فتح کرتا ہوا واپس گیا۔ ۴۰۱ھ...... ۱۰۱۰ء میں غور کے علاقہ پر حملہ کر کے محمد بن سوری کو گرفتار کیا اور اس نے زہر کھا کر جان دی۔

ساتواں حملہ:

داؤد بن ابوالفتح والی ملتان پر ۴۰۱ھ......۱۰۱۰ء میں ہوا۔ اور سلطان اس کو مقید کر کے غزنین لے گیا اور فرقہ ملاحدہ وقرامطہ کو نیست ونابود کر (۱) دیا۔ (حبیب (۱) السیر اور روضۃ الصفا اور یمینی نے ساتویں مہم مقام نارابن پر جس کا آج کل پتہ نہیں چلتا بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہاں کے راجہ نے سالانہ پچاس ہاتھی جو ہندوستان کے نفائس سے لدے ہوئے ہوں بھیجنے کا وعدہ اور دو ہزار سپاہی سلطان کی خدمت کے واسطے ہمیشہ موجود رکھنے کا اقرار کے صلح کی۔ مگر فرشتہ اور دیگر تاریخوں میں اس کا ذکر نہیں ہے۔)

آٹھواں حملہ:

۴۰۲ھ......۱۰۱۱ء میں تھانیسر پر ہوا۔ چونکہ یہ مقام راجہ دہلی کے علاقہ میں تھا لہٰذا راجہ دہلی نے تمام ہندوستان کے راجاؤں کو لڑنے کے واسطے بلایا تھا لشکر جمع نہ ہونے پایا تھا کہ سلطان بت خانے توڑ کر اور بہت سا مال غنیمت لے کر واپس گیا۔

۴۰۳ھ......۱۰۱۳ء میں اس نے غرجستان کو فتح کیا۔

نواں حملہ:

۴۰۴ھ......۱۰۱۳ء میں قلعہ نندونہ پر ہوا۔ اس قلعہ پر جے پال کا نواسہ حکمران تھا جو درہ کشمیر میں بھاگ گیا۔ محمود قلعہ فتح کرتا ہوا درہ ہائے کشمیر میں گیا ان کے قرب وجوار کا علاقہ فتح کیا۔ دین اسلام کی تبلیغ کی اور بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

دسواں حملہ:

۴۰۶ھ......۱۰۱۵ء میں کشمیر پر ہوا۔ سلطان نے قلعہ لوہ کوٹ کا محاصرہ کیا مگر بوجہ سردی وبرف باری کے بے نیل مرام واپس گیا۔ واپسی میں اس نے بہت تکلیف اٹھائی ایک ایسے مقام میں جا پھنسا جس کے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ اس میں بہت سا لشکر ضائع ہوا اور بمشکل اس آفت سے نجات ملی۔ اس کے بہنوئی خوارزم شاہ کو

چندا باشون نے مار ڈالا تھا اس لیے خوارزم پر چڑھائی کی اور وہاں کی حکومت اپنے سپہ سالار التونتاش کو عطا کی اور اسے خطاب ''خوارزم شاہ'' سے بھی سرفراز کیا۔ اسی سال ولایت ہرات اپنے فرزند امیر مسعود کو اور ولایت گرکان دوسرے فرزند امیر محمد کو دی۔

گیارہواں حملہ:

۴۰۹ھ......۱۰۱۸ء میں ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیادوں کے ساتھ قنوج، پر ہوا راجہ قنوج نے بغیر لڑائی کے اطاعت قبول کی اور بعض مورخ کہتے ہیں کہ مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد سلطان میرٹھ گیا وہاں کا راجہ بھاگ گیا اور اہل شہر نے دس ہزار درہم اور تیس ہاتھی نذرانہ پیش کر کے جان بچائی۔ یہ نذرانہ اور بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے وہ متھرا اور دیگر بلاد ہند کو لوٹتا ہوا غزنین واپس (۱) گیا۔ (یہ (۱) ترتیب بہ ظاہر غلط معلوم ہوتی ہے مگر فرشتہ اور اکثر مورخین انگریزی نے بھی اس طرح لکھا ہے نظام الدین نے جو ترتیب لکھی ہے وہ بہت صحیح ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان مورخوں کی نظر اس تاریخ پر نہیں پڑی وہ لکھتا ہے کہ محمود نے کشمیر سے گزر کر ہمالیہ کے نیچے نیچے چل کر جمنا کو پار کیا اور باون (بلند شہر) کو فتح کیا۔ اس کے بعد میرٹھ کو فتح کر کے مہابن کے قلعہ گلچین کو فتح کیا۔ پھر قنوج گیا اور اس کے ساتھ قلعوں پر قبضہ کیا اس کے بعد وہ منج گیا یہ برہمنوں کا ایک مشہور شہر تھا بہ ظن غالب منجھیاون ہے جس کے کھنڈر آج کل ہی پانڈو ندی کے کنارے کانپور سے دس میل جنوب پر ہیں اور یہ قنوجی برہمنوں کا صدر مقام بتایا جاتا ہے اس کے بعد چندل پھول کے قلعہ اسنی کی طرف گیا جو کانپور سے اور مشرق طرف ہٹ کر گنگا کے کنارے ہے۔ یہ مقام فتح پور سے دس میل شمال و مشرق میں تھا اور اسی مقام میں بعد کے زمانہ میں جی چند اپنا خزانہ جمع کرتا تھا۔ اس کے بعد سردار پر قبضہ کیا جو میرے خیال میں یا تو شیوترا مقام ہے جو کین ندی پر کالنجر اور باندا کے درمیان ہے اور یا اس سے مراد سرسواگڈھ ہے جو کونچ کے قریب ہے۔ پھر بندیلکھنڈ کے علاقہ میں تاخت کر کے واپس گیا) اس حملے میں بے شمار دولت اور تین سو پچاس ہاتھی سلطان کے ہاتھ آئے اور ایک مرغ جو قمری کی شکل کا تھا اور اس میں یہ خاصیت تھی کہ اگر اس کے سامنے زہر آلود کھانا

آجاتا تو وہ تڑپنے لگتا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ اس مرغ کو سلطان نے دیگر تحفوں کے ساتھ خلیفہ بغداد کی خدمت میں بطور ہدیہ کے ارسال کیا۔ ایک پتھر بھی ملا جس کی یہ خاصیت تھی کہ کیسا ہی بڑا زخم ہو اسے گھس کر لگانے سے اچھا ہو جاتا سلطان نے اس مرتبہ غزنین میں قیام کر کے سنگ مرمر اور سنگ رخام کی بڑی بڑی سلو نسے ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی اور اسے سجا کر دلہن بنا دیا۔ چنانچہ اس عہد کے سخن سخوں نے اس مسجد کا نام ''عروس فلک'' رکھا۔ مسجد کے متصل ایک بہت بڑا کتب خانہ اور مدرسہ قائم کیا اور بہت سے دیہات ان کے مصارف کے لیے وقف کر دیے ایک عجائب گھر بھی تعمیر کیا اور اس میں ساری دنیا کے عجائبات جمع کیے علما و صلحا کی گزارش پر قرامطہ کے مقابلہ پر فوج روانہ کی۔ ان بدمعاشوں نے مکہ کے جانے کا راستہ بند کر رکھا تھا اور مسلمان ان کی لوٹ مار کے خوف سے حج کو نہ جا سکتے آخر قرمطیوں کا سرغنا احماد بن علی شیخ مارا گیا اور اہل اسلام کو حج نصیب ہوا۔

بارہواں حملہ:

اس حملے کے اصلی مقام اور سن میں مورخوں نے اختلاف کیا ہے عتبی اور میر خوند وخوند میر اس حملہ کی کوئی تاریخ نہیں بتاتے۔ نظام الدین احمد ۴۱۰ھ......۱۰۱۹ء اور فرشتہ و بعض دیگر مورخ ۴۱۲ھ......۱۰۲۱ء بتاتے ہیں۔ عتبی کہتا ہے کہ یہ حملہ راہب پر ہوا البیرونی اس مقام کا پتہ گنگا کے اس پار دریائے رام گنگا یا سنی ندی کے قریب بتاتا ہے لیکن مورخین جمنا کے کنارے بیان کرتے ہیں نظام الدین ایک دوسرے بیان کا حوالہ دے کر لکھتا ہے کہ جب سلطان محمود نے سنا کہ راجہ انند نے راجہ قنوج کو اس الزام پر مار ڈالا کہ وہ سلطان کا مطیع ہو گیا ہے تو اس نے ۴۱۰ھ......۱۰۱۹ء میں اس کے ملک پر حملہ کیا جب جمنا کے کنارے پہنچا تو جے پال کے پوتے نے جو نندا کی مدد کو آیا تھا سلطان کے مقابل خیمے ڈالے لیکن دونوں فوجوں کے درمیان ایک بڑی گہری ندی حائل تھی اور بغیر سلطان کی اجازت کے کوئی اس کے پار نہ جا سکتا تھا اتفاقاً سلطان محمود کے شاہی گارڈ کے آٹھ جواں مرد سردار اکی ساتھ دریا میں کود پڑے (فرشتہ بیان کرتا ہے کہ یہ آٹھ آدمی امراء میں سے ہوں گے۔ اور غالباً مع خدم و حشم کے دریا کے پار اتر کر انہوں نے یہ کارنامہ انجام دیے ہوں گے) اور اس پار نکل کر

جے پال کے پوتے کی ساری فوج میں تہلکہ ڈال دیا۔ آخر کار راجہ کو شکست ہوئی اور وہ اپنے چند مخصوصین کے ساتھ بھاگا لیکن جن لوگوں نے دریا سے اتر کر اسے شکست دی تھی وہ سلطان کے پاس نہیں آئے بلکہ راجہ کے پیچھے برابر باڑی (۱) تک بڑھتے چلے گئے (یہ نام (۱) صرف نظام الدین لکھتا ہے دیگر مورخین ایک شہر لکھتے ہیں لیکن نظام الدین کے اس بیان کی تصدیق ابو ریحان کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ قنوج کی تباہی کے بعد باڑی ہندو حکومت کا دارالسلطنت قرار پایا۔ باڑی کے دارالحکومت ہونے کی تصدیق گزٹیرے سے بھی ہوتی ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ مسلمانوں کے قبل باڑی بہت بڑا شہر اور ہندوستان کا ایک دارالسلطنت تھا اور اس کے علاوہ موجود آبادی کے گرد برسات کے موسم میں اعلیٰ درجہ کی اینٹوں کی بنیادوں کا نکلنا اور قلعہ کے کھنڈروں کا جو راجہ منواں کے نام سے مشہور اور عبرت روزگار ہیں اور گنج شہیداں کا موجود ہونا یہ سب اس کی دلیل ہیں یہ قصبہ آج کل تباہی کی حالت میں ہے۔ اور لکھنو سے بتیس میل شمال ہے) اور وہاں اس پر حملہ کر کے بہت سامال غنیمت حاصل کیا اور بت خانہ منہدم کر دیا البیرونی کہتا ہے کہ جے پال کا پوتا بھی مارا گیا۔ سلطان وہاں سے بڑھتا ہوا نندا کے علاقہ میں گھس گیا راجہ نندا ایک لاکھ پچاس ہزار پیدل چھتیس ہزار سواروں اور چھ سو چالیس ہاتھیوں کو لے کر مقابل ہوا۔ یہ فوج دیکھ کر محمود کے دل میں خوف پیدا ہوا فوراً سجدے میں گر کر خدا سے فتح و نصرت کی دعا مانگی۔ رات ہوئی تو نندا کے دل میں خود بخود ایک قسم کی دہشت پیدا ہوئی۔ اور خیمہ خرگاہ چھوڑ کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ علی الصباح جب سلطان کو یہ خبر ملی تو تصدق کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر تن تنہا گیا۔ اور جب یقین ہو گیا کہ یہ کوئی سازش یا فریب نہیں ہے تو فوج کو حملہ کرنے اور خیمہ و خرگاہ کے لوٹنے کا حکم دیا۔ اس جنگ میں بہت سامال غنیمت اور پانچ سو اسی ہاتھی جو قریب کے جنگل میں چھپا دیے گئے تھے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور سلطان فتح و کامرانی کے ڈنکے بجاتا ہوا واپس گیا۔

تیرہواں حملہ:

۴۱۲ھ...... ۱۰۲۱ء میں حوالی کشمیر پر ہوا۔ اس حملہ کا مقام بعض مورخ قیرات اور

نارو ین اور بعض مورخ قیرت بتاتے ہیں۔ بعض لکھتے ہیں کہ یہ بودھوں کا مشہور شہر تھا۔
طبقات اکبری میں نوز اور قیرت تحریر ہے۔ البیرونی ان مقاموں کا پتہ دریائے کابل کے
کنارے بتاتا ہے کیونکہ وہ دریائے کابل کے بیان میں لکھتا ہے کہ وہ ملک لمغان میں
سے ہو کر گزرا ہے اور قلعہ دورنا کے قریب نوز اور قیرات کی ندیاں بھی اس میں شریک
ہوگئی ہیں بہرحال یہاں کے باشندے بت پرست تھے اور شیر کی پوجا کرتے تھے۔
سلطان محمود بہت سے سنگ تراش لوہار اور بڑھئی اپنے ہمراہ لے کر اس علاقہ پر حملہ آور
ہوا۔ یہاں کا حاکم مسلمان ہو کر مطیع ہوا۔ اور اس کے کل علاقہ اور قریب وجوار کے
باشندے بھی کثرت سے ایمان لائے۔ جس کی تصدیق یہ سرزمین خود ہی زبان حال سے
کر رہی ہے۔

چودھواں حملہ:

۴۱۲ھ......۱۰۲۲ء میں لوہ کوٹ پر ہوا۔ مگر قلعہ تسخیر نہ ہوسکا۔ آخر اس کا چھوڑ کر
سلطان لاہور آیا وہاں قیام کر کے قرب وجوار کے مقامات پر قبضہ کیا اور اپنے نام کا خطبہ
وسکہ جاری کیا اور عربوں کی زبردست سلطنت سندھ کے بعد اس زمین میں مسلمانوں کی
عجمی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ اور چونکہ یہاں کے منتظم ایرانی تھے لہٰذا ایرانی رسم ورواج کے
ساتھ فارسی اڈب وانشا کا رواج ہوا۔ جو مسلمانوں کی آخر سلطنت تک قائم رہا۔

پندرہواں حملہ:

یہ حملہ ۴۱۳ھ......۱۰۲۳ء میں راجہ کالنجر کی تادیب کے واسطے ہوا راستے میں قلعہ
گوالیار پڑا۔ سلطان نے اس کا محاصرہ کر لیا چار ہی روز میں عاجز آ کر راجہ نے صلح کر لی۔
یہ صلح کر کے محمود اپنے اصلی مقصد کالنجر کی طرف بڑھا۔ اور کالنجر کا محاصرہ کر لیا راجہ کالنجر
نے تین سو ہاتھی اور دیگر تحائف وہدایا پیش کر کے صلح کر لی اور ہندی اشعار میں سلطان کی
مدح لکھ کر سنائی جس کو سن کو سلطان بہت خوش ہوا۔ اور اس کو پندرہ قلعہ اپنی طرف سے
مرحمت فرمائے۔

سولھواں حملہ:

۴۱۵ھ...... ۱۰۲۴ء میں سومنات پر ہوا جس کا اب نشان بھی باقی نہیں رہا سلطان ملتان کے راستے سے پٹن اور گجرات کو فتح کرتا ہوا سومنات پر پہنچا کئی روز متواتر جنگ کے بعد اسے فتح کر کے وہاں کے بت خانہ کو برباد کردیا۔ اور سومنات نامی بت کوتوڑ کر اپنا لقب بت شکن قرار دیا۔ پھر راجہ پرم دیووالی نہروالہ کے ملک کو فتح کرلیا۔ اس لیے کہ اس نے سومنات جاتے وقت سلطان کو تکلیف پہنچائی تھی اور اس کے بعد سومنات میں ہندوؤں کی مدد کو آیا تھا اس کے ملک کی آب وہوا کے لطیف وفرح بخش ہونے کے باعث چند روز وہاں قیام کیا۔ پھر وہاں کی حکومت ایک ہندو راجہ کے سپرد کی اور سندھ اور منصورہ ہوتا ہوا غزنین واپس گیا۔ راستے میں ایک ہندو راہبر نے سلطان کو دشت بے آب میں گرفتار کرادیا تھا مگر خدا کے فضل وکرم سے نجات ملی اور بخیریت غزنین پہنچ گیا۔

سترھواں حملہ:

یہ حملہ ۴۱۷ھ...... ۱۰۲۶ء میں جاٹون پر ہوا۔ ان لوگوں نے سلطان کے لشکر کو سومنات کی واپسی کے وقت تنگ کیا تھا سلطان نے ملتان پہنچ کر ایسی کشتیوں کی تیاری کا حکم دیا جن میں سامنے اور داھنے بائیں لوہے کی تین سلاخیں مضبوطی کے ساتھ جڑی ہوئی ہوں۔ یہ کشتیاں جب تیار ہوگئیں تو جاٹون سے دریائی مقابلہ ہوا اور اس مقابلہ میں قوم جاٹ زیادہ تر دریا میں ڈوب کر فنا ہوئی۔ اور جو لوگ دریا برد ہونے سے بچے وہ تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ ۴۱۹ھ...... ۱۰۲۸ء میں سلطان قرامطیوں اور ملاحدہ کو سزا دینے کی غرض سے ملک رے میں گیا۔ اور مجدالدولہ حاکم رے اور اس کے بیٹے کو قید کر کے غزنین بھیجا۔ اور ان کا بخوبی استیصال کر کے اس علاقہ کو اپنے فرزند مسعود کے سپرد کیا اور خود ایران کو فتح کرتا ہوا غزنین واپس آیا۔

وفات:

۲۳ربیع الآخر ۴۲۱ھ...... ۱۰۳۰ء کو جمعرات کے دن بمقام غزنین سوء القینہ یا سل کے عارضہ میں جواب بہت ترقی کرگیا تھا سلطان محمود نے ۶۳ سال کی عمر میں ۳۲ سال حکومت کر کے سفر آخرت کیا اور قصر فیروز غزنین میں دفن ہوا۔ اس کے دو سکے دستیاب ہوئے ہیں وہ یہ ہیں (۱) یمن الدولہ محمود سلطان بن ناصر الدین سبکتگین بت شکن۔(۲) یمین الدولہ امین الملتہ والی امیر المومنین القادر باللہ۔

ہندوستان میں اس کا رقبہ فرمان روائی سندھ، کشمیر، پنجاب، قنوج، کالنجر، اور اس کے تمام مضافات اور ملتان سے نہر والہ گجرات تک تھا۔

اس بادشاہ کو خداوند کریم نے بہت سی برکتیں اور خصوصیتیں عطا کی تھیں جو ساز وسامان تجمل اس کی سلطنت میں تھا کسی بادشاہ کو میسر نہیں ہوا دربار کے وقت چار ہزار غلام تخت شاہی کے داہنے بائیں دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ ان میں سے جو دو ہزار سر چار پروں کی ٹوپیاں ہوتیں۔ اور وہ دو ہزار جو بائیں جانب کھڑے ہوتے ان کے سروں پر دو پروں کی ٹوپی اور ہاتھوں میں چاندی کے گرز ہوتے تھے۔ ڈھائی تین ہزار ہاتھی دولت سرائے شاہی کے سامنے جھوما کرتے تھے ہزاروں علماء وفضلا وشعرا ملازم دولت تھے۔ امرا واہل حیثیت انعام واکرام سے مالا مال تھے۔ لاکھوں وظائف تقسیم ہوتے تھے علماء کے واسطے چار لاکھ درہم سالانہ کی رقم بطریق وظیفہ مقرر تھی۔ غربان گھر بیٹھے چین آرام کرتے تھے۔ چار سو سے زیادہ شاعر ملازم تھے اور ان کا افسر ملک الشعرا عنصری تھا یہ سب انعام واکرام سے مالا مال تھے ایک موقع پر جب شاہزادہ مسعود خراسان سے غزنین آیا اور شعرا نے قصائد پیش کیے تو ہر ایک شاعر نے بیس بیس ہزار درہم اور عنصری وزینتی کو پچاس پچاس ہزار درہم عطا کیے عنصری کی ایک رباعی سن کر حکم دیا کہ اس کا منہ جواہرات سے بھرا جائے۔ عصابری رازی کا ایک قصیدہ سن کر چودہ ہزار درہم انعام دیے۔

اکثر مورخوں نے اس کو بخل کا الزام دیا ہے مگر جو شخص اس قدر خیر وخیرات کرے

ہرگز بخیل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بخل نے زیادہ تر فردوسی کے فرضی قصہ سے شہرت پائی ہے حالانکہ یہ قصہ ہی بجائے خود بالکل لغو اور بے بنیاد ہے فردوسی بھی دیگر شعرا کی طرح سلطان کا ایک ادنی ملازم تھا۔ اس سے نہ کسی وعدہ کی ضرورت تھی۔ اور نہ کسی معاوضہ کے اقرار کی۔ ہاں شاہ نامہ لکھنے کی خدمت البتہ وہ انجام دے رہا تھا۔ جسے دوران تصنیف میں سلطان کبھی کبھی سن بھی لیا کرتا تھا اور فردوسی کو انعام واکرام سے سرفراز کرتا تھا۔ پورا شاہ نامہ فردوسی نے لکھا بھی نہیں۔ کیونکہ دو ہزار بیت کے قریب دقیقی کے لکھے ہوئے ہیں جن کا فردوسی خود اعتراف کرتا ہے۔ اور آخر کے اجزا جس میں چار ہزار اشعار ہیں فردوسی کے استاد طوسی نے تحریر کیے ہیں۔ ان کا تذکرہ اگرچہ فردوسی نے نہیں کیا ہے مگر فرشتہ و دیگر مستند مورخین تصدیق کررہے ہیں یہ جو عام لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ نامہ محمود کے حکم سے لکھا گیا درست نہیں کیونکہ فردوسی خود سبب تصنیف میں لکھتا ہے۔

ہمی خواہم از داد گریک خدائے — کہ چنداں بمانم بہ گیتی بہ جائے
کہ ایں نامہ شہر یاراں بہ پیش — بہ پیوند از خوب گفتار خویش
بے رنج بردم دریں سال ہی — عجم زندہ کردم برایں پارسی
ہمہ مردہ از روزگار دراز — شداز گفت من نام شان زندہ باز
چو عیسیٰ من ایں مردگاں راتمام — سراسر ہمہ زندہ کردم بنام
پے افگندم ازنظم کاخ بلند — کہ ازباد دوباران نیا بدگزند

ان اشعار سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس تصنیف سے اس کا مطلب اپنے بزرگوں کے نام زندہ کرنا تھا اس کے علاوہ دقیقی کے اشعار نے اس قدر مقبولیت عام حاصل کی تھی کہ بچہ بچہ کے ورد زبان تھے ان اشعار کی شہرت نے بھی اسے اس تصنیف کی طرف راغب کیا۔

تیسرے دفتر میں جہاں دقیقی کے اشعار نقل کیے ہیں وہاں خاتمہ پر فردوسی تحریر کرتا ہے۔

من ایں نامہ فرخ گرختم بہ فال — ہمی رنج بردم بہ بسیار سال
ندیدم سر افراز بخشندہ — بہ گاہ کیان برنشیندہ

سخن رانگہداشتم سال بیست   بدان تا سزاوار ایں گنج کیست
جہاں دار محمود با فرد جود   کہ اور اکند ماہ کیو ان تجود

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود کے دربار میں پہنچنے سے بیس سال پہلے شاہ نامہ شروع ہو چکا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ ہجو پر تو سب غور کرتے ہیں مگر اصل کتاب کو کوئی غور سے نہیں دیکھتا وہ خود کہتا ہے کہ شاہ نامہ کی تصنیف میں پینتیس سال صرف ہوئے۔

سی وپنج سال ازسرائے سپنج   بسے رنج بردم بہ امید گنج

حالانکہ محمود کی سلطنت کی مدت کل ۳۳ یا ۳۴ سال ہے۔ خاتمہ میں اس نے خود تصریح کی ہے کہ یہ کتاب ۴۰۰ھ میں ختم ہوئی۔

زہجرت شدہ پنج ہشتاد بار   کہ گفتم ایں نامہ شہریار

پانچ کو اسّی میں ضرب دینے سے چار سو ہوتے ہیں۔ اب اگر چار سو میں سے پینتیس سال مدت تصنیف گھٹائے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے ۳۶۵ھ میں شاہ نامہ لکھنا شروع کیا اور اس سنہ میں محمود کی عمر فقط چار سال کی تھی۔ چار سال کا بچہ نہ کسی معاوضہ کا اقرار کرسکتا ہے اور نہ انعام کا۔ محمود درکنار ۳۶۵ھ میں تو اس کا باپ بھی بادشاہ نہ تھا۔ محمود سے ان دنوں کسی کو کیا امید ہوسکتی تھی اس کے علاوہ محمود جیسے جوشیلے مسلمان سے یہ امر بعید معلوم ہوتا ہے کہ آتش پرست مشرکین اور کفار کی اس قدر مبالغہ آمیز تفریق کراتا۔ اور اسے اس قدر پسندیدگی وقبولیت کی نگاہ سے دیکھتا کہ فی شعر ایک اشرفی دینے کا وعدہ کرتا۔ ہجو کی نسبت بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ فردوسی نے لکھی ہی نہیں بلکہ ایک زمان بعد محمود کے دشمنوں نے تصنیف کرا کے شاہ نامہ میں شامل کرادی اور اس کا ثبوت وہ یہ دیتے ہیں کہ فردوسی نے جو اشعار خلفائے راشدین کی شان میں لکھے ہیں اسی میں سے چند شعر ہجو میں محض اس خیال سے کہ ہجو فردوسی کا کلام معلوم ہو سرقہ کر کے درج کردیے ہیں اگر ہجو حقیقت میں فردوسی کی ہوتی تو یہ توارد نہ ہوتا۔ بعض لوگ اس کے قرمطی ہونے کی وجہ سے اور بعض لوگ حسن میمندی کی مخالفت بیان کر کے یہ کہتے ہیں کہ سلطان نے شاہ نامہ کا انعام فردوسی کے حوصلہ سے کم تجویز کیا ان باتوں سے

طیش میں آ کر فردوسی محمود کی ہجو پر آمادہ ہو گیا۔

یہ واقعہ کے سلطان نے اسے ہر شعر کے عوض میں ایک اشرفی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور جب وہ ساٹھ ہزار شعر لکھ کر لایا تو سلطان کو ساٹھ ہزار اشرفیاں دیتے ہوئے لالچ معلوم ہوا اور بجائے اشرفیوں کے روپیہ دینے کا حکم دیا اور فردوسی اسے قبول نہ کر کے وطن چلا گیا اور وہاں جا کر ہجو لکھی پھر سلطان نے اپنی ہجو سن کر ساٹھ ہزار اشرفیاں فردوسی کے پاس بھیجیں کسی معتبر تاریخ میں نہیں پایا جاتا دوسرا قصہ جو اس کے بخل کی دلیل میں پیش کیا جاتا ہے وہ اس کے مرنے سے تین روز پیشتر کل دولت وخزانوں کو باہر نکال کر رکھوانے اور پھر پالکی میں بیٹھ کر اس کے معائنہ کرنے کا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس قدر بخیل تھا کہ مرتے وقت بھی طمع دامنگیر تھی اور سب چیزوں کو دیکھ بھال کر کف افسوس ملتا ہوا دنیا سے گیا۔ حالانکہ اس کا یہ فعل محض عبرت پکڑنے اور عام خلائق کو انسان کی بے بسی دکھانے کے لیے تھا کہ میں باوجود یکہ اتنی دولت فراہم کی ہے مگر دربار پروردگار میں خالی ہاتھ جا رہا ہوں بعض لوگ اسے متعصب بھی کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ سوائے بت شکنی کے ہمیشہ ہندوؤں کی دلدہی کرتا رہا۔ ہندو اس کی فوج میں ملازم تھے اکثر ہندو راجاؤں کو اس نے حکومت بھی اپنی طرف سے دی تھی چنانچہ سومنات کو جس مصیبت سے فتح کیا ظاہر ہے مگر وہاں کی حکومت ہندو رجبہ مسمی بدا ایشلم مرتاض کو دی۔ اس کے علاوہ سوائے سومنات کے حملے کے اور کوئی حملہ ایسا نہیں پایا جاتا جس میں خود ہندوؤں کی طرف سے چھیڑ نہ ہوئی ہو۔ یا اس کی کوئی خاص وجہ نہ ہو۔ سومنات کا حملہ البتہ مذہب کے جوش میں ہوا اور اس کا باعث یہ ہوا کہ ہندوؤں نے مشہور کر رکھا کہ سومنات دیوتا محمود کو تباہ کر دے گا۔ اسی خیال کے مٹانے اور ہندوؤں کو یہ بتلا دینے کو کہ بت محض بے جان چیز ہیں وہ کسی کا کچھ بنا بگاڑ نہیں سکتے اس نے اتنا بڑا خطرناک سفر اختیار کیا اور کامیاب وبامراد واپس گیا۔ بعض مورخ اسے دہریہ بتاتے ہیں مگر جو شخص ہر مصیبت میں خاک پر سر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے نہایت عجز وزاری کے ساتھ دعا مانگے وہ ہرگز دہریہ نہیں ہوسکتا۔ وہ بزرگان دین خصوصاً ابوالحسن خرقانی قدم سرہ کا بہت ہی معتقد تھا۔

سپہ سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ (۴۰۵ھ)

آپ کا یہاں بہ غرض جہاد تشریف لانا اور بہرائچ میں شہادت پانا اس قدر شہرت پذیر ہے کہ بچہ بچہ آپ کے اسم گرامی سے واقف ہے اور اودھ کے بہت کم مقام ایسے ہیں جہاں آپ کے ساتھی جہاد کرنے نہ گئے ہوں مگر افسوس ہے کہ باوجود کوشش کے کسی تاریخ میں آپ کے یہاں تشریف لانے کا زمانہ اور جنگ کے واقعات ہم کو نہیں ملے۔ مجبوراً مرات مسعودی سے بطور تبرک کے یہ حالات ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔ آپ کی ولادت اکیس رجب کو اتوار کے دن اجمیر میں ہوئی آپ کے والد ماجد حضرت سالار ساہو مظفر خان کی مدد کو جن کو اجمیر کے راجہ نے تنگ کر رکھا تھا آئے تھے۔ آپ نے دس برس کی عمر میں ظاہری علم سے فراغت کر کے خدا سے لو لگائی۔ اسی زمانہ میں آپ کے والد بحکم سلطان محمود غزنوی کا ہیلر تشریف لائے اور اسے فتح کر کے یہاں بود و باش اختیار کی ۴۱۵ھ میں جب سلطان محمود سومنات کے فتح کرنے کو ہندوستان آیا تو آپ کے والد کو شرکت جنگ کے واسطے طلب کیا۔ چونکہ آپ سلطان محمود کے بھانجے تھے لہٰذا ماموں سے ملنے کے واسطے والد کے ہمراہ گئے اور سومنات کے معرکے میں شریک ہوکر سلطان کے ہمراہ غزنین تشریف لے گئے تھوڑے دنوں میں قیام کر کے حسب اجازت سلطان محمود ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں ان مجاہدوں کے علاوہ جو آپ کے ساتھ غزنین سے آئے تھے اور بہت سے جانباز مجاہد آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے یہ فوج جمع کر کے آپ آگے بڑھے اور دہلی کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ رائے مہپال راجہ دہلی لڑائی میں مارا گیا اور آپ نے آگے بڑھ کے میرٹھ کے راجو کو اطاعت پر مجبور کیا پھر قنوج کو مطیع کر کے گنگا کو عبور کیا اور سترک کی آب و ہوا پسند کر کے اس کو مستقر بنایا۔

یہاں سے اطراف میں فوجیں روانہ کیں اسی زمانہ میں آپ کے والد بزرگوار بھی تشریف لے گئے اور دشمنوں کو شکست دی پندرھویں شوال ۴۲۳ھ کو حضرت سید سالار ہوئے آپ کی عدم موجودگی میں سفر آخرت کیا تھوڑے دنوں بعد ایک اور فوج جس میں بہت سے راجہ شامل تھے کٹھلا ندی کے کنارے جمع ہوئی اور آپ نے اسے بھی شکست دی

اب مجاہدین نے چاروں طرف پھیل کے دور دور کے علاقوں کو زیروزبر کرنا شروع کیا۔ دشمنوں نے اب مجبور ہو کر مکروفریب سے آپ کو شہید کرنا چاہا مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ ہاں ایک حجام نانجار کا وار چل گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی نجات دی۔ اس نائی نے یہ حرکت کی کہ ایک زہر میں بجھی ہوئی ناخن گیری آپ کو دے گیا۔ آپ نے اس سے ناخن تراشے تو زہر جسم مبارک میں سرایت کر گیا۔ مگر خدا نے اس کو جلد زائل کر دیا۔ اکثر ساحروں نے بھی اپنے عمل سے کام لیا۔ مگر ان کی بھی نہ چلی۔ اب پھر دشمنوں نے دور دراز کے راجاؤں کے پاس قاصد بھیج کر لشکر طلب کیے۔ آپ لشکر میں مجاہدوں کے دور ہونے کی وجہ سے اور دارالسلطنت سے بھی نئی فوج کے نہ آنے کے باعث بہت پریشان تھے اس کے علاوہ اکثر مجاہدین اطراف وجوانب کی لڑائیوں میں بھی روز شہید ہوتے تھے جن کی وجہ سے روز بروز آپ کی قوت گھٹتی جا رہی تھی۔ اسی حال میں دشمنوں کا بہت بڑا گروہ جمع ہو گیا۔ اور بہرائچ کے قریب لڑائی شروع ہوئی دو تین روز کی لڑائی میں نامی گرامی مجاہد شہید ہوئے ابھی لڑائی کا فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ آپ کی شہ رگ پر ایک تیر لگا۔ اس کاری زخم نے آپ کو گھوڑے پر سنبھلنے نہ دیا۔ خدمت گار نے گھوڑے سے اتار کر قریب ہی ایک میوے کے درخت کے نیچے زمین پر لٹا دیا۔ اور کلمہ شہادت پڑھ کر ۱۹ سال کی عمر میں ۱۴ رجب کو اتوار کے دن آپ نے شربت شہادت پیا۔ تاریخ وصال "بل احیاء عندربھم" مجاہدوں نے آپ کی شہادت کا حال سنا تو حواس بے دست و پا ہو گئے اور اسی بدحواسی میں سب کے سب شہید ہو گئے آپ کی شہادت کا حال سن کر دوسرے دن صبح جائے شہادت پر تشریف لائے اور جہاں تک ممکن ہوا شہیداء کو کنوؤں تالابوں اور گڑھوں میں دفن کر کے حضرت امیر الشہداء کے جسم اقدس کو سپرد خاک کیا اور لڑائی میں مشغول ہو گئے اور راجہ شہر دیور کو جس کا تیر حضرت سید سالار مسعود غازی کے لگا تھا مقابلے پر بلایا اور اسے واصل جہنم کر کے خود بھی باقی ماندہ لشکر کے ساتھ شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سپہ سالار مسعود غازی اور ان کے واقعات اگرچہ کسی مستند اور قابل وثوق تاریخ میں نہیں ملتے مگر اس نام کے ایک زبردست اور بہادر حملہ آور کے ہونے اور ان کے

بہرائچ میں آپ کے شہید ہونے کا واقعہ متواترات میں سے ہے جو کسی تاریخی ثبوت کا محتاج نہیں۔ ہاں ان کے حالات کی جو تفصیل بیان کی جاتی ہے وہ قطعاً مشتبہ اور تاریخ کے درجہ سے گری ہوئی ہے۔

بعض مورخ یہ واقع ۴۳۵ھ اور بعض ۴۳۲ھ کا بتاتے ہیں۔

جلال الدولہ والدین سلطان امیر محمد (۴۲۱ھ......۱۰۳۰ء)

میں تخت نشین ہوا اس کا بھائی مسعود اس وقت عراق میں تھا اکثر امرا نے اس کی طرف داری کی اور مسعود ان کے مشورے سے لشکر جمع کر کے غزنین کی طرف چلا ادھر سے سلطان محمد بھی اپنا لشکر فراہم کر کے غزنین سے نکلا۔ مگر جیسے ہی مسعود کے لشکر کے قریب پہنچا نمک حرام لشکریوں نے گرفتار کر کے اندھا کر دیا۔ مدت سلطنت پانچ ماہ اس کے سکے یہ ہیں (۱) جلال الدولہ جمال الملتہ محمد بن محمود (۲) یمین الدولہ وامین الملتہ نظام الدین ابوالقاسم محمد بن محمود۔

شہاب الدین جمال الملتہ الناصر الدین اللہ مسعود بن سلطان محمود یہ بادشاہ ۴۲۱ھ میں اپنے بھائی کی نمک حرام فوج کو لٹوا کر تخت نشین ہوا اور اپنے اندھے بھائی امیر محمد کو ایک قلعہ میں قید کر دیا اسی سال اس نے کج ومکران کو فتح کیا اور علی ایارق کو جسے سلطان محمود نے ہندوستان کا سپہ سالار مقرر کیا تھا اور اب وہ بہت مغرور ہو گیا تھا گرفتار کر کے غور میں قید کر دیا۔ اور اس کے بجائے احمد نیال تگیں کو ہندوستان کا سپہ سالار مقرر کیا جس نے گنگا پار اتر کے بنارس میں جہاد کیا اور بہت سا مال غنیمت میں خیانت کی ہے تلک نامی ہندو کو سپہ سالار بنایا۔ تلک نے احمد نیال تگیں کو قتل کرا کے اس کا سر معہ اس کے بیٹے کے جو گرفتار ہو گیا تھا سلطان مسعود کی خدمت میں بھیجا۔ تلک کے بعد سلطان نے شاہزادہ امیر مجد الدین کو ہندوستان کا سپہ سالار مقرر کیا۔ خود سلطان مسعود نے بھی ہندوستان پر کئی حملے کیے۔

۴۲۴ھ......۱۰۳۲ء میں قلعہ سرستی کا محاصرہ کر کے اور ۴۲۷ھ میں قلعہ ہائے ہانسی اور سونی پت وغیرہ فتح کیے بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس کی فوج نے بنگال کی سرحد تک تاخت کی اور قلعہ کرار کوٹ کو فتح کیا۔ اس کے آخری زمانے یعنی ۴۲۸ھ......

۱۰۳۶ء میں طغرل بیگ بن میکال بن سلجوق نے اپنی سلطنت کی بنیاد نیشاپور میں ڈالی اور خروج کیا۔ تین مرتبہ تو وہ لوگ شکست کھا کھا کر بھاگے مگر چوتھی بار خود سلطان کو شکست فاش ہوئی۔ اور بمشکل تمام وہ غزنین میں پہنچا جہاں پہنچ کر سلطنت اپنے بیٹے مودود کے سپرد کی اور کل خزانہ محمودی ہمراہ لے کر بہ غرض فراہمی فوج ہندوستان کی راہ لی۔ راہ میں اس کے غلاموں نے خزانہ لوٹ لیا۔ پھر سزا کے اندیشے سے سلطان محمد کو جو اس کے ساتھ تنہا قید سے نکال کر بادشاہ بنایا۔ اور سلطان مسعود کو گرفتار کر کے قلعہ گیری میں قید کیا۔ جہاں اس کے بھتیجے احمد نے اس کو قتل کر ڈالا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ کنوئیں میں ڈھکیل کر اس کنوئیں کو خاک اور دھول سے توپ دیا سلطان مسعود کی سخاوت حضرت علیؓ کے مانند اور شجاعت و مردانگی رستم کے مثل بیان کی جاتی ہے مدت سلطنت گیارہ سال اور رقبہ حکومت ہندوستان میں ہانسی اور سونی پت کے مفتوحہ علاقہ تک تھا۔ اس کے سکے مندرجہ ذیل ہیں (۱) مسعود)(۲) مسعود بن محمود (۳) سلطان المعظم ملک العالم (۴) ناصرالدین اللہ (۵) حافظ عباداللہ۔

(۶) جلال الدولہ سلطان امیر محمد (۴۳۲ھ۔۱۰۴۰ء)

یہ امیر مسعود کی گرفتار کے بعد ۴۳۲ھ میں دوبارہ تخت پر بٹھایا گیا چونکہ آنکھوں سے معذور تھا اس لیے انتظام سلطنت اس کے بیٹے احمد کے سپرد ہوا۔ اس نے اپنے چھوٹے بیٹے کو پشاور اور ملتان کا سپہ سالار مقرر کیا۔ امیر مودود بن مسعود نے جب اپنے باپ کی شہادت کا حال سنا تو فوج جمع کر کے بغرض انتقام غزنین سے روانہ ہوا۔ دینور (فتح پور) کے مقام پر چچا بھتیجوں کا مقابلہ ہوا اور امیر محمد کو شکست ہوئی امیر مودود نے باپ کے انتقام کے جوش میں امیر محمد کو مع اس کے بیٹوں اور ان امرا کے جو امیر سعود کی شہادت کے بانی ہوئے تھے قتل کر ڈالا۔ اس کی دوبارہ سلطنت کی مدت صرف چار ماہ ہے۔

(۷) ابوالفتح قطب الملتہ شہاب الدولہ امیر مودود:

۴۳۲ھ......۱۰۴۰ء میں تخت نشین ہوا اور اسی سال اپنے چچا امیر محمد مکحول کو قتل

کر کے ہندوستان پر قابض ہوا اور ابونصر بن احمد عبدالصمد کو وزارت سے معزول کر کے ہندوستان کا سپہ سالار مقرر کیا جس نے امیر محمد کے چھوٹے بیٹے کو شکست دے کر قتل کیا۔ مجدود بن سلطان مسعود جو لاہور کے مشرقی ممالک پر قابض تھا اور قلعہ ہانسی اور دہلی کے فتح کرنے کے واسطے بہت سی فوج جمع کی تھی مودود کے اس لشکر سے مقابلہ کرنے کو جو اسے سزا دینے کے لیے مقرر ہوا تھا لاہور آیا۔ مگر لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی کہ یک بیک عیدالضحیٰ کی صبح کو وہ اپنے خیمہ میں مردہ پایا گیا اور اس کی موت کا سبب کسی کو نہیں معلوم ہوا اور اس طریقے سے باپ کی کل مملکت پر مودود کا قبضہ ہوگیا۔ ۴۳۵ھ میں امرائے اسلام کی باہمی مخاصمت کے باعث رائے دہلی نے ہانسی وتھانیسر کے علاقوں پر قبضہ کرلیا اس کے بعد نگر کوٹ کا محاصرہ کر کے وہاں کے مسلمانوں کو شہر بدر کیا پھر تین رجواڑے اتفاق کر کے لاہور کی طرف بڑھے یہاں آپس میں جنگ ہو رہی تھی اور اسی نزاع کے سبب سے تھانیسر ونگر کوٹ کی طرف توجہ نہ کی جاسکی تھی مگر جب راجگان ہند لاہور سے بھی خارج کرنے کی غرض سے سر پر آ پہنچے تو انہیں ہوش آیا اور نفاق کو بالائے طاق رکھ کر مل کر مقابلہ کو نکلے۔ رایان ہند ان کو مستعد اور لڑنے کو تیار دیکھا تو بے لڑے بھاگ کھڑے ہوئے سلطان مودود نے باوجود یہ کہ جعفر بیگ سلجوقی کی بیٹی سے نکاح کرلیا تھا مگر اس کا سارا سلجوقیوں کی سلطنت سے لڑنے میں صرف ہوا۔ آخر نو سال سلطنت کر کے ۲۴ رجب کو بہ عارضہ قولنج ۳۹ برس کی عمر میں دنیائے ناپائدار سے رخصت ہوگیا۔ اس کے سکے مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) شہاب الدولہ وقطب الملہ (۲) ابوالفتح شہاب الدولہ وقطب الملتہ (۳) ابوالفتح شہاب الدولہ فخر الملتہ۔

(۸) ابوجعفر مسعود بن مودود (۴۴۱ھ۔۱۰۴۹ء)

مودود کی وفات کے بعد علی بن ربیع نے اس کے چار سالہ بچہ کو تخت پر بٹھایا۔ مگر باشتگین حاجب اس کے خلاف تھا لہٰذا علی اور باشتگین میں لڑائی ہوئی علی باتفاق میرک وکیل زر وجواہر وخزانہ شاہی لے کر پشاور چلا آیا اور سندھ وملتان وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔ ادھر مسعود بن مودود چھ روز کے بعد تخت سے اتار دیا گیا مگر مورخین کا غالب گروہ اس بیان

پر متفق ہے کہ مسعود بن مودود باپ کی وصیت کے موافق تخت نشین ہوا۔ اور بعض کے نزدیک دس دن اور بعض کے نزدیک ایک ماہ بادشاہ رہا۔ اس کے بعد امرائے دربار نے اس کی ماں سے متفق ہو کر اس کے چچا ابوالحسن علی کو تخت پر بٹھایا تاریخ گزیدہ نے اس کے تخت سے علیحدہ ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ اس کی ماں نے اپنے دیور علی سے نکاح کر لیا تھا جو زیادہ قرین قیاس ہے۔

(۹) ابوالحسن علی بن مسعود (۴۴۱۔۴۴۳ھ......۱۰۴۹۔۱۰۵۱ء)

مسعود کے بعد باشتگین نے علی بن مسعود کو تخت پر بٹھایا مگر عبدالرشید بن محمود غزنوی جو ایک قلعہ میں قید تھا باتفاق امرا خروج کر کے غزنین میں آ پہنچا اور علی بن مسعود پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا۔ مدت سلطنت دو سال۔

(۱۰) زین الملتہ سلطان عبدالرشید (۴۴۳۔۴۴۴ھ......۱۰۵۱۔۱۰۵۲ء)

علی کے فرار ہو جانے پر عبدالرشید بفراغ خاطر تخت نشین ہوا۔ علی گرفتار ہو کے آیا اور قلعہ وندی میں قید ہوا پھر نوشتگین حاجب علی بن ربیع کی سرکوبی کو جس نے ہندوستان پر تسلط کر لیا تھا روانہ کیا گیا۔ علی کو شکست ہوئی اور ہندوستان عبدالرشید کے قبضے میں آیا۔ اس کے بعد نوشتگین نے قلعہ نگر کوٹ کا محاصرہ کر کے اس کو ہندوؤں سے چھین لیا۔ سلجوقیوں نے غزنین پر چڑھائی کی مگر محمود کے غلام طغرل غزنین واپس آیا اور ۴۴۴ھ میں عبدالرشید اور سلطان محمود کی اولاد کو جن کی تعداد نو یا گیارہ تھی قتل کر کے خود تخت نشین ہوا۔ مدت سلطنت عبدالرشید ایک سال چند ماہ اور اس کی عبارت ''عز الدولہ زین الملتہ شرف اللہ'' تھی۔

(۱۱) طغرل (۴۴۴ھ......۱۰۵۲ء)

میں تخت محمودی پر بیٹھا۔ چالیس دن ظلم و جور کے ساتھ سلطنت کی چالیسویں دن دربار نوروزی گرم تھا کہ ایک ترک سلحدار نے بہ اتفاق امرا خاص سر یر شہر یاری پر اسے

قتل کرڈالا۔

(۱۲) جمال الدولہ فرخ زاد بن سلطان مسعود:

۴۴۴۔۴۵۱ھ......۱۰۵۲۔۱۰۵۸ء

طغرل کے مرنے پر امرا نے اولاد محمودی کی تلاش کی۔ معلوم ہوا کہ تین شہزادے قلعہ زغند میں قید ہیں جن کے قتل کے واسطے طغرل نے ایک جماعت روانہ کی تھی مگر قتل سے پہلے قاصد نے قلعہ مذکور میں طغرل کی موت کا پیام پہنچایا اور وہ شہزادے قتل سے بچ گئے انہیں میں فرخ زاد بھی تھا جو باتفاق امرا تخت پر بٹھایا گیا۔ اس انقلاب کی خبر پاتے ہی سلجوقیوں نے چڑھائی کی مگر شکست کھائی۔ اس کے عہد میں کئی اور لڑائیاں بھی سلجوقیوں سے ہوئیں۔ ابتدائی لڑائیوں میں تو اہل غزنین فتح یاب رہے مگر آخر میں سلجوقیوں کی فتح ہوئی۔ جس میں سلجوقی بہت سے امرا کو گرفتار کر کے خراسان لے گئے۔ چند روز بعد باہمی معاملت سے ان امرا کو آزادی ملی۔ یہ بادشاہ منصف مزاج اور نیک تھا اپنی عمر کے چونتیسویں سال سات برس حکومت کر کے ۴۵۱ھ میں بعارضہ درد قولنج انتقال کر گیا بعض مورخ اسے عبدالرشید کا بیٹا بتاتے ہیں اس بادشاہ کے جو سکے دستیاب ہوئے ہیں ان کی عبارتیں حسب ذیل ہیں (۱) فرخ زاد (۲) فرخ زاد بن مسعود (۳) جمال الدولہ وکمال الملتہ (۴) مندرجہ بالا سکوں میں سے بعض میں ابوشجاع کے الفاظ بھی بڑے ہوئے تھے۔

(۱۳) ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود:

۴۵۱۔۴۹۲ھ......۱۰۵۸۔۱۱۰۹ء

۴۵۱ھ میں باتفاق امرا سر برآرائے جہاں بانی ہوا بہت متقی خدا ترس اور دیندار تھا رجب شعبان اور رمضان میں مسلسل روزہ رکھتا تھا خط نسخ کا استاد تھا ہر سال ایک کلام پاک لکھتا تھا جن کو ترتیب وار ایک سال کا مکہ معظمہ میں اور دوسرے سال ایک کا مدینہ منورہ بھیج دیا کرتا تھا اس کے وقت میں سلجوقیوں نے صلح کر لی اور اس نے اپنے بیٹے کی شادی ملک شاہ سلجوقی کی لڑکی یعنی سلطان سنجر کی بہن کے ساتھ کر دی۔ اس طرف سے

اطمینان کر کے اس نے ہندوستان کا جہاد کیا۔ قلعہ جودھن معروف بہ پاک پٹن وقلعہ رویال وغیرہ فتح کیے۔ اور ساٹھ برس کی عمر میں بیالیس سال سلطنت کر کے راہی دارالبقاء ہوا اس بادشاہ کے ۳۶ بیٹے اور ۴۰ بیٹیاں تھیں۔ اس کے بعد سکے یہ ہیں (۱) ابراہیم بن مسعود (۲) ابومظفر ابراہیم (۳) سلطان الاعظم (۴) ظہیر الدولہ (۵) ناصر الدولہ ظہیر الملتہ (۶) قاہر الملک سید السلاطین۔

(۱۴) علاؤ الدولہ مسعود ثانی بن سلطان ابراہیم:

۴۹۲۔۵۰۸ھ......۱۰۹۹۔۱۱۱۴ء

باپ کے تخت نشین ہوا۔ سخاوت وعدالت میں فرد تھا اس نے ہندوستان کی امارت عضدالدولہ کو دی اور جب وہ مر گیا تو طغاتگیں کو ہندوستان کا سپہ سالار بنایا۔ جس نے گنگا سے پار اتر کے تاخت کی اور بہت سامال غنیمت لے کر واپس گیا سولہ سال حکومت کر کے ستاون برس کی عمر میں اس نے رحلت کی اس کے بعض سکوں رمیں یہ الفاظ مفقوش تھے۔

(۱) ابوسعد (۲) سلطان الاعظم (۳) سلطان العادل (۴) علاؤ الدولت وسند الملت (۵) ظہیر الایمان (۶) نظام الدین (۷) مولا اسلاطین۔

(۱۵) سلطان الدولہ ارسلان شاہ بن سلطان مسعود ثانی:

۵۰۵۔۵۰۹......۱۱۱۴۔۱۱۱۵ء

اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے بھائیوں کو قید کر لیا۔ مگر بہرام شاہ بھاگ کر اپنے ماموں سلطان سنجر کے پاس پہنچا اور اسے اپنی مدد پر آمادہ کر کے غزنین پر چڑھ آیا ارسلان شاہ تو تاب مقاومت نہ لاکر لاہور چلا آیا۔ مگر سلطان سنجر غزنین میں بہرام کو تخت پر بٹھا کر غزنین کے خزانے سے بے انتہا مال خصوصاً ۵ تاج سترہ تخت طلائی ونقرئی اور ایک ہزار تین سو جواہر سے مرصع زیور اپنے ہمراہ لے کر خراسان واپس گیا۔ اس کے جانے کے بعد ارسلان شاہ ہندوسان کی فوج جمع کر کے غزنین پر حملہ آور ہوا بہرام شاہ

بھاگ کر قلعہ بامیان میں چلا گیا اور دوسرے سال پھر سلطان سنجر کی مدد سے غزنین کا مالک ہوا ارسلان شاہ نے پھر بھاگ کر جان بچائی۔ مگر اسی سال گرفتار ہوکر بہ عمر پینتیس سال کچھ کم تین سال سلطنت کر کے قتل ہوا اس کا سکہ یہ ہے "سلطان الاعظم سلان الدولہ الملک ارسلان بن مسعودؒ"

(۱۷) معز الدولہ بہرام شاہ بن سلطان مسعود ثانی:

یہ بہت ہی رعیت پرور بادشاہ تھا اس کی تخت نشینی پر شعرا نے بہت سے قصائد لکھے سلطان سنجر کے دربار میں ایک قصیدہ سید حسن نے پڑھا جس کا بہت ہی مشہور شعر یہ ہے۔

منادی برآمدز ہفت آسمان   کہ بہرام شاہ است شاہ جہان

بہرام شاہ نے ہندوستان پر کئی حملے کیے سب سے پہلا حملہ ۵۱۲ھ میں سپہ سالار ہند محمد باہلیم پر ہوا۔ جسے ارسلان شاہ نے مقرر کیا تھا اس زمانہ میں اس سے اکثر حرکات ناشائستہ ظہور میں آئے تھے اسے شکست دے کے گرفتار کرلیا۔ مگر جب اس نے اپنے افعال ناشائستہ سے توبہ کی تو پھر اسے سپہ سالار ہند مقرر کیا۔ اس کے بعد محمد باہلیم نے ایک قلعہ ناگور میں تعمیر کر کے بہت سی عربی وعجمی فوج بھرتی کی بعض سرادارن ہنود کو جو اسلام سے سرکشی کرتے تھے اپنا مدد و معاون بنایا اور سلطنت ہند کا مدعی ہوا۔ بہرام شاہ اس کی سرکوبی کو دوبارہ پہنچا۔ محمد باہلیم اپنے سرکش رفقاء کے ساتھ مقابلے کو تیار ہی تھا ملتان کے قریب جنگ ہوئی اور محمد باہلیم کو کفران نعمت کی سزا ملی شکست کھا کر مع رفقا کے بھاگا اور بھاگنے میں اپنے بیٹوں اور معزز سرداروں کے ساتھ اس طرح دلدل میں دھنس گیا (طبقات ناصری میں در زمین برمنی اور فرشتہ برزمین حجمبہ تحریر ہے۔) کہ پتہ ونشان بھی نہ تھا۔ اب بہرام شاہ نے اس جگہ سید حسن بن ابراہیم علوی کو سپہ سالار مقرر کیا ۵۲۱ھ میں بہرام شاہ نے اپنے داماد قطب الدین سوری غوری کو قتل کر ڈالا۔ اس کا انتقام لینے کے لیے سیف الدین سوری قطب الدین کا بھائی غزنین پر چڑھ آیا۔ چونکہ بہرام شاہ میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی لہٰذا کرمان چلا گیا اور سیف الدین ۵۲۲ھ میں غزنین کے تاج تخت کا مالک ہوگیا۔ سیف الدین نے امرائے غزنین پر اعتبار کر کے غوری فوج اپنے

بھائی علاؤ الدین کے ساتھ غور روانہ کردی امرائے غزنین نے میدان خالی پاکر بہرام شاہ سے خط وکتابت شروع کی بہرام شاہ عین جاڑے کے موسم میں جبکہ غور وغزنین کا راستہ بوجہ برف باری کے مسدود تھا۔ غزنین پہنچا اس کے آتے ہی امرائے غزنین نے باقی ماندہ غوریوں کو قتل کر کے سیف الدین کو بہرام شاہ کے حوالے کیا بہرام شاہ نے سیف الدین کا منہ کالا کر کے اس کو ایک بڈھے بیل پر سوار کیا اور حکم کیا کہ سارے غزنین میں اس کی تشہیر کی جائے اس طرح تشہیر ہونے کے بعد سیف الدین قتل ہوا۔ علاء الدین کو جب اپنے بھائی کا یہ حال معلوم ہوا تو ۵۴۷ھ میں لشکر لے کے غزنین پر چڑھ آیا۔ بہرام شاہ نے فوج جمع کر کے مقابلہ کیا لڑائی میں بہرام شاہ کا بیٹا دولت شاہ مارا گیا خود بہرام شاہ شکست کھا کر بھاگا۔ اور اسی رنج وغم میں غزنین پہنچتے ہی مر گیا۔ مدت سلطنت پینتیس سال چند[1] ماہ اس کا سکہ یہ ہے ''بہرام شاہ سلطان الاعظم یمین الدولہ'' ([1] اس بادشاہ کے واقعات میں جو سنہ بتائے گئے ہیں ان میں مورخوں نے بہت اختلاف کیا ہے بعض مورخ اس جدال وقتال کے یہ واقعات ۲۱ و۲۲ و۲۳ میں بتاتے ہیں اور بعض بہرام شاہ کے آخر زمانے میں بہرام شاہ کی وفات کے سن میں بھی اختلاف ہے بعض مورخ ۵۲۳ھ اور ۵۳۲ھ اور بعض ۵۴۴ھ کہتے ہیں۔ تاریخ الفی اور تذکرہ الملوک بہرام شاہ کی وفات ۵۴۷ھ میں تحریر کرتے ہیں۔)

(۱۸) تاج الدولہ والدین خسرو شاہ بن بہرام شاہ:

باپ کے مرنے کے بعد حکمران ہوا۔ اور چونکہ علاؤ الدین غزنین کے قریب پہنچ چکا تھا لہٰذا مع عیال واطفال لاہور چلا آیا علاؤ الدین نے غزنین میں سات روز تک قتل عام کیا اور سارے شہر میں آگ لگا دی غزنوی بادشاہوں کی جس قدر یادگاریں تھیں انہیں چھانٹ چھانٹ کر خاک سیاہ کیا یہاں تک کہ سوائے سلطان محمود مسعود ابراہیم کی قبروں کے باقی تمام قبریں کھدوا کر ان کی ہڈیاں بھی جلا کر خاک کر دیں اور یہ ظلم وستم کر کے ''جہاں سوز'' کے لقب سے مشہور ہوا۔ غزنین کی خاک تو بڑوں میں بھر کے سادات کے گلوں میں لٹکائی اور انہیں اپنے ساتھ فیروز کوہ لے گیا جہاں پہنچ کر ان سادات کو قتل

کر۔۔ان کے خون سے غزنین کی خاک سنوائی اور اس سے فیروز کوہ کے برج تیار کرا ئے۔ خسروشاہ نے علاؤ الدین جہاں سوز کی مراجعت کے بعد ہندوستان کی فوج آرا کر کے سلطان سنجر کی امداد کے بھروسے پر کمال تزک واحتشام سے پھر غزنین کا قصد کیا مگر اسی زمانے میں ایک نئی قوم یعنی ترکان غز[1] (ترکان[1] غز ایک مدت سے دشت قپچاق میں رہتے تھے۔ ڈی گلیز صاحب ان کو ترکمانوں کے آباؤ اجداد بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قوم کو یوز اور غز اور غور اور غوزی اور غازی بھی کہتے ہیں۔ اور یہی قوم ملک فرغانہ میں آج کل حکمران ہے اور یوز کے نام سے پکاری جاتی ہے یہ لوگ دس سال تک غزنین پر حکمران رہے۔ اور ۵۶۹ھ میں غیاث الدین محمد نے انہیں شکست دے کر غزنین سے نکال کر باہر کیا) نے سلجوقیوں کے زبردست شہنشاہ سلطان سنجر فاتح غزنین وغور کو شکست فاحش دے کر گرفتار کر لیا تھا اور اب ان لوگوں نے غزنین کی طرف سے توجہ کی تھی۔ خسروشاہ نے اپنے میں ان سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور لاہور واپس آیا۔

بعض مورخوں کا بیان ہے کہ خسروشاہ جب لاہور چلا آیا تو علاؤ الدین جہاں سوز نے بلاوگرم سیر وقندھار وتکنیاباد وغیرہ کو فتح کر کے سلطان غیاث الدین کو ان کا والی بنایا۔ مگر جب خسروشاہ ہندوستان سے نئی فوج بھرتی کر کے غزنین گیا تو علاؤ الدین نے اس طرح مصالحت چاہی کہ تکنیاباد کے شہر اور قلعہ خود اس کے قبضے میں رہیں اور خسروشاہ غزنین پر قناعت کرے مگر خسروشاہ نے اس کو نامنظور کیا اسی زمانے میں سلطان سنجر کے عہد کا خاتمہ ہو گیا اور خسروشاہ بے نیل مرام واپس آیا اور لاہور پہنچ کر تقریباً آٹھ سال سلطنت کر کے ۵۵۵ھ میں راہی عالم جاوداں ہوا۔ اس کے سکے "السلطان الاعظم معز الدولہ منقوش تھا"۔

(۱۶) خسرو ملک بن خسروشاہ ختم الملوک

۵۵۵۔۵۸۳ھ......۱۱۶۰۔۱۱۸۶ء

خاندان محمودیہ، اس نے ۵۵۵ھ میں بجائے باپ کے تخت وسلطنت کو زینت دی اور ہندوستان کے اس حصے کو جو اس کے اجداد نے فتح کیا تھا قبضہ میں کر کے عدل اور انصاف سے سلطنت شروع کی مگر شہاب الدین غوری جس نے ترکان غز کو شکست دے

کے غزنویوں کے دارالسلطنت پر قبضہ کرلیا تھا۔ دولت غزنویہ کے شہروں کو اپنے سوا دوسرے کے قبضہ میں نہ دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ پہلے تو اس نے پشاور سندھ ملتان وغیرہ کو مسخر کیا پھر لاہور میں حملہ کر کے خسروشاہ کے بیٹے ملک شاہ کو کفیل کے طور پر اپنی حراست میں لے کر اور ایک مشہور ہاتھی کو اپنے قبضے میں کر کے واپس گیا۔ پھر ۵۸۰ھ میں اس نے لاہور کے مضافات کو تاراج کر کے سیالکوٹ کا قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس میں نائب ووالی مقرر کیا اگرچہ خسروشاہ نے گھگروں کی مدد لے کر اس والی کے نکال دینے کی کوشش کی مگر کچھ زور نہ چلا اور لاہور میں ناکام واپس آیا۔ ۵۸۲ھ میں شہاب الدین پھر بلائے بے درمان کی طرح نازل ہوا۔ مگر اس مرتبہ خسروشاہ سے ظاہرین باخلاص پیش آیا۔ اور اس کے بیٹے ملک شاہ کو شاہانہ اعزاز سے اپنے معتمد ملازموں کے ہمراہ خسروشاہ کے پاس روانہ کیا۔ خسروشاہ اس کی یہ دریا دلی دیکھ کر غافل ہوگیا لیکن قبل اس کے کہ ملک شاہ اپنے باپ کے پاس پہنچے شہاب الدین غوری نے بیس ہزار منتخب سواروں کے ساتھ غیر معروف راستوں سے دومنزلہ سہ منزلہ طے کر کے یکبارگی آ کے لاہور کا محاصرہ کرلیا خسروشاہ نے جب یہ فوج دیکھی تو شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر شہاب الدین نے اسے گرفتار کر کے اپنے بھائی سلطان غیاث الدین کی خدمت میں بھیج دیا وہاں وہ غرجستان کے قلعہ میں قید رہ کر ۵۹۸ھ میں اپنے خاندان کے شہید ہوا۔ اور اس طرح سلطنت غزنویہ خاندان شنسبانیہ میں منتقل ہوگئی۔ خسروشاہ بہت ہی حلیم وکریم بادشاہ تھا اٹھائیس سال تک حکمران رہا۔ اس کا زمانہ سلطنت زیادہ تر اس کی افغان رعایا کی بغاوت اور ہندو راجاؤں خصوصاً دہلی اور اجمیر کے راجاؤں کی مخالفت میں گزرا۔ راجگان ہندوافغانوں کی بغاوت اور شہاب الدین کے حملوں سے یہ فائدہ اٹھانا چاہتے تھے کہ اپنا گیا ہوا علاقہ واپس لے لیں اس کے سکوں پر (۱) سلطان الاعظم تاج الدولہ اور (۲) سراج الدولہ منقوش تھا۔ اس کا بیٹا بہرام شاہ قلعہ سیف رود میں قید تھا وہ بھی قتل ہوا۔ روضۃ الصفا کے مورخ کا بیان ہے کہ غیاث الدین نے خاندان غزنویہ کے کل لوگوں کو شربت فنا پلایا اور خاندان سبکتگین کی کوئی یادگار سوائے ان بادشاہوں کی حکایتوں کے باقی نہ رہی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

باب سوم

خاندان شنسبانیہ یا غوریہ

مورخ اس خاندان کا سلسلہ ضحاک تازی سے اس طرح ملاتے ہیں کہ جب فریدوں ضحاک تازی پر غالب ہوا تو اس کی اولاد میں سے دو شخص سور و سام بھاگ کر بامیان میں آئے اور اپنی حکومت قائم کی سور بادشاہ اور سام اس کا سپہ سالار بنا۔ سور کی لڑکی سے سام کے بیٹے شجا کا نکاح ہوا۔ اور جب سام مرگیا تو شجاع اپنے سسر سے خفا ہوکر غور کے پہاڑوں میں چلا آیا اور یہاں حکومت قائم کی یہ حکومت حضرت علیؓ کی خلافت کے وقت تک نسلاً بعد نسلاً چلی آئی۔ اس عہد بابرکت میں اس خاندان کا حکم شنسب تھا جو مسلمان ہوا اور اسی کے نام پر اس خاندان کا نام شنسبانیہ رکھا گیا۔ محمود غزنوی کے وقت میں اسی خاندان کا ایک شخص محمد سور نامی حاکم غور تھا جس کی محمود غزنوی سے لڑائی ہوئی۔ محمود غزنوی غالب آیا اور اسے اور اس کے بیٹے حسن کو قید کرلیا۔ مگر حسن قید خانہ سے بھاگ کر غور پہنچا اور محمود غزنوی سے معافی مانگ کر پھر غور کا حاکم قرار پایا۔ اس

کے بعد اس کا بیٹا حسن حاکم ہوا۔ حسن کے سات لڑکے ہوئے منجلہ ان کے سیف الدین غزنین آیا۔ اور بہرام شاہ نے اس کو مار ڈالا۔ اسی سبب غزنویوں اور غوریوں میں نفاق ہو گیا اور بالآخر غوریوں نے غزنویوں کو تباہ کر کے چھوڑا۔

بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب غزنویوں کا تسلط غور میں ہوا تو اس خاندان کا ایک شخص سام نامی ہندوستان میں بھاگ آیا اور یہاں آ کر تجارت کرنے لگا اس کے بعد جب دریا کی راہ سے غور واپس جانے لگا تو راستے میں کشتی ٹوٹ گئی۔ سب اہل کشتی غرق ہو گئے مگر اعزالدین حسین سام کا بیٹا ایک تختہ پر بیٹھا رہ گیا۔ جس پر ایک شیر بھی تھا تختہ کنارے لگا شیر نے اپنی راہ لی اور اعزالدین تختے سے اتر کر شہر میں پہنچا۔ رات کو چوروں کے دھوکے میں پکڑا گیا۔ بادشاہ کی صحت کی خوشی میں سات سال قید رہنے کے بعد آزاد ہوا۔ وہاں سے چلا تو قزاقوں نے زبردستی اپنے گروہ میں شامل کیا۔ اتفاق کی بات کہ وہ سب قزاق مع عزالدین حسین کے ابراہیم شاہ کے سپاہیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور ابراہیم شاہ نے سب کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ اعزالدین حسین کو جب جلاد قتل کرنے کے لیے چلا تو اس نے رو رو کر اپنی ساری کیفیت بیان کی جلاد کو رحم آیا اور اس نے اس کو لے جا کر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ نے اسے آزاد کر کے معزز خدمات مرحمت کیے اور اپنی بیٹی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ ابراہیم شاہ کے بعد جب مسعود ثانی تخت نشین ہوا تو اس نے اس کو غور کی حکومت مرحمت کی۔ انگریزی مورخوں کا خیال ہے کہ اعزالدین حسین ایک چالاک شخص تھا جس نے اپنا حسب و نسب چھپانے کے واسطے یہ داستان گڑھ لی۔

بہر حال مسعود شاہ کے وقت میں حسین غور کا حاکم تھا اس کے سات لڑکے تھے منجلہ ان کے ایک قطب الدین جو بہرام شاہ کا داماد تھا اور بہرام شاہ کے حکم سے قتل ہوا اور دوسرا سیف الدین جس نے اپنے بھائی قطب الدین کے انتقام میں غزنین پر قبضہ کیا اور پھر بہرام شاہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بہرام شاہ سے اس کا انتقام تیسرے بھائی علاؤالدین نے لیا جس کے جہاں سوز کے لقب سے مشہور ہو کر اس نے سلطان کا لقب اپنے نام کے ساتھ اضافہ کیا اور سلطان سنجر کی ماتحتی کا جوا کندھے سے اتار کر پھینک دیا

ساتھ ہی اس کے دوصوبوں ہرات اور بلخ پر قبضہ کر کے خراج بھیجنا بھی موقوف کر دیا۔ یہ سرکشی دیکھ کر سلطان سنجر نے حملہ کر کے اسے گرفتار کرلیا اور غور کا بادشاہ ناصر الدین محمد ہوا۔ مگر چند دنوں کے بعد سلطان سنجر نے علاؤالدین کا قصور معاف کر کے پھر اس کو غور میں سلطنت کرنے کی اجازت دے دی۔ علاؤالدین تخت پر بیٹھا اور اکثر ممالک فتح کیے یہ ملاحدہ الموت کا طرف دار تھا ۵۵۱ھ میں راہی عدم ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین تخت پر بیٹھا۔ جو بڑا رحم دل تھا اس نے چچازاد بھائیوں غیاث الدین اور معز الدین کو جنہیں علاؤ الدین نے قید کر رکھا تھا آزاد کر دیا اور ملاحدہ الموت کا کلیتہً استیصال کیا۔ اس کے زمانے میں دولت سنجری کا چراغ گل ہو چکا تھا اور ترکان غز کا غلبہ تھا۔ جنہوں نے غزنین پر قبضہ کر کے غور پر بھی تاختیں شروع کر دیں۔ سیف الدین ان کا فساد مٹانے کو لشکر لے کر روانہ ہوا۔ عین معرکہ کارزار میں اس کے سپہ سالار ابو العباس نے اپنے بھائی کا انتقام میں جو سیف الدین کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اسے نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا۔ لشکر غور بھاگا اور سیف الدین کو دشمنوں کے ایک سپاہی نے کمر کی تلاشی لیتے وقت چھری گھونپ کر مار ڈالا۔ یہ فقط ایک سال تک بادشاہ رہا اس کے بعد ابو العباس غیاث الدین کے پاس آیا اور امرا کو جمع کر کے ۵۵۲ھ اسے بادشاہ بنایا۔ اس نے بہت سے ملک فتح کیے اور اسی کے وقت میں اس کے بھائی شہاب الدین غوری نے جو اس کا سپہ سالار اور شریک حکومت تھا ہندوستان کو فتح کیا۔

سلطان الغازی معز الدینا والدین ابومظفر محمد بن سام عرف

سلطان المعظم شہاب الدین غوری (۵۶۹۔۶۰۲ ......۱۱۷۳۔۱۲۰۲ء)

غیاث الدین کی تخت نشینی کے تھوڑے ہی دنوں بعد شہاب الدین تکنیاباد کا حاکم ہوا جو پیشتر سلاطین غزنین کے قبضے میں تھا اس حکومت کے زمانے میں وہ شہر غزنین پر اکثر حملے کرتا رہا جس کی مالک خسرو شاہ کے بعد قوم غز ہوگئی تھی ۵۶۹ھ و بقول فرشتہ ۵۶۷ھ میں غیاث الدین نے قوم غز کو پامال کر کے شہاب الدین کو غزنین کے تاج

وتخت کا مالک بنا دیا۔ مملکت غزنین کا انتظام کرنے کے بعد شہاب الدین نے ملتان پر حملہ کیا یہاں قرامطہ، اسماعیلیوں نے پھر زور پکڑ لیا تھا۔ ان کا قلع وقمع کر کے اوچھ کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے غزنین میں واپس آ گیا۔ ۵۷۴ھ......۱۱۷۸ء میں ملتان کی واہ سے گجرات پر حملہ کیا مگر یہاں تک راجہ بھیم دیو نے اسے شکست دی اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا شہاب الدین بمشکل تمام غزنین پہنچا پھر پشاور فتح کیا۔ اور ۵۷۷ھ میں لاہور پر حملہ کیا۔ مگر خسرو ملک نے ایک زنجیر فیل اور اپنے بیٹے کو بہ طور کفیل بھیج کے صلح کر لی۔ دیول پر حملہ کر کے وہ سمندر کے کنارے کا علاقہ اپنے تحت وتصرف میں لایا۔ ۵۸۰ھ میں پھر لاہور آیا۔ خسرو ملک کے تصرف میں تھا اپنے قبضے میں کیا قلعہ سیالکوٹ کو تعمیر کر کے حسین خرمیل کے سپرد کیا اور غزنین واپس گیا۔ شہاب الدین کی واپسی کے بعد خسرو ملک نے گھکروں سے مل کے سیالکوٹ کا محاصرہ کر لیا۔ مگر چند روز میں تھک کے بے نیل مرام لاہور میں واپس چلا آیا۔ شہاب الدین پھر لاہور آیا۔ خسرو ملک میں چونکہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لیے صلح کرنے کو شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شہاب الدین نے اسے گرفتار کر لیا اور اپنے ساتھ غزنین لے گیا۔ پھر عازم ہندوستان ہوا۔ یہاں قلعہ سرہند فتح کر کے قاضی ضیاء الدین کے سپرد کیا اور واپسی کا ارادہ کر رہا تھا کہ خبر ملی رائے تھپورا والی اجمیر اور گوبندرائے راجہ دہلی معہ ڈیڑھ سو راجگان ہند کے دو لاکھ سوار اور تین ہزار ہاتھیوں اور بے شمار پیدلوں کے ساتھ مقابلہ کو آ رہے ہیں اتنے بڑے لشکر کے مقابلے کی طاقت اگرچہ شہاب الدین میں نہ تھی مگر ہمیت اسلام نے جوش مارا اور مقابلے کو آگے بڑھا۔ مقام ترائن (تلاوری) میں جو دہلی سے کچھ فاصلے پر کرنال اور تھانسیر کے درمیان میں واقع ہے مقابلہ ہوا شہاب الدین جوش میں آ کر تنہا صفوں کو چیرتا ہوا گیا اور دہلی کے راجہ پر ایک بڑے ہاتھی پر سوار تھا حملہ کیا۔ اور ایسا نیزہ مارا کہ اس کے بہت سے دانت ٹوٹ گئے۔ راجہ نے بھی تلوار کا وار کیا جس سے شہاب الدین کا بازو زخمی ہوا اور قریب تھا کہ گھوڑے سے زمین پر آ گرے کہ کسی ہمراہی کی نظر پڑ گئی جو فوراً شہاب الدین کے پیچھے گھوڑے پر جا بیٹھا اسے لشکر سے نکالا اور بیس کوس پر جا کے دم لیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور شہاب الدین نے چند ہزار فوج قلعہ سرہند میں

چھوڑ کر غزنین کی راہ لی۔ رائے تھورا نے بڑھ کر سرہند کا بھی محاصرہ کرلیا اور تیرہ مہینے تک گھیرے پڑا رہا۔ ادھر شہاب الدین یہ شکست کھا کر واپس گیا تو اسے خواب خور حرام تھا۔ دوسرے سال بہت بڑا لشکر جس کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے جمع کر کے ہندوستان کی طرف چلا یہ خبر مشہور ہوئی تو رائے تہورا اہل قلعہ سے صلح کر کے ترائن واپس آیا اور اپنے مددگاروں کو مدد کے واسطے بلایا۔ چونکہ ایک سال قبل فتح عظیم ہو چکی تھی اس لیے سابق کے راجاؤں کے علاوہ اور بہت سے سرداروں نے بھی شرکت کی اور پہلی فتح کے غرور میں شہاب الدین کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے اور اپنی غریب فوج کے حال پر رحم کرو اور فوراً واپس چلے جاؤ ورنہ ہمارے مست ہاتھی اور صف شکن سپاہی ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑیں گے۔

شہاب الدین نے اس کا جواب بہت نرم الفاظ میں دیا اور کہلا بھیجا میں چونکہ اپنے بھائی غیاث الدین کے حکم سے آیا ہوں اس لیے جب تک ان کی اجازت نہیں واپس نہیں جاسکتا۔ اب کی لڑائی میں ہندوؤں کی تقدیر دگرگون تھی ایک ہی معرکے میں ڈیڑھ سو راجاؤں نے اپنے تین لاکھ سے زائد ساتھیوں کے ساتھ شکست کھائی۔ گوبندرائے نائب السلطنت دہلی اور اکثر بڑے بڑے راجہ لڑائی میں مارے گئے رائے تہورا گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا۔ مگر سرستی ندی کے قریب سے گرفتار ہو کے آیا اور قتل ہوا۔ یہ واقعہ ۵۸۸ھ کا ہے۔ اس لڑائی سے علاقہ سرستی وہانسی وسمانہ وکہرام وغیرہ سلطان کے قبضے میں آگئے۔ فتح کے بعد شہاب الدین اجمیر گیا۔ اور اجمیر کا علاقہ تہورا کے لڑکے کو دے کر دہلی میں آیا۔ رائے دہلی کے بیٹے نے چونکہ بہت سے تحفوں کے ساتھ حاضر ہو کر عجز والحاح کیا لہٰذا اسے چھوڑ کر کہرام میں آیا اور یہاں کی حکومت اپنے غلام قطب الدین ایبک کے سپرد کر کے شمالی ہند کو مطیع کرتا ہوا غزنین واپس گیا۔ ۵۸۹ھ میں قطب الدین ایبک نے میرٹھ اور دہلی کو فتح کیا اسی سال قلعہ کوتل بھی محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔ اور قطب الدین ایبک نے بجائے کہرام کے دہلی کو دارالحکومت قرار دیا۔

۵۹۰ھ میں شہاب الدین پھر ہندوستان آیا اور رائے جے چند فرمان روائے قنوج وبنارس کو شکست دی۔ اس کے بعد اسنی گیا۔ جہاں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا پھر

بنارس میں داخل ہوا۔ یہاں بہت سی مسجدیں تعمیر کیں۔

یہ کار خیر کر کے دہلی میں واپس آیا۔ اور ہندوستان کی ولایت بدستور قطب الدین کے سپرد کر کے غزنین چلا گیا۔ ۵۹۱ھ میں رائے تھپورا کے ایک عزیز ہمراج نے اجمیر پر حملہ کر کے رائے تھپورا کے لڑکے کو نکال دیا۔ لہٰذا قطب الدین نے اسے قتل کر کے اجمیر پر قبضہ کرلیا اور یہاں سے علاقہ گجرات کے شہر نہر والہ میں پہنچا۔ اور راجہ بھیم دیو سے سلطان کی اس شکست کا انتقام لیا جو اسے ۵۷۴ھ میں ہوئی تھی۔ ۵۹۲ھ میں شہاب الدین پھر ہندوستان آیا اور قلعہ بیانہ (تھنکر) فتح کر کے بہاؤالدین طغرل کے سپرد کیا اور اسے گوالیار کی فتح کرنے کی ہدایت کر کے غزنین واپس گیا۔ طغرل نے حصار سلطان کوٹ تعمیر کر کے قلعہ گوالیار کا محاصرہ کرلیا۔ مدت کے بعد جب اہل قلعہ تنگ آئے تو انہوں نے یہ چالاکی کی کہ اپنے ایلچی قطب الدین کی خدمت میں بھیج کر قلعہ کا مالک قطب الدین کو تسلیم کرلیا۔ اس کاروائی سے قریب تھا کہ بہاؤالدین طغرل اور قطب الدین ایبک میں لڑائی ہوجائے۔ مگر بہاؤالدین طغرل کے انتقال سے یہ فساد مٹ گیا۔ ۵۹۳ھ میں اجمیر کے قریب راجپوت پھر جمع ہوئے اور قطب الدین کو رائے تھپورا کے بیٹے کی مدد پر پھر جانا پڑا۔ اس مرتبہ قطب الدین کو شکست ہوئی۔ چنانچہ وہ زخمی ہوکر اجمیر کے قلعہ میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہا۔ اور جب غزنین سے تازہ فوج مدد کو آئی تو دشمنوں کو کامل شکست دے کر دوبارہ نہر والہ پر حملہ کیا اور اس ملک کو اپنے قبضہ میں کرلیا اسی زمانہ میں کالنجر کالپی بدایوں اور اودھ وغیرہ مسخر ہوئے اور محمد بختیار خلجی نے جو قطب الدین ایبک کا سپہ سالار تھا بہار و بنگالہ فتح کیے۔ ۵۹۹ھ میں غیاث الدین کا انتقال ہوگیا اور شہاب الدین نے فیروز کوہ کی راہ لی۔ وہاں جاکے غور کی سلطنت مختلف حقداروں کے سپرد کی اور غزنین میں جا کر اپنے بھائی غیاث الدین کی وصیت کے موافق تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔

شہاب الدین اگرچہ ۵۶۹ھ ہی میں غزنین کے تاج وتخت کا مالک ہوگیا تھا مگر جب تک بڑا بھائی غیاث الدین زندہ رہا اپنے آپ کو سپہ سالار ہی سمجھتا رہا۔ ۶۰۰ھ میں اس نے خوارزم پر چڑھائی کی۔ دوران جنگ میں معلوم ہوا کہ بادشاہان خطا و سمرقند

سلطان خوارزم کی مدد کو آ رہے ہیں اور عقب سے حملہ آور ہوں گے۔ لہٰذا اپنے سامان کو جلا کر خوارزم سے واپس چلا۔ اہل خوارزم نے تعاقب کیا در پشت کی طرف سے لشکر خطا و سمرقند نے راستہ روکا۔ اس معرکے میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے مگر اہل خطا و سمرقند کو شکست ہوئی رات کو خطا اور سمرقند والوں کا لشکر پھر جمع ہوا۔ اور ادھر اسی رات یہ واقعہ پیش آیا کہ شہاب الدین کا سردار عزالدین حسین خرمیل مع پانچ ہزار لشکریوں کے سلطان سے خفا ہو کر چل دیا۔ بہت سے اور لشکر والوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ دوسرے روز پھر کفار مغل سے سامنا ہوا۔ سلطان نے بڑی مردانگی سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ بجز سو آدمیوں کے سارا لشکر شہید ہو گیا اور اس کے چتر شاہی کی شکل دشمنوں کے تیروں کی کثرت سے سیاہی کی سی ہو گئی۔ اس نازک موقع پر اس کا غلام گھوڑے کی لگام پکڑ کے اسے زبردستی قلعہ کے اندر کھینچ کر لے گیا اور دوسرے دن ملک عثمان سمرقندی اور دیگر امرائے خطا نے جو مسلمان تھے بیچ میں پڑ کر صلح کرادی۔ یہ صلح کر کے شہاب الدین غزنین واپس آیا چونکہ اس شکست کی خبر یہاں مشہور ہو چکی تھی اس وجہ سے سلطان کے غلام تاج الدین یلدز نے جو اس زمانہ میں غزنین کا حاکم تھا شہر کے دروازہ نہ کھولے اور لڑنے پر آمادہ رہا۔ سلطان نے مجبوراً ملتان کا راستہ لیا ملتان کا حاکم عزالدین حسین خرمیل تھا جو سلطان سے خفا ہو کر بھاگ آیا تھا۔ سلطان شہاب الدین کا ایک جعلی فرمان پیش کر کے ملتان پر قابض ہو گیا تھا اور وہاں کے سابق حاکم امیر داد حسن کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس غاصب حاکم ملتان نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور گرفتار ہوا۔ اب سلطان نے یہاں سے لشکر جمع کر کے غزنین کی راہ لی۔ اور وہاں پہنچ کر تاج الدین یلدز کا گناہ اہل غزنین کی سفارش پر معاف کیا۔ گذشتہ شکست کی شہرت ہوئی تو گھکروں نے بھی سر اٹھایا۔ سلطان نے لاہور پہنچ کے قطب الدین ایبک کی مدد سے انہیں پامال کیا تھوڑے دنوں بعد اسلام کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ جو مسلمان گھکروں کے ہاتھ میں اسیر تھے ان کے اوضاع واطوار دیکھ کر اسیر کرنے والے بہائم پر حق کا اثر پڑا۔ چنانچہ گھکروں کے سردار سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام اور خلعت سے سرفراز ہوئے۔ اور ان کو کوہستان کی حکومت بھی دربار سلطانی سے عطا ہوئی اور تھوڑے زمانے میں ان کی ساری قوم بہ رضا

ورغبت دین اسلام میں داخل ہوگئی اور اسی سال علاقہ تیراہ کے تقریباً چار لاکھ برہمن وچھتری حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔۶۰۲ھ مین جبکہ سلطان غزنین جارہا تھا اٹک کے کنارے مقام دمیک درتھک میں ملاحدہ یعنی پیروحسن بن صباح اسماعیلیوں کے ایک فدائی نے رات کے وقت سلطان کے خیمے کے اندر گھس کراس کا کام تمام کیا۔فرشتہ اور دیگر مورخین نے اس کا الزام بعض گھکروں پر قائم کیا ہے۔بہرحال سرداران لشکر نے اس کی لاش بہت ہی تزک واحتشام کے ساتھ غزنین پہنچائی اوراس کی بیٹی کے مقبرے میں دفن کیا کسی نے اس واقعہ کی تاریخ لکھی ہے۔

شہاب ملک بحروبر معزالدین کز ابتدائے جہان شد چوا دنیا مدیک
سوم زغرہ اشعبان بسال شش صدودو فتا ددررہ غزنین بمنزل دمیک

ہندوستان میں اس کا رقبہ فرمان روائی سندھ سے لے کر بنگلہ تک تھا۔اور جنوب میں گجرات مالوہ گوالیا اور کالنجر وغیرہ اس کی قلمرو میں شامل تھے مدت سلطنت غزنین کی حکومت سے ۳۲ سال اور لاہور کی حکومت سے تقریباً ۲۱ سال تھی۔

یہ بادشاہ عادل خداترس دیندار اور بہت ہی شجاع تھا عالموں کی خدمت کرتا۔ رعایا سے مہربانی پیش آتا اور اپنی زندگی باکل سپاہیانہ وضع سے بسر کرتا تھا گو یہ خود زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا۔مگر اہل علم کا قدردان تھا اس نے بہت سی درس گاہیں بھی ہندوستان میں قائم کیں۔ چنانچہ تاج المعاشر کا مصنف (حسن نظامی نشاپوری) تحریر کرتا ہے کہ شہاب الدین محمد غوری نے اجمیر میں متعدد مدرسے جاری کیے۔

دہلی کی مسجد قوۃ الاسلام یا مسجد آدینہ بھی اس کی مشہور یادگار ہے یہ اس مندر کے بجائے تعمیر کی ہوئی ہے جسے رائے تھپورا نے قلعہ رائے تھپورا کے ساتھ تعمیر کیا تھا۔قطب الدین دہلی کی فتح کے بعداس کی عمارت تو بدستور قائم رکھی۔مگر بعض بتوں کو توڑ کے اور بعض کے چہرے مٹا کے اسے مسجد بنادیا پانچ کڑور اور چالیس لاکھ ولی دال سکہ کا اسباب اس کی نذ دکیا اور شرقی دروازے پر فتح کی تاریخ اوراپنے نام کا کتبہ لگایا۔

پھر ۵۹۲ھ.....۱۱۹۵ء میں سلطان شہاب الدین کے حکم سے اس بت خانے کے غربی ضلع کے سامنے پانچ در بطور مسجد کے سنگ سرخ سے تعمیر کیے ہیں۔جن میں ادھر

ادھر کے چار در اٹھائیس فٹ اونچے اور بیچ کا بڑا در اڑتالیس فٹ بلند اور اکیس فٹ چوڑا ہے اس مسجد کی لمبائی بہتر گز اور چوڑائی پچاس گز ہے۔

تقویم البلدان کا مصنف اس مسجد کا ماذنہ قطب صاحب کی لاٹھ کو بتاتا ہے اور فتوحات فیروز شاہی کے مصنف نے قطب صاحب کی لاٹھ کو بھی اسی بادشاہ کی یادرگار یعنی سلطان معزالدین کی لاٹھ لکھا ہے اپنی دارالسطنت میں اس نے بہت بڑا خزانہ چھوڑا۔ منجلہ دیگر خزائن کے فقط ہیرا جو جواہر میں نفیس ترین جوہر ہے اس کے سکے خزانہ میں ڈیڑھ ہزار من تھا۔ اور اسی کے مطابق دوسری چیزوں کا بھی اندازہ کرنا چاہیے جو نادر روزگار چیزیں اس نے ہندوستان سے حاصل کیں ان میں سے خاص اور مشہور یہ ہیں (۱) پانچ زریں اور مرصع کنگوروے جن کی بلندی تین گز سے کچھ زیادہ تھی۔ (۲) دو ہمائے زریں جو قد میں اونٹ کے برابر تھے۔ (۳) ایک حلقہ زریں معہ زنجیر طلائی۔ (۴) ایک خربوزہ جس کا دور پانچ گز کا تھا۔ (۵) دو نقارے طلائی جو گاڑیوں پر چلتے تھے اور یہ سب چیزیں اس نے اپنے بھائی غیاث الدین کی خدمت میں نذرانے کے طور پر پیش کی تھیں۔

اس کے حسب ذیل سکے دستیاب ہوئے ہیں (۱) سلطان الاعظم محمد بن سام (۲) سلطان الاعظم معزالدنیا والدین ابوالمظفر محمد بن سام (۳) سلطان الاعظم ابوالمظفر محمد بن سام۔

اس بادشاہ کے بہت سے امرا اور غلاموں نے ہندوستان و بنگال وغزنین وغیرہ میں سلطنت کی منجملہ ان کے قطب الدین ایبک تاج الدین یلدز سطان ناصر الدین قباچہ شمش الدین التمش ملک بہاؤالدین طغرل ملک محمد بختیار، ملک حسام الدین وغیرہ زیادہ مشہور ہیں اوران سب کا تذکرہ اپنی اپنی جگہ پر لکھا جائے گا۔

اس بادشاہ کے اولاد نرینہ نہ تھی لہٰذا اس کی وفات کے بعد اس کے غلام اور سپہ سالار اپنے اپنے مقبوضہ علاقوں پر قابض ہو گئے۔ مگر غزنین میں اس کا بھتیجا علاؤالدین سام بامیانی تخت نشین ہوا لیکن چند روز بعد تاج الدین یلدز نے اسے نکال کر باہر کیا۔ اور خود تخت نشین ہو گیا۔ اس سے اور قطب الدین ایبک سے لڑائی ہوئی قطب الدین نے

تاج الدین یلدز کو شکست دی اور چالیس روز تک غزنین پر قابض رہا مگر عیش کرتا اور جشن طرب کے مزے اڑاتا رہا۔ اسی عیش و عشرت کے زمانے میں امرائے غزنین نے تاج الدین یلدز کو خفیہ خطوط لکھ لکھ کر پھر غزنین بلایا۔ تاج الدین جیسے ہی فوج کے ساتھ غزنین کے قریب پہنچا سلطان قطب الدین ایبک نے مقام سنگ سوراخ کے راستہ سے ہندوستان کی راہ لی تاج الدین یلدز نے نو سال اور چند ماہ سلطنت کی تھی کہ ۶۱۲ھ...... ۱۲۱۵ء میں سلطان محمد خوارزم شاہ غزنین پر چڑھ آیا اور تاج الدین یلدز اسی سنگ سوراخ کی راہ سے لاہور میں بھاگ آیا یہاں سلطان شمش الدین التمش سے حدود ترائن میں اس سے لڑائی ہوئی جس میں وہ شہریار ہند کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔ اور التمش کے حکم سے بدایوں میں بھیج دیا گیا جہاں پہنچ کر وہ شہید ہوا۔

سلطان غیاث الدین کی وفات کے بعد شہاب الدین نے ملک ضیاء الدین درغور کو جو دونوں سلطان کا چچا زاد بھائی اور عمر میں دونوں سے بڑا تھا سلطان علاء الدین کے نام سے فیروز کوہ میں تخت پر بٹھایا۔ وہ چار سال تک حکومت کرتا رہا۔ سلطان غیاث الدین محمد کا ایک بیٹا غیاث الدین محمود تھا جس کو سلطان شہاب الدین نے بلا وبست کی حکومت عطا کی تھی اس کو باپ کی جانشینی اور فیروز کوہ کی حکمرانی کی تمنا تھی جس کو سلطان شہاب الدین نے پورا نہ ہونے دیا تھا۔ اب سلطان موصوف کی شہادت کے بعد ۶۰۲ھ...... ۱۳۰۶ء میں وہ بست سے فوج لے کر غور میں آیا۔ اور وہاں سے امرائے غور کو اپنے ہمراہ لے کر جو اس سے مل گئے تھے فیروز کوہ کا رخ کیا علاؤالدین فیروز کوہ سے بھاگ کر غرجستان گیا اور وہیں گرفتار ہو کر قید ہوا۔

غیاث الدین محمود بن سلطان غیاث الدین محمد۔ علاؤالدین کے بعد فیروز کوہ کے تخت پر بیٹھا اور باپ کی ساری قلمرو پر قابض ہوا چونکہ باپ اور چچا دونوں کی حکومت کا اصلی مالک یہی تھا لہٰذا تمام سلاطین اور ملوک اس کی تعظیم کرتے تھے ہندوستان اور غزنین اور غور کے خطبوں میں اسی کا نام لیا جاتا تھا۔ سلطان تاج الدین یلدز قطب الدین ایبک اور دیگر ملوک نے جو سلطان شہاب الدین کے غلاموں میں تھے اپنے اپنے سفیر بھیج کر درخواست کی کہ انہیں ان کے مقبوضہ قلمرو پر حکومت کرنے کی سندیں عطا ہوں

اور محمود نے لقب سلطانی اور چتر شاہی مرحمت فرمایا۔۶۰۳ھ...... ۱۲۰۷ء میں ملک رکن الدین بن حاجی ملک علاؤالدین نے جس سے غوریوں نے ساز کرلیا تھا۔ فیروزکوہ پر چڑھائی کی اور شکست کھائی ۶۰۶ھ...... ۱۲۰۹ء میں علاؤ الدین التشرین علاؤ الدین جہاں سوز نے سلطان خوارزم سے مدد لے کراس پر چڑھائی کی اور اس نے بھی شکست کھائی۔ اس کی حکومت کے پانچویں سال خوازرم شاہ کے بیٹے علاؤالدین علی نے اپنے بھائی علاؤ الدین محمد خوازرم شاہ سے ناراض ہوکراس کے دامن میں پناہ لی۔ خوازرم شاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے ایک عہد نامہ جو شہاب الدین کی زندگی میں محمود شاہ اور خوازرم شاہ کے درمیان میں ہوا تھا کہ دونوں تاجداروں میں ہمیشہ الفت وموافقت رہے گی اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن سمجھا جائے گا۔ بذریعہ سفیر کے بھیج کر درخواست کی کہ علاؤ الدین علی ہمارا دشمن ہے لہٰذا گرفتار کرلیا جائے۔ محمود نے اس عہد نامہ کے موافق علاؤ الدین علی کو پکڑ کے بزکوشک میں قید کردیا۔ علاؤ الدین علی کے ساتھیوں نے جو کثرت سے یہاں آگئے تھے اس مضمون کی درخواست پیش کی کہ ہم سب حضور کی پناہ میں ہیں اور جن لوگوں کو پناہ دی ہے ان کو قید کرنا مناسب نہیں اور اگر ہمارا التجا نہ سنی گئی تو ہم سب اپنی جانیں نثار کردیں گے مگر سماعت نہ ہوئی۔ انجام یہ ہوا کہ ان لوگوں کی ایک جماعت نے ۷صفر کے رات کو خفیہ راستوں سے قصر کی چھت پر چڑھ کر سلطان محمود کو شہید کر ڈالا۔ یہ بادشاہ نہایت سخی اور عادل تھا باپ کا سارا خزانہ جو اس کے وقت تک موجود تھا انعام اور سخاوت میں صرف کر ڈالا۔

بہاؤ الدین بن محمود سام (۲۰۷ھ۔۱۳۱۷ء)

باپ کے شہید ہونے پر چودہ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ لیکن تین ہی مہینے حکومت کرنے پایا تھا کہ ۱۵ جمادی الاول ۶۰۷ھ......۱۲۱۱ء کو علاؤ الدین التنسر نے سلطان خوارزم شاہ سے مدد لے کر تخت گاہ پر قبضہ کرلیا۔ اور بہاؤ الدین معہ اپنے اعزا کے خراسان چلا گیا۔ جہاں سے اہل خوارزم اس کو معہ اس کے متعلقین کے خوارزم کو واپس لائے۔ جب چنگیز خان نے خوارزم شاہ پر حملہ کیا تو خوارزم شاہ کی ماں نے بہاؤ الدین

شاہ اور اس کے بھائی شمس الدین محمد دونوں کو دریائے جیحوں میں ڈبوا دیا۔

سلطان علاؤ الدین التنسر بن علاؤ الدین جہاں سوز (۶۰۷)

خوارزم شاہ کی فوج اسے تخت پر بٹھا کے واپس گئی مگر امرائے ترک و تاج الدین یلدز وغیرہ نے اس کی مخالفت کی۔ پہلے تو محمد عبداللہ سیقانی وزیر غزنین نے اس پر حملہ کیا اور ناکامیاب واپس گیا۔ اس کے بعد ملک نصیر الدین سین امیر غزنین نے حملہ کیا۔ اس نے میدان جنگ میں علاؤ الدین کو نیزہ مارا اور ساتھ ہی کسی ترک سپاہی نے اس کے سر پر گرز کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ دونوں آنکھیں نکل پڑیں۔ مگر ملک قطب الدین سپہ سالار غور نے حملہ کر کے اہل غزنین کو منتشر کیا۔ اور علاؤ الدین کو دشمنوں کے ہاتھ سے چھین لیا لیکن وہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد امرائے غور و غزنین نے ملک حسام الدین کو تخت پر بٹھایا۔ مگر اسی زمانے میں علاؤ الدین شاہ جو غیاث الدین کے بعد فرمانرواں ہوا تھا قید سے آزاد ہو کر غزنین پہنچا۔ تاج الدین یلدز نے اس کا اعزاز واکرام کیا اور سلطان بنا کے فیروز کوہ بھیجا۔

تاج و تخت پر قبضہ کرنے کے بعد وہ ایک سال سلطنت کرنے پایا تھا کہ سلطان خوارزم شاہ نے ایک عہد نامہ پیش کیا جو نیشاپور میں تاج و تخت پانے سے پہلے اس نے خوارزم شاہ سے کیا تھا کہ ''میں کبھی خوارزم شاہ کے مقابلے میں ہتھیار نہ اٹھاؤں گا'' چنانچہ اس عہد نامہ کے مطابق ۶۱۲ھ میں سلطان علاؤ الدین نے شہر فیروز کوہ کو خوارزم شاہ کے معتمدوں کے سپرد کیا۔ اور خود خوارزم شاہ کے پاس چلا گیا۔ وہاں چند روز اعزاز واکرام سے زندگی بسر کر کے راہی ملک بقاء ہوا۔ اور اسی پر سلطنت غور اور سلاطین شنبسی کا خاتمہ ہو گیا۔

باب چہارم

سلاطین قطبیہ وشمیہ

یعنی

غلام بادشاہوں کی سلطنت

۶۸۷-۲۰۶......۱۲۸۸-۲۰۶ء

(۱) سلطان قطب الدین ایبک (۶۰۲ھ-۱۲۰۶ء)

سلطان شہاب الدین کی وفات کے بعد ہندوستان کا مالک قطب الدین ایبک ہو گیا اور ۱۸ ذیقعدہ ۶۰۲ھ......۱۲۰۶ء کو لاہور میں اس نے تخت پر جانشین ہوا یہ بہت ہی جوان مرد رعایا پرور سخی اور ہر دل عزیز تھا۔ سخاوت کی وجہ سے اس کا خطاب لک بخش مشہور ہو گیا۔ مورخ اس کی ابتدائی زندگی کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ کسی تاجر نے

اسے ترکستان سے نیشاپور لا کر قاضی فخر الدین کے ہاتھ جو امام اعظم کی اولاد سے تھے فروخت کیا اور انہوں نے اسے اپنے بچوں کے ساتھ جملہ علوم وفنون کی تعلیم وتربیت دی۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد انکے بیٹوں نے کسی دوسرے تاجر کے ہاتھ اسے فروخت کر ڈالا۔ جس نے اس کو شہاب الدین کی نذر کیا۔ ایک رات کو کسی مجلس عشرت میں شہاب الدین نے اپنے غلاموں کو جس میں قطب الدین ایبک بھی شامل تھا بہت کچھ انعام واکرام دیا قطب الدین نے اپنے حصہ کا کل انعام فراشوں اور دیگر خدمت گاروں کو تقسیم کر دیا۔ یہ بات شہاب الدین کو بہت پسند آئی اور رفتہ رفتہ اسے امیر آخوری کا عہدہ مرحمت کیا۔ اسی عہدہ کی حالت میں ایک دن قطب الدین اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دانے گھاس کی تلاش میں مصروف تھا کہ سلطان شاہ خوارزم کے بادشاہ کے لشکر والوں نے اسے گھیر لیا۔ اس نے بڑی جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کر اسیر ہو گیا اور سلطان شاہ نے اسے آہنی پنجرے میں بند کر دیا جب شہاب الدین کو فتح ہوئی تو قطب الدین اسی طرح پنجڑے میں بن اس کے سامنے پیش کیا گیا چونکہ اس کی بہادری سے گرفتار ہو جانے کا قصہ سلطان کے گوش گزار ہو چکا تھا لہٰذا اور بھی قدر افزائی کی۔ یہاں تک کہ جب دہلی اور اجمیر کے راجہ نے شکست کھائی تو اس کو اپنا نائب اور سپہ سالار بنا کر ہندوستان میں چھوڑا قطب الدین ایبک نے چودہ سال تک اپنے آقا معز الدین کی طرف سے حکومت کی۔ اور اس زمانہ نیابت میں اپنی فتوحات وطرز انتظام سے کافی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اس کی سلطنت کے زمانے میں صرف یہی ایک واقعہ پیش آیا کہ تاج الدین یلدوز جو ہندوستان کو غزنین کا ایک صوبہ سمجھتا تھا اپنا استحقاق ظاہر کرنے کے واسطے ۶۰۳ھ..... ۱۲۰۸ء میں غزنین پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور چالیس روز تک اس صوبہ پر حکومت کر کے عیش وعشرت منائی۔ مگر اس کی اس چالیس ہی دن کی عیش پرستی میں یلدوز نے بہت بڑی فوج اکٹھا کر لی اور امرائے غزنین سے سازش کر کے ایسا حملہ کیا کہ قطب الدین کو مجبوراً لاہور بھاگ جانا پڑا۔ سلطان محمود شاہ جانشین غیاث الدین وشہاب الدین نے چتر شاہی اور تمغہ بھیج کر اسے مستقل بادشاہ ہند تسلیم کر لیا۔ چار سال چند ماہ بادشاہ رہا اور بہت ہی عدل وانصاف سے سلطنت کی۔ اس کی بنوائی ہوئی مسجد جسے اس نے اپنے

آقا کے حکم سے بنوایا تھا بہت ہی مشہور ہے اور قصر سفید جس کا اب نشان سوا کتابوں کے کہیں نہیں پایا جاتا اسی نے تعمیر کیا تھا۔ ۶۰۷ھ......۱۲۱۰ء میں بمقام لاہور چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر مر گیا اور وہیں دفن ہوا۔ اس نے سکہ اپنے آقا شہاب الدین ہی کا جاری رکھا۔

(۲) آرام شاہ بن قطب الدین ایبک (۶۰۷ھ۔۱۲۱۰ء)

باپ کے مرنے پر باتفاق امرا سریر آرائے سلطنت ہوا مگر پورا سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کی سلطنت چار ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ اور ہندو راجاؤں نے الگ فساد برپا کیا۔ امرا نے جب اس کی نااہلی دیکھی تو التمش کو جو قطب الدین کا داماد متبنیٰ تھا بلایا۔ اس نے امیر علی اسمٰعیل سپہ سالار اور امیر علی داود دیلمی سے مل کر آرام شاہ کو شکست دی اور تخت و سلطنت پر خود قابض ہوگیا۔ آرام شاہ نے چند دنوں کے بعد وفات پائی اس کی مدت سلطنت کچھ کم ایک سال تھی۔ اس کے وقت میں سلطنت کے جو چار ٹکڑے ہوگئے تھے ان کی تفصیل یہ ہے (۱) مملکت سندھ ناصر الدین قباچہ کے تصرف میں۔ (۲) مملکت بنگال ملوک خلجی کے قبضے میں۔ (۳) مملکت لاہور پر کبھی تاج الدین یلدز نے سکہ جمایا اور کبھی ناصر الدین قباچہ نے حکمرانی کی۔ (۴) مملکت دہلی جس کا مالک شمش الدین التمش ہوا۔ اس کے سکے پر مندرجہ ذیل الفاظ نقش تھے۔ ''ابو المظفر آرام شاہ سلطان''

(۳) سلطان شمش الدین التمش بن ایلم خان (۶۳۴ھ۔۶۰۷ء)

یہ بھی ایک ترکی غلام تھا جسے قطب الدین نے شہاب الدین کو اجازت سے خرید کر اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا پہلے قطب الدین نے اسے گوالیار کی حکومت دی اور پھر بدایوں کا ناظم بنایا۔ گھکروں کی لڑائی میں اس کے کارنمایاں دیکھ کر شہاب الدین غوری نے اس کو خلعت سے سرفراز کیا اور قطب الدین کی لڑکی سے عقد کردیا۔ ۶۰۷ھ۔۱۲۱۱ء میں دہلی کے تخت پر اس نے سلطان شمش الدین کے نام سے جلوس کیا اور ان امرا کو جو اس کے

خلاف تھے سزائیں دے کر حاکم اڑیسہ کو مطیع کیا۔ تاج الدین یلدز نے جو اپنے خیال میں اب بھی ہندوستان کو غزنین کا ایک صوبہ سمجھتا تھا چتر و علم بھیج کر التمش کو سلطان کا لقب دیا۔ مگر ۶۱۲ھ میں جب خوارزم شاہ کے مقابلے سے بھاگ کر ہندوستان آیا اور یہاں اپنی جدید سلطنت قائم کرنا چاہی تو التمش نے اسے تراین میں شکست دے کر گرفتار کر لیا خوارزم شاہ نے غزنین کو فتح کر کے ہندوستان کا قصد کیا۔ مگر اٹک کے پار نہ ہوا تھا کہ ناصر الدین قباچہ سے مقابلہ ہوا۔ اور ہنوز لڑائی کا فیصلہ نہ ہوا تھا کہ چنگیز خان [1] (چنگیز خان [1] ۵۵۰ھ میں پیدا ہوا۔ یہ مغلوں کا چھوٹا سردار تھا مگر اس نے تاتاریوں کے چھوٹے چھوٹے جتھوں کو دبا کر بہت بڑی فوج تیار کر لی اور مسلمانوں کے ملکوں پر ٹوٹ پڑا اس کی یورش دوسرے طوفان نوح کے نام سوموسوم ہے یہ لوگ کسی دین پیرو نہ تھے ان کا مذہب اگر چہ تھا تو یہ تھا کہ انسانوں کو قتل کر کے ملک کو بے چراغ کر دیں پہلے پہل یہ بلا خوارزم شاہ پر نازل ہوئے جس نے چنگیز خان کے ایلچیوں کو قتل کر کے یہ آفت مول لی نتیجہ یہ ہوا کہ ملک اور سلطنت اس آفت سے نہ بچ سکا اور اسے مغلوں نے خوب جی بھر کے لوٹا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن سندھ کے کسی مقام میں ذخیرے کی کمی دیکھ کر دس ہزار قیدی قتل کر ڈالے حالانکہ مغلوں کا مطلب ان کے چھوڑ دینے سے بھی نکل سکتا تھا چنگیز خان کے ایک سردار کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے دریائے سندھ کو پار کر کے جلال الدین خوارزم کا تعاقب کیا تھا۔) بلائے بے درمان کی طرح خوارزم کے علاقے پر نازل ہوا اور خوارزم شاہ اپنا ملک بچانے کو واپس گیا۔ ۶۱۴ھ میں ناصر الدین قباچہ اور التمش سے ایک بڑی لڑائی ہوئی جس میں ناصر الدین قباچہ نے شکست پائی مگر ایک سندھ پر قبضہ قباچہ ہی کا رہا۔

۶۱۸ھ...... ۱۲۲۱ء میں جب آخری بادشاہ خوارزم جلال الدین مغلوں نے اس کی سلطنت سے نکال دیا تو اس نے ہندوستان کا رخ کیا یہاں پہنچ کر اس نے مغلوں سے دریائے سندھ کے کنارے ایک آخری لڑائی ہوئی جس میں جلال الدین کو شکست ہوئی وہ تیروں کی مار کھاتا ہوا دریائے سندھ کے اس پار نکل آیا اور پنجاب میں اپنی سلطنت قائم کرنا چاہی التمش کو ان واقعات سے اندیشہ ہوا۔ لاہور کی حفاظت کے لیے وہ

خود وہاں جا پہنچا۔ اور خوارزم شاہ کے پاس کہلا بھیجا کہ یہاں کی آب وہوا آپ کے مزاج کے موافق نہ ہوگی۔ اس بات کا مطلب سمجھ کر اس نے اپنا رخ ملتان کی جانب کر دیا۔ مغلوں نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ بیالیس دن شہر ملتان میں گھرے پڑے رہے مگر محاصرہ نہ توڑ سکے۔ آخر غزنین کی جانب سے واپس گئے۔ اور جلال الدین کیچ اور مکران ہوتا ہوا خوارزم کی طرف واپس گیا۔ اس طرح ہندوستان چنگیزی طوفان سے بچ گیا۔ التمش نے ۶۲۲ھ میں ملک بنگالہ کو فتح کرکے اپنے بیٹے ناصر الدین کے سپرد کیا۔ ۶۲۳ھ میں رنتھبور کا زبردست قلعہ جس کی نسبت مشہور تھا کہ اس کو بہتر بادشاہ فتح نہ کر سکے اور یکے بعد دیگرے محاصرہ کرکے ناکامیاب واپس گئے فتح کیا۔ ۶۲۴ھ میں قلعہ مانڈو جو مالودہ کا نامی شہر تھا لے لیا۔ ۶۲۵ھ میں ناصر الدین قباچہ سے پھر مقابلہ ہوا۔ قباچہ نے شکست کھا کر بھکر کے قریب دریائے سندھ میں ڈوب کر جان دی اور اس کا سارا ملک التمش کے قبضے میں آگیا۔ ابو جعفر المنظر باللہ نے التمش کو خلعت خلافت بھیج کر ہندوستان کو ایک جداگانہ سلطنت تسلیم کرلیا۔ اور اس خوشی میں بہت بڑا جشن منایا گیا۔ اسی سال ناصر الدین بن التمش حاکم لکھنوتی کا انتقال ہوا اور اس غم میں سارا ملک چند دنوں تک ماتم کدہ بنا رہا۔ ۶۲۷ھ میں پھر لکھنوتی پر فوج کشی ہوئی اور وہاں کا حاکم گرفتار کرکے سارا ملک بنگال دہلی کی حکومت میں شامل کرلیا گیا۔ ۶۲۹ھ میں گوالیار کا قلعہ گیارہ ماہ کے محاصرہ کے بعد دوبارہ فتح ہوا۔ ۶۳۲ھ میں بھلیہ اور اجین کو فتح کرکے ملک مالودہ ہندوستان کی سلطنت میں شامل کرلیا گیا۔ ۶۳۲ھ میں التمش چھبیس سال سلطنت کرکے راہی ملک بقا ہوا۔ اور قلعہ رائے پتھورا میں مسجد قوۃ السلام کی پشت پر دفن ہوا۔

اس کی مشہور اور عجائب روزگار یادگار قطب مینار ہے جو بہت ہی خوش قطع بنی ہوئی ہے اور ساری سنگ سرخ کی ہے مگر اس کی چوتھے کھنڈ میں سنگ مرمر بھی لگایا گیا ہے۔ اس کی گلکاری اور منبت کاری دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اس مینار کے سات حصے ہیں اور اسی وجہ سے اس کا نام منارہ ہفت منظر تھا۔ پہلا حصہ اس لاٹ کا بتیس گز چند انچ۔ دوسرا سترہ گز کچھ انچ۔ تیسرہ تیرہ گز۔ چوتھا آٹھ گز کچھ انچ۔ اور پانچواں سوا آٹھ گز کا ہے چھٹا اور ساتواں حصہ اب نہیں باقی رہا۔ پانچوں حصے جو اب باقی ہیں تقریباً ۸۰ گز بلند ہیں مگر

جب ساتوں کھنڈر موجود تھے تو اس کی اونچائی پورے نلوگز کی تھی اس مینار کے نیچے والے حصے کا دور پچاس گز اور سب سے بلند حصہ کا دور دس گز ہے۔ یہ مینار اندر سے خالی ہے جس میں اوپر چڑھنے کے لیے پیچدار سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں سیڑھیوں کی تعداد پہلے درجہ میں ایک سو چھپن۔ دوسرے میں اٹھتر۔ تیسرے میں باسٹھ۔ چوتھے اور پانچویں میں اکتالیس اکتالیس ہیں۔ غرض یہ کہ موجودہ مینار کی کل سیڑھیاں تین سو اٹھتر ہیں حوض شمسی بھی اس کی مشہور یادگار تھا۔ یہ حوض سنگ مرمر سے بنایا گیا تھا مگر اب پتھر وغیرہ باقی نہیں رہے۔ ایک تالاب کی صورت میں رہ گیا ہے جس کا رقبہ تخمینا دو سو چھتر بیگ پختہ ہے اور اسی سے اس حوض کی عظمت کا اندازہ ہوسکتا ہے اس نے اپنے مرحوم بیٹے ناصرالدین حاکم لکھنوتی کا مقبرہ بھی دہلی میں بڑے اہتمام سے بنوایا تھا اس کے اندر چاروں طرف مکان ہیں اور پچھم طرف ایک چھوٹی اور بہت ہی خوبصورت مسجد خالص سنگ مرمر کی ہے۔ عمارت کے وسط میں ایک غار ہے اس پر ستون کھڑے کر کے چھت پاٹ دی گئی ہے اور چھت پر سات فٹ ساڑھے سات انچ کا اونچا مثمن چبوترہ بنا دیا ہے۔ دروازہ اس مقبرے کا سنگ مرمر کا ہے اور اس پر آیات قرآنی بخط نسخ وکوفی لکھی ہوئی ہیں۔ چار دیواری سنگ خارا کی ہے چاروں کونوں پر چار برج ہیں اور دروازہ میں بائیس سیڑھیاں ہیں۔

التمش کا مقبرہ باہر سے سنگ خارا کا اور اندر سے سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے جس پر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ اور منبت کاری ہے۔ اکثر لوگ اس پر متفق ہیں کہ یہ مقبرہ رضیہ بیگم نے اپنے زمانہ سلطنت میں تعمیر کرایا تھا سارا شمالی ہندوستان مع مالودہ کے اس کے زیر فرمان تھا۔ سکہ اس بادشاہ کا جو رائج تھا مندرجہ ذیل ہے۔ (۱) السلطان الاعظم شمس الدنیا والدین ابو المظفر التمش السلطان اور تانبو کے دو سکوں میں سے ایک پر شمس اور دوسرے پر التمش منقوش تھا۔

(۴) سلطان رکن الدین فروز شاہ بن سلطان التمش:

(۶۳۳-۶۳۴ھ......۱۲۳۶ء)

یہ اپنے باپ کے بعد وارث مملکت ہوا اور چند ہی دنوں میں قطب الدین اور التمش

کا جمع کیا ہوا خزانہ عطا و بخشش اور عیش و طرب میں صرف کر دیا۔ سلطنت کا انتظام اپنی ماں پر جو ایک ترکی کنیز تھی چھوڑ دیا۔ اس نے ان بیگمات کو جو التمش کے نکاح میں تھیں پرانی عداوتوں کی بنا پر مار ڈالا۔ اور التمش کے چھوٹے بیٹے قطب الدین کو بھی قتل کر ڈالا۔ ان ناحق خونوں سے رعایا برہم ہو گئی۔ سب سے پہلے غیاث الدین نے جو بادشاہ کا بھائی اور اودھ کا حاکم تھا اطاعت سے انکار کیا اور لکھنوتی سے جو خزانہ دہلی کو آتا تھا لوٹ لیا۔ اس کے بعد دیگر امرا اور حکام خط و کتابت کر کے مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ اور ہر طرف سے بغاوت شروع کر دی رکن الدین ان لوگوں کا فتنہ مٹانے کو لاہور کی طرف گیا اور امرا نے قلعہ رائے تھپورا میں جمع ہو کر رضیہ بیگم کو تخت پر بٹھایا اور اس نے رکن الدین کی ماں کو قید کر کے سلطنت شروع کی۔ رکن الدین یہ خبر سن کر دہلی واپس آیا اور کیلو کھڑی کے میدان میں بعد جنگ گرفتار ہو کر قید ہوا۔ اسی قید کی حالت میں ۶۳۵ھ میں مر گیا اور ملک پور میں دفن ہوا۔ اس کے مدفن پر آٹھ ستون کا ایک مقبرہ بنا ہے۔ مدت سلطنت چھ ماہ آٹھائیس دن۔

ابن بطوطہ نے اس کے متعلق جو واقعہ لکھا ہے وہ زیادہ دلچسپ ہے وہ تحریر کرتا ہے کہ جب بادشاہ نے اپنے چھوٹے بھائی کو مار ڈالا تو رضیہ بیگم نے لعنت ملامت کی اور وہ اس کے خون کا بھی پیاسا ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ جمعہ کی نماز پڑھنے کو مسجد میں گیا تو رضیہ بیگم فریادیوں کے لباس میں ایک کوٹھے پر چڑھی جو جامع مسجد کے سامنے تھا اور اہل مسجد سے خطاب کر کے کہا بادشاہ نے میرے چھوٹے بھائی کو مار ڈالا اور میرے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ لوگوں کو اپنے باپ کے احسانات بھی یاد کروائے یہ سنتے ہی لوگ رکن دین کو گرفتار کر کے رضیہ بیگم کے سامنے لائے اور اس نے اپنے بھائی کے انتقام میں اسے قتل کر کے خود تخت پر جلوس کیا۔ اس بادشاہ کا سکہ ''السلطان المعظم رکن الدین ابن السلطان تھا۔''

(۵) ملکہ دوران بلقیس جہان رضیہ سلطان بن التمش:

۶۳۴ـ۶۳۷ ......۱۲۳۶ـ۱۲۳۹ء

اس ملکہ میں وہ سب خوبیاں تھیں جو کسی اچھے بادشاہ میں ہونی چاہیں ہیں۔ ۶۳۴ھ۔ ۱۲۳۶ء میں پردہ سے نکل کر اور مردانہ لباس تن کر کے تخت سلطنت پر جلوہ

افروز ہوئی۔ التمش کا بنایا ہوا قانون پھر رائج کیا۔ نظام الملک جنیدی وزیر السلطنت نے اس کے خلاف ہو کر بہت سے امرا کو اپنا شریک کر لیا اور مخالفت پر کمر باندھی مگر رضیہ نے مردانہ وار مقابلہ کر کے سب کو کفران نعمت کی سزا دی۔ قلعہ تنھبور میں التمش کی وفات کے بعد وہاں کا سردار بہت سے مسلمانوں کے ساتھ محصور ہو گیا تھا اس کی مدد کو فوج بھیج کر اسے حصار سے باہر نکالا اور قلعہ کو ویران کر دیا۔ اس زمانے میں امیر جمال الدین یاقوت حبشی کو اس کی بارگاہ میں زیادہ تقرب ہو گیا۔ اور وہ امیر الامرائی کے معزز لقب سے فائز ہوا۔ جمال الدین کے اس عروج کو امراؤ سرداران ترک نے نامناسب جانا اور رضیہ بیگم سلطان کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ پہلے پہل ۶۳۷ھ۔ ۱۲۳۹ء اعزاز الدین حاکم لاہور نے علم مخالفت بلند کیا اور رضیہ نے اس کے سر پر پہنچ کر اطاعت پر مجبور کر دیا۔ پھر اسی سال ملک التونیہ حاکم بھٹنڈہ نے مخالفت پر کمر باندھی اور رضیہ اس کی سرکوبی کے واسطے بھی لشکر و امرائے کبار کے دہلی سے روانہ ہوئی راستہ میں موقع پا کر امرائے نے یاقوت حبشی کو قتل کر ڈالا۔ رضیہ کو گرفتار کر کے ملک التونیہ کے پاس قلعہ بھٹنڈہ میں بھیج دیا۔ اور خود دہلی میں واپس آ کر بہرام شاہ کو تاج و تخت کا مالک بنایا۔ مگر رضیہ بیگم کب چپکے بیٹھنے والی تھی۔ اس نے ملک التونیہ سے نکاح کر کے گھکروں اور جاٹوں کی فوج جمع کی اور دہلی پر حملہ آور ہوئی۔ بہرام شاہ نے بلبن کو بہت بڑے لشکر کے ساتھ مقابلہ پر بھیجا۔ اس معرکہ میں رضیہ بیگم کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر پھر بھٹنڈہ میں رہی۔ اور دوبارہ لشکر جمع کر کے دہلی کی طرف روانہ ہوئی۔ مگر مقام کیتھل میں بلبن نے اسے دوبارہ شکست دی یہ دونوں میاں بیوی بھاگے جا رہے تھے کہ راستہ میں چند زمینداروں نے ان کو گرفتار کر کے بہرام شاہ کے پاس بھیج دیا۔ اور بہرام شاہ نے ان کو قتل کر ڈالا۔ رضیہ کی مدت سلطنت ساڑھے تین سال چھ دن تھی۔ اس کے سکے پر یہ اتفاق منقوش تھے "سلطان الاعظم جلالت الدنیا والدین ملکتہ النبشر التمش السلطان محبوب امیر المومنین"

ابن بطوطہ نے اس کے مارے جانے کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ جب رضیہ دوبارہ شکست کھا کر بھاگی تو راستہ میں بھوک سے پریشان ہوئی اور ایک کسان کو ہل جوتتے دیکھ کر اس سے کچھ کھانے کو مانگا۔ کسان نے سوکھی روٹی کا ٹکڑا دیا جسے کھا کر وہیں

سوگئی۔ معمولی کپڑوں کے نیچے اس کی مرصع قبا تھی جو سوتے میں کھل گئی کسان قریب آیا تو اسے اس کے عورت ہونے کا پتہ لگ گیا۔ اور اس نے سوتے ہی اس کو قتل کر کے لباس اور گھوڑے پر قبضہ کرلیا اور لاش کو کھیت میں دبا دیا۔ پھر اس کے کپڑوں کو بازار میں بیچنے گیا تو کوتوال نے اس قیمتی لباس کو اس حقیر کسان کی شان کے خلاف دیکھ کر اس سے اصل حقیقت دریافت کی۔ اس نے قتل کا اقرار کر کے اسے اس کھیت میں لے جا کر کھڑا کر دیا۔ کوتوال نے اس گڈھے میں سے رضیہ بیگم کی لاش کو نکال کر غسل دیا اور کفن پہنا کر دفن کیا۔ اس کے مدفن پر جو شہر شاہجہاں آباد میں بلبلے خانے کے محل میں ترکمان دروازے کے پاس ہے ایک اچھا مقبرہ تعمیر کیا گیا مگر اب سوائے ٹوٹی پھوٹی چار دیواری اور شکستہ قبر کے کچھ نشان باقی نہیں ہے۔

طبقات ناصری میں رضیہ کی ابتدائی سلطنت کا ایک یہ بھی حادثہ لکھا ہے کہ ۶۳۴ھ میں قرامطہ وملاحدہ کا ایک بڑا گروہ چاروں طرف سے آ کر دہلی میں جمع ہو گیا۔ اور اہل سنت کو ناصبی اور خارجی کہہ کر عوام الناس کو ابو حنفیہ اور امام شافعی کی عداوت پر برا نگیختہ کرنے لگا۔ پھر ایک دن یہ گروہ مجتمع ہو کر جامع مسجد پر چڑھ آیا اور سیکڑوں مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ شور و ہنگامہ سن کر شہر کے بہت سے مسلمان ہتھیار لے کر موقع پر پہنچے اور ملاحدہ اور قرامطہ کا قتل شروع ہوا۔ چنانچہ ایک لحد و قرمطی بھی زندہ نہ بچا۔

(۶) سلطان معز الدین بہرام شاہ بن سلطان التمش با تفاق امرا وملوک:

۶۳۷ھ ۱۲۳۹ء میں تخت نشین ہوا اور جھگڑوں کے جو رضیہ کے ساتھ پیش آئے بے کھٹکے حکومت کرنے لگا۔ مگر سارے امور سلطنت نظام الملت مہذب الدین اور اختیار الدین کے ہاتھ میں تھی۔ ان لوگوں نے اپنے واسطے وہ باتیں اختیار کیں جو بادشاہوں کے واسطے مخصوص تھیں۔ بہرام شاہ نے ان کی ان حرکتوں سے ناراض ہو کر اپنے دو ترک غلاموں کو حکم دیا کہ دیوانہ بن کر ان دونوں کا کام تمام کر دیں۔

چنانچہ ایک دن قصر سفید میں دربار کے وقت میں وہ دونوں غلام مستانہ انداز سے

گھس پڑے۔ اختیار الدین تو جان سے مارا گیا مگر نظام الملت کے صرف دو زخم آئے تھے کہ امرائے ہجوم نے اسے چھڑا لیا۔ بہرام شاہ اب بھی آزاد نہ ہوا۔ اس لیے کہ اس واقع کے بعد ملک بدر الدین سنقر رومی امیر حاجب نے اپنا سکہ جما لیا۔ جب مہذب الدین اچھا ہو کر آیا تو بدر الدین نے اس پر بھی اپنی حکومت کرنا چاہی بہرام شاہ اس پر ناراض ہوا تو بدر الدین نے چاہا کہ اسے تخت ہی سے اتار دے۔ چنانچہ اس امر کے طے کرنے کے واسطے امرائے کبار کا ایک جلسہ صدر الملک تاج الدین کے مکان پر گیا۔ صدر الملک نے چاہا کہ وزیر مہذب الدین بھی شریک جلسہ ہو۔ اور اسے لینے کو اس کے مکان پر گیا۔ اتفاق سے جس وقت صدر الملک نے اپنے آنے کی اطلاع کی۔ اس وقت بادشاہ کا ایک خاص مصاحب وزیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وزیر نے اسے ایسی جگہ پوشیدہ کر دیا جہاں سے وہ سب باتیں سن سکے۔ صدر الملک آیا اور انقلاب سلطنت کے بارہ میں جو مشورے طے ہونے والے تھے۔ دہرائے نظام الملک نے تھوڑی دیر بعد آنے کا وعدہ کر کے اسے رخصت کیا اور اسی مصاحب کے ذریعے سے بادشاہ کو کل حالات کی خبر کر کے مشورہ دیا کہ جلسے کے مقام پر پہنچ کے جلسے کو منتشر کر دے۔ (تاریخ فرشتہ میں ہے کہ اس جلسہ کی اطلاع بادشاہ کو صدر الملک ہی نے کی)۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں بدر الدین کو حاکم بدایوں بنا کر ادھر روانہ کیا۔ اور دیگر امرا جو شریک جلسہ تھے ان میں سے بعض معزول ہوئے اور بعض دور دراز مقاموں پر بھیج دیے گئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد بہرام شاہ نے بدر الدین کو قتل کر کے باقی اہل جلسہ کو بھی سخت سخت سزائیں دیں اور ان سزاؤں کا حال سن کر ساری رعایا بادشاہ سے خائف ہو گئی۔ ۶۳۹ھ میں چنگیزی فوجوں نے لاہور کا محاصرہ کر لیا۔ قراقس حاکم لاہور نے چند روز تک مقابلہ کیا مگر جب اہل لاہور نے اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو ایک روز رات کو معہ اپنے لشکر کے شہر سے نکل کے دہلی کی طرف چلا آیا۔ لاہور پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور اہل اسلام بری طرح سے مارے اور قید کیے گئے۔ بہرام شاہ نے یہ خبر سنی تو اکابر سلطنت سے مشورہ کر کے مہذب الدین نظام الملت کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ مغلوں کے دفع کرنے کو روانہ کیا۔ دریائے بیاس کے قریب پہنچ کر نظام الملت کو اپنے زخم یاد آئے۔ اور بہرام شاہ سے بدلہ

لینے کی یہ چال کی کہ اس کو اس مضمون کی ایک عرض داشت لکھی کہ ''ترکوں کا لشکر میرے خلاف ہے لہٰذا آپ خود تشریف لائیں یا ان کی سزا دہی کے بارے میں فرمان صادر فرمائیں'' بادشاہ نے جواب لکھا ''مصلحت وقت دیکھ کر تم اس وقت اپنا کام نکالو بعدازاں میں ان لوگوں کو سخت سزائیں دوں گا۔'' جب یہ فرمان پہنچا تو نظام الملت نے سارے لشکر کو جمع کر کے وہ فرمان شاہی سنا دیا اور وہ سزائیں یاد دلائیں جو بادشاہ نے بدر الدین وغیرہ کو دی تھیں۔ پھر فوج کو اس بات پر راضی کیا کہ واپس چل کر بادشاہ کو تخت سے اتار دیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے واپس آ کر بادشاہ کو دہلی میں محصور کر لیا اور ساڑے تین مہینے کے محاصرہ کے بعد ۶۳۹ھ میں بہرام شاہ کو گرفتار کر کے قید خانے میں مار ڈالا۔ اس کی مدت سلطنت دو سال ڈیڑھ ماہ تھی اس کا مقبرہ بھی ملک پور میں ہے اور سکہ ''السلطان الاعظم علاؤ الدنیا والدین'' تھا۔

(۷) سلطان علاؤ الدین مسعود شاہ بن سلطان رکن الدین فیروز شاہ (۶۴۴۔۶۳۹ھ......۱۲۴۵۔۱۲۴۱ء)

جب زمانے نے بہرام شاہ سے مخالفت کی تو ملک اعز الدین بلبن بزرگ نے تخت دہلی پر جلوس کیا مگر امرا راضی نہ ہوئے اور انہوں نے علاؤ الدین مسعود شاہ کو جو قصر سفید میں قید تھا آزاد کر کے تمام ملک کے سیاہ وسفید کا مالک کر دیا۔ یہ بہت ہی رحم دل تھا۔ اس نے اپنے چچا ناصر الدین کو قید سے آزاد کر کے علاقہ بہڑائچ کا حاکم مقرر کیا۔ اور دوسرے چچا جلال الدین کو قید سے نکال کر قنوج کا حاکم بنایا۔ اس کے عہد کا سب سے مشہور واقعہ مغلوں کی وہ یورش ہے جو ۶۴۲ھ......۱۲۴۴ء میں تبت اور خطا کی طرف سے اس راستے سے ہوئی جس راستے میں بختیار خلجی نے تبت اور خطا پر حملہ کیا تھا۔ دہلی سے ایک قہار لشکر مقابلے کو گیا۔ اور مغلوں کو شکست دی مغلوں نے پھر دوسرا حملہ ۶۴۳ھ......۱۲۴۵ء میں قندہار کی طرف سے سندھ پر کیا۔ بادشاہ خود مقابلے کو گیا۔ سامنا نہ ہوا تھا کہ مغلوں نے راہ فرار اختیار کی۔ اور سلطان کامیاب وبامراد دہلی واپس آیا۔ اب اس کی عادتیں شراب کی کثرت سے خراب ہو گئی تھیں لہٰذا امرا نے مشورہ کر کے اس

کے چچا ناصر الدین محمود کو بہرائچ سے طلب کر کے بادشاہ بنایا اور اسے قید کر دیا۔ اور اسی قید خانے میں اس نے وفات پائی۔ مدت سلطنت چار سال ایک ماہ اس کے سکے جو دستیاب ہوئے یہ ہیں۔ (۱) سلطان الاعظم علاؤ الدنیا والدین ابوالمظفر مسعود شاہ (۲) السلطان الاعظم علاؤ الدنیا والدین۔

(۸) سلطان عادل ناصر الدین محمود بن سلطان التمش:

(۶۶۴_۶۴۴ھ......۱۲۶۵_۱۲۴۶ء)

بہرائچ سے آکر اپنے موروثی تاج وتخت کا مالک ہوا۔ یہ بادشاہ بہت بڑا عابد ومتقی اور فیاض تھا خزانہ شاہی سے کبھی ایک پیسہ بھی اپنے ذاتی اخراجات کے لیے نہیں لیا۔ قرآن شریف کی کتابت پر گزر کرتا۔ ایک مرتبہ اس کی بیوی نے شکایت کی کہ روٹیاں پکانے میں میرے ہاتھ جلتے ہیں ایک لونڈی خرید دیجیے تو اس نے صبر وشکر کی ہدایت کی۔ ایک امیر نے اس کو لکھا ہوا قرآن شریف زیادہ قیمت دے کر خرید لیا تھا اسی وقت سے اس نے مخفی طور پر قرآن لکھ کر ہدیہ کرنا شروع کیے اس نے بلبن کو خان اعظم کا خطاب دے کر وزیر مملکت بنایا اور کل کاروبار اس کے سپرد کر کے ہدایت کی کہ کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے خدا کے روبرو شرمندگی ہو۔ جلوس کے پہلے ہی سال میں ایک لشکر مرتب کر کے سندھ گیا اور گھکروں کو جو مغلوں کے شریک ہوجایا کرتے تھے سخت سزائیں دیں۔ اور شیر خان کو جو بلبن کا چچا زاد بھائی تھا خان معظم کا خطاب دے کر سرحدی صوبے کا حاکم مقرر کیا۔ ان ہندو راجاؤں کو مطیع کیا جو خودسری کا دم بھرنے لگے تھے۔ ۶۴۹ھ میں حاکم اوچھ اور ناگور نے بغاوت کی۔ مگر جب سلطان لشکر لے کر پہنچا تو وہ معافی مانگ کر مطیع ہوا۔ اسی سال نزور کے راجہ نے جس کا شہر بند ھلکھنڈ کے پہاڑوں میں تھا اطاعت سے منہ پھر کر پانچ ہزار سواروں اور دو لاکھ پیدلوں سے آکر مقابلہ کیا مگر شاہی فوج سے شکست کھا کر بھاگا۔ بادشاہ نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کر کے فتح کر لیا۔ اور وہاں سے علاقہ چندیری اور مالودہ کا انتظام کرتا ہوا دہلی واپس آیا۔ اسی سال شیر شاہ نے غزنین کو مغلوں سے فتح کر کے سلطان ناصر الدین کا سکہ وخطبہ جاری کیا۔ ۶۵۱ھ

میں عمادالدین ریحانی نے پہلے تو بلبن کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو بادشاہ کے مزاج کو اس سے منحرف کر کے اس کو علاقہ بانسی کی حکومت پر بھجوا دیا۔ اور خود وزارت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت میں طرح طرح کی ردو بدل شروع کردی۔ جب بے انتظامی شروع ہوئی تو مختلف صوبوں کے حاکموں نے کہرام میں جمع ہوکر بادشاہ کو عمادالدین کے برطرف کرنے کی درخواست لکھی اور جب وہ ہٹا دیا گیا تو جملہ حاکموں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر نذریں دیں اور خلعت سے سرفراز ہوکر اپنے اپنے علاقوں کو واپس گئے۔ بلبن پھر وزیر سلطنت مقرر ہوا ۶۵۳ھ میں قتلغ خاں حاکم اودھ و عمادالدین حاکم بدایوں و اعزالدین کشلیخان حاکم سندھ و بعض دیگر امرا نے بغاوت کی۔ عمادالدین لڑائی میں قتل ہوا اور قتلغ خان بھاگ کر چیت پور چلا گیا۔ ۶۵۵ھ میں راجہ چیت پور کی بہت سی فوج لے کر کشلیخان حاکم سندھ کے پاس گیا اور دونوں اتفاق کر کے دہلی کی فتح کو چلے۔ ناصرالدین نے شاہی لشکر روانہ کیا دہلی کے اکثر امرا نے قتلغ خان و کشلیخان کے پاس خفیہ خطوط بھیج کر خواہش کی کہ تم بجائے شاہی لشکر سے لڑنے کے یکبارگی دہلی پر آپڑو اور ہم لوگ یہاں ایسا انتظام کریں گے کہ فوراً تمہارا قبضہ ہو جائے گا۔ اس سازش کی خبر سلطان کو ہوگئی اور سازش کرنے والوں کو ان سے اسیر کرلیا۔ ادھر قتلغ خان اور کشلیخان جو بادشاہ کی اس کاروائی سے غافل تھے مع لشکر کے یلغار کرتے ہوئے دہلی آپہنچے اور یہاں کی حالت خلاف امید دیکھ کر متفرق ہوگئے۔ قتلغ خان کا تو پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا مگر کشلیخان کو خان اعظم الغ خان کی سفارش سے پھر حکومت سندھ نصیب ہوئی اسی سال کے آخر میں ملتان و اوچھ کے اطراف میں مغلوں نے پھر حملہ کیا۔ مگر شاہی فوج کی آمد کا حال سنتے ہی فرار ہوگئے۔ ۶۵۶ھ......۱۲۵۸ء میں ناصر الدین نے کڑہ مانک پور جا کر ارسلان خان اور قتیج خان کی بغاوت فرد کی۔ حسب الحکم سلطان خان اعظم نے کوہ پایہ وسوالک و رنتھمبور کے راجاؤں پر چڑھائی کی ان لوگوں نے بڑی بڑی فوجوں سے مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ الغ خان نے یہ دیکھ کر پہاڑوں میں ان سے پیش پانا مشکل ہے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور منادی کردی کہ جو شخص ان لوگوں میں سے کسی کو زندہ پکڑ لائے گا تو اس کو فی کس دو تنگہ اور جو سر کاٹ

کے لائے گا اس کو ایک تنگہ انعام ملے گا۔ اس اشتہار سے ہزاروں آدمی زندہ پکڑے گئے اور ہزاروں قتل ہوئے جب راجاؤں نے یہ حالت دیکھی تو مجبوراً پہاڑوں سے اتر کے اور جان پر کھیل کے ایک سخت مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اس لڑائی میں دو سو پچاس سردار گرفتار ہوئے۔ جو دہلی میں لا کر قتل کیے گئے اور دس ہزار سے زیادہ میواتی مارے گئے۔

اسی سن میں ہلاکو خان کا ایلچی دہلی میں آیا۔ جس کا بہت بڑے ساز و سامان سے استقبال کیا گیا۔ قصر سفید میں ناصر الدین اس سے ملا۔ اس دربار کی شان و شوکت دیکھ کر ایلچی کے حواس جاتے رہے اکثر مورخین کا خیال ہے کہ اسی ساز و سامان اور اسی شان و شکوہ نے ہلاکو خان کو ہندوستان آنے سے باز رکھا۔ بیس سال چند ماہ سلطنت کر کے سلطان ناصر الدین راہی ملک بقا ہوا۔ اس کے عدل و رحکم کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں جو بخیال طوالت چھوڑ دی گئیں۔ دربار میں بہت سے عالم و فاضل جمع تھے۔ قاضی منہاج السراج نے اپنی مشہور تاریخ اسی بادشاہ کے وقت میں لکھی اور اسی کے نام موسوم کر کے اس کا نام طبقات ناصری رکھا۔ اس کے سکے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) السلطان الاعظم ناصر الدنیا ابو المظفر محمود بن سلطان۔

(۲) سلطان الاعظم ناصر الدنیا والدین۔

(۹) سلطان غیاث الدین بلبن (۶۸۵۔۶۶۴ھ۔......۱۲۸۰۔۱۲۶۵ء)

چونکہ ناصر الدین کی کوئی اولاد نہ تھی لہٰذا بلبن مخالفت و مزاحمت میں تخت نشین ہوا۔ یہ شمس الدین التمش کے ان چالیس غلاموں میں سے تھا جو چہل گانی کے نام سے مشہور ہیں اور ان لوگوں نے التمش کی وفات کے بعد جمع ہو کر ہندوستان کو آپس میں تقسیم کر لینے کا قول و قرار کیا تھا۔ مگر ہر شخص نے انا ولا غیری کی آوازہ لگائی۔ لہٰذا آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ بلبن نے بادشاہ ہوتے ہی اس گروہ کی طرف توجہ کی اور عہد و پیمان کو طاق پر رکھ کر ان لوگوں کو حکومت و منصب سے معزول کیا اور فرمان جاری کیا کہ ان کو کوئی ملکی عہدہ نہ ملے اور اگر غلطی سے کوئی شخص مقرر بھی ہو جائے تو معلوم ہونے پر فوراً نکال دیا جائے اس بادشاہ کے وقت میں وسط وایشیاء کے پچیس شاہزادہ اور بادشاہ مغلوں کے

خوف سے بھاگ کر وارد دلی ہوئے تھے۔ ان کی یہ بہت ہی خاطر مدارات کیا کرتا تھا اور اکثر فخریہ کہا کرتا تھا کہ آج پچیس بادشاہ اور شاہزادے میرے مہمان ہیں اور ان بادشاہوں کے نام سے دہلی کے محلے آباد کیے تھے بڑے بڑے عالم وفاضل اس کے دربار میں جمع تھے بلکہ بعض مورخ علم و ہنر کی قدر دانی میں اسے سلطان محمود اور سلطان سنجر پر فضیلت دیتے ہیں۔ اس عہد کے مشہور اہل کمال میں سے حضرت امیر خسرو تھے۔ شیخ سعدی بھی طلب کیے گئے مگر انہوں نے اپنی کتاب اور بہت سے اشعار بھیج کر پیرانہ سالی کا عذر کر کے معافی چاہی۔

یہ بہت بڑا عادل اور فیاض بادشاہ تھا۔ نماز روزہ کا پابند تھا۔ عالموں اور بزرگان دین کا قدر دان تھا حاکم بدایوں نے شراب کے نشہ میں اپنے فراش کو مار ڈالا تھا۔ جب اس کا دورہ بدایوں میں ہوا تو فراش کی عورت نے فریاد کی اور فراش کے قصاص میں بادشاہ نے سر دربار حاکم مذکور کو اس قدر درے لگوائے کہ وہ اسی جگہ جان بحق تسلیم ہو گیا۔ اسی طرح اس کے غلام ہیبت خان نے جو اودھ کا حاکم تھا ایک شخص بے گناہ قتل کر ڈالا تھا۔ جب مقتول کی بیوی نے فریاد کی تو بادشاہ نے ہیبت خان کو پانچ سو درے لگوا کے اس عورت کے حوالے کر دیا اور اس سے کہا اب تک یہ میرا غلام تھا اب تیرا غلام ہے چاہے قتل کر چاہے جان بخشی کر ہیبت خان نے اکثر لوگوں کے درمیان ڈال کر اور بیس ہزار تنگہ اس عورت مد کے نذر کر کے گلو خلاصی کی مگر جب تک زندہ رہا شرم کے مارے گھر سے باہر نہ نکلا۔ بلبن عاجزوں اور غریبوں پر بہت مہربانی کرتا تھا جب کبھی دریا سے پار ہونے لگتا تو خود کھڑا ہو کر ضعیفوں، عورتوں، لڑکوں اور چوپایوں کو خود اپنے اہتمام سے دریا کے پار اتروا تا۔ اور ان کے بعد خود دریا کے پار جاتا تھا۔ ایام جوانی میں شراب پیا کرتا تھا۔ مگر جس دن سے بادشاہ ہوا اس کو چھوا تک نہیں بلکہ سارے ملک میں شراب کی ممانعت کر دی۔ احباب اور عہدہ داروں کی عیادت کو جاتا۔ جناروں میں شریک ہوتا اگر کسی جگہ وعظ ہوتا دیکھتا تو سواری سے اتر کے اس میں شریک ہو جاتا۔ آداب مجلس کا بھی بہت خیال رکھتا تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سوائے ایک خدمت گار کے جو محرم راز تھا کسی نے بھی اسے بغیر ٹوپی اور موزے کے نہیں دیکھا۔ ملک کی اصلاح کی غرض سے وہ

قہر وسیاست کرنے میں بھی مشہور ہے۔ چنانچہ خاندان شمسی کے بہت سے لوگ علانیہ قتل کرادیے اس بادشاہ کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں اس قدر چھائی ہوئی تھی کہ کسی کو سر اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔ شکار کے واسطے ایک شکار گاہ بیس کوس لمبی بنوائی تھی۔ اکثر شکار کو جاتا اور اس سے اس کا مقصود ورزش تھا۔ اہل میوات کا التمش کے بعد سے معمول ہوگیا تھا کہ رات کے وقت چھپ کر دہلی میں آتے۔ چوریاں کرتے لوگوں کو ستاتے اور صبح کو بھاگ کر جنگلوں میں غائب ہوجاتے ان کی وجہ سے سوداگروں کی آمدورفت بند ہوگئی تھی۔ اس بادشاہ نے اپنے عہد میں تھوڑا تھوڑ ا کر کے سارا جنگل کٹوا ڈالا۔ ایک لاکھ جرائم پیشہ میواتی تہ تیغ کیے۔ اور جا بجا تھانے مقرر کیے جس سے ہر طرف امن وامان ہوگیا۔ بنگال کا راستہ جو گنگا اور جمنا کے درمیان جونپور ہوتا ہوا گزرا تھا ڈاکہ زنین اور چوریوں کی وجہ سے قریب قریب بند ہوگیا تھا کہ اس کو صاف کیا۔ اور وہاں کے بدمعاشوں کو بھی قتل کر کے ہر جگہ تھانے وچوکیاں مقرر کردیں۔ لاہور کی شہر پناہ جو مغلوں کے حملے سے خراب ہوگئی تھی اس کو از سرنو تعمیر کیا۔ خان معظم شیر خان کی وفات کے بعد اس نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ محمد کو ولی عہد بنا کے سرحدی صوبہ جات کا حاکم مقرر کیا۔ یہ شاہزادہ شجاعت ومردانگی میں بے نظیر تھا۔ ساری رعایا اس سے دلی ہمدردی رکھتی تھی۔ دوسرا بیٹا بغرا خان عیش وعشرت کا عادی تھا۔ بادشاہ نے اسے ناصر الدین کا خطاب دے کر اور بہت سی نصیحتیں کر کے علاقہ جات سمانہ وسنام کی جاگیریں دے دی۔ اور یہ قاعدہ مقرر کیا جب کبھی مغل حملہ آور ہوں تو بغرا خان سمانہ سے اور شاہی فوج دہلی سے جا کر شاہزادہ محمد سے مل جائیں اور مغلوں کو شکست دیں۔ ۶۷۸ھ میں طغرل نے جو غیاث الدین کا غلام تھا اور لکھنوتی کی حکومت اس کے سپرد تھی۔ جاج نگر پر چڑھائی کی اور وہاں سے بہت سا مال واسباب لوٹ لایا مگر بادشاہ کے پاس ایک حبہ بھی نہ بھیجا اور مستقل بادشاہ بننے کی ہوس اس کے سر میں پیدا ہوئی۔ اسی زمانہ میں بادشاہ بیمار ہوگیا اور طغرل اس موقع کو غنیمت سمجھ کر مغیث الدین کا خطاب اختیار کر کے تخت پر بیٹھا اور خطبہ وسکہ اپنے نام کا جاری کردیا۔ بادشاہ نے یہ حال سنا تو یکے بعد دیگرے دو فوجیں روانہ کیں مگر دونوں فوجوں کو شکست ہوئی تیسری فوج کے ساتھ جو دو لاکھ تھی بادشاہ خود بہ نفس نفیس

روانہ ہوا۔ اور طغرل یہ خیال کر کے کہ جس وقت بادشاہ دہلی واپس جائے گا پھر اپنی حکومت جمالوں گا۔ معہ لشکر اور مال ومتاع کے جاج نگر کے جنگل میں بھاگ گیا۔ بادشاہ نے تعاقب کیا۔ اور چند روز میں ملک مقدر نامی سردار نے اسے ایک جنگل میں پالیا۔ یہ شخص اپنے تیس چالیس سواروں کے ساتھ اس کے لشکر میں گھس پڑا۔ اور جب طغرل کے خیمے کے قریب پہنچ گیا تو اپنے سواروں کو حملے کا حکم دے دیا۔ طغرل کے لشکر والوں نے خیال کیا کہ شاہی فوج کسی دوسری جانب سے حملہ آور ہوئی ہے جدھر سے راستہ پایا بھاگ کھڑے ہوئے اور خود طغرل گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر بھاگا۔ مگر قضا دامنگیر تھی۔ ملک مقدر نے پیچھا کیا اور دریا کے کنارے جب کہ طغرل پار اترنے کی فکر میں تھا تیر مار کے اس کو گھوڑے سے گرا دیا اور قریب پہنچ کے سر کاٹ لیا۔ بادشاہ نے طغرل کے متعلقین کو دار پر کھینچا اور باقی لوگوں کے واسطے حکم دیا کہ دہلی بھیجے جائیں اور وہاں ان کی سخت سزائیں دی جائیں۔ یہ کل علاقہ اور جملہ مال غنیمت بجز ہاتھیوں اور خزانچوں بغرا خان کے سپرد کر کے سارے ملک لکھنوتی میں اس کے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا اور چند اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں کر کے خود دہلی میں واپس آیا۔ یہاں پہنچ کر بہت کچھ خیر وخیرات کی اور طغرل کی باقی ساتھیوں کا قصور یہی اله شہر کی سفارش پر معاف کر دیا۔ اسی اثنا میں پھر مغلوں نے نواح ملتان سے حملہ کیا اور شاہزادہ محمد سلطان نے ان کو شکست دی۔ مگر تعاقب میں مغلوں کی ایک ٹکری نے جو کمیں گاہ میں چھپی ہوئی تھی ظہر کی نماز پڑھتے وقت اس پر حملہ کر دیا اور قتل وغارت کرنے لگے۔ محمد سلطان نے گھوڑے پر سوار ہو کر تابڑ توڑ حملے کیے۔ اتفاقاً دشمنوں کا ایک تیر لگا اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔ حضرت امیر خسرو بھی جو اس شہزادے کے رفیق وہمسفر تھے اس موقع پر گرفتار ہوئے اور مشکل سے نجات پا سکے اس حادثہ سے بادشاہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ بغرا خان کو دہلی سے بلا کر ولی عہد بنایا مگر چند روز بعد جب بادشاہ کو صحت ہونے لگی تو بغرا خان بغیر اجازت حاصل کیے شکار کے بہانے لکھنوتی چلا گیا۔ بادشاہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکا اور امرا ووزرا کو جمع کر کے کیخسرو بن سلطان محمد شہید کو ولی عہد مقرر کیا اور سب سے اقرار لیا کہ بعد میرے اسی کو بادشاہ بنانا۔ اور کیقباد بن بغرا خان کی نسبت حکم دیا کہ وہ اپنے باپ کے پاس لکھنوتی بھیج دیا گیا

ہے یہ انتظام کر کے اسی رات کو بیس سال سلطنت کر کے ۶۸۵ھ میں مر گیا۔ اور اپنے بیٹے خان شہید کے مقبرہ میں دفن ہوا۔ اب یہ مقبرہ ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گیا ہے اس بادشاہ کی مشہور یادگار کوشک لال ہے۔ جسے اس نے بادشاہ ہونے سے پہلے بنوایا تھا۔ یہ محل بہت خوشنما اور سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اس میں ستون کھڑے کر کے دو منزلہ عمارتیں بنائی ہیں۔ مگر آج کل یہ قبرستان سے معمور ہے دوسری یادگار اس بادشاہ کی قلعہ مرزغن یعنی غیاث پور ہے جس کو اس نے اپنی بادشاہی کے زمانے میں تعمیر کیا تھا۔ اسی میں سلطان نظام الدین اولیا کا مزار ہے اس بادشاہ کے زمانے میں جو مجرم اس قلعہ میں پناہ لیتا تھا وہ گرفتار نہیں کیا جاتا تھا۔ اس بادشاہ کے زمانے میں بڑے بڑے مشائخ و بزرگان دین تھے۔ چنانچہ شیخ فریدالدین شکر گنج، شیخ بہاؤ الدین ذکریا، شیخ صدر الدین، شیخ بدر الدین، خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے سکے پر ایک طرف السلطان الاعظم غیاث الدنیا والدین ابوالمظفر بلبن اور دوسری جانب الامام المستعصم امیر المومنین ضرب ہذا لفضہ بحضرت دہلی لکھا ہوا تھا۔

سلطان معزالدین کیقباد بن ناصر الدین بغرا خان:

(۶۸۷۔۶۸۵ھ......۱۲۸۰۔۱۲۸۶ء)

بلبن کی وفات کے بعد وزراء و امرا نے بجائے کے خسرو کے کیقباد کو تخت پر بٹھایا اور بقول ابن بطوطہ وزیر سلطنت نظام الدین کیخسرو کا دشمن تھا۔ اس نے ایک جعلی محضر جس میں کل امرائے سلطنت کے دستخط تھے کیخسرو کو دکھا کے کہا سب لوگ کیقباد کی بعیت کرنے کو آمادہ ہیں۔ کیخسرو نے چارہ کار پوچھا تو کہا آپ سندھ میں بھاگ جایئے اس نے کہا کہ سب پھاٹک بند ہیں اور تمام امرا میرے دشمن ہیں بھاگ کر کیسے جان بچا سکتا ہوں؟ نظام الدین نے جواب دیا آپ تشریف لے چلیں۔ پھاٹک کی کنجیاں میرے پاس ہیں میں اسی وقت آپ کو بہ حفاظت تمام شہر کے باہر کر دوں گا۔ کیخسرو نے شکریہ ادا کیا اور فوراً ایک تیز دم گھوڑے پر سوار ہو کر سندھ کا راستہ کیا۔ اس کے بعد نظام الدین معزالدین کے پاس آیا۔ کیخسرو کو اس طرح فریب دے کر دہلی سے نکال دینے کا حال بیان کیا اور

امرا کو بھی اس کی خبر کی۔ سب نے متفق ہو کر کیقباد کی بیعت کی۔ کیقباد کا چونکہ عنفوانِ شباب تھا تخت پر بیٹھتے ہی عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ جمنا کے کنارے ایک عالی شان کو رشک اور جنت کا سا خوش فضا باغ تیار کر کے اس کو خوبرو و نازک اندام پری جمالوں کا مسکن بنایا اور نظام الدین کو وزیر مقرر کر کے کل اختیارات اس کے ہاتھ میں دے دیے۔ بادشاہ کو غافل دیکھ کر نظام الدین کے دل میں تاج و تخت کی ہوس ہوئی۔ لہٰذا تمام مقربان سلطنت اور امرائے کبار کو جو اس کی راہ میں حائل تھے معمولی الزام دے دے کر خود بادشاہ کے ہاتھ سے قتل کرا دیا۔ اسی اثنا میں مغلوں نے لاہور کے مضافات پر حملہ کیا اور شکست پائی۔ کیقباد کی ہمراہی میں ایک مغلوں کی فوج نوکر تھی وہ نظام الدین کے خلاف تھی۔ لہٰذا اس موقع پر نظام الدین نے یہ ظاہر کر کے کہ یہ لوگ دشمن مغلوں سے ملے ہوئے ہیں اور باہم خط و کتابت رکھتے ہیں سب کو تہ تیغ کرا دیا۔ ان معاملات کی خبریں بغرا خان کو پہنچیں تو اس نے کیقباد کو بہت سے نصیحت آمیز خطوط بھیجے اور جب انکا کوئی نتیجہ نہ ہوا تو خود فوج لے کر دہلی کی طرف چلا شاہی فوج بھی مقابلہ کو تیار ہوئی اور دریائے گنگا کے کنارے پہنچ کر بغرا خان کے سامنے صف آرا ہو گئی۔ بغرا خان نے تین روز تک برابر مصالحت آمیز خط لکھے اور ان میں بیٹے سے ملنے کا بھی ارادہ ظاہر کیا مگر نظام الدین نے کوئی بات منظور نہ ہونے دی۔ آخر چوتھے روز عاجز آ کر بغرا خان نے کیقباد کو اپنے قلم سے اس مضمون کا خط لکھا کہ "اے فرزند مجھے تیرے دیکھنے کا بے حد اشتیاق ہے اور اب زیادہ صبر کی تاب نہیں ہے۔ اپنی صورت حضرت یوسف علیہ السلام کے مانند دکھا کر میرے بے نور دیدے کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی طرح منور کر۔ میں تیری بادشاہی اور عیش و عشرت میں رخنہ انداز نہیں ہوں گا۔" اور آخر میں یہ شعر لکھا۔

گرچہ فردوس مقامی خوش ست   ہیچ بہ از لذت دیدار نیست

اس خط کا کیقباد پر بڑا اثر ہوا اور چاہا کہ تنہا ہی باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملاقات سے شرفیاب ہو مگر نظام الدین مانع ہوا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ خود بغرا خان شاہی خدم و حشم کا لحاظ رکھ کے بادشاہ کے سامنے ملاقات کو حاضر ہو۔ بغرا خان نے کمال دور

اندیشی سے اس بات کو مان لیا اور دریا پار کے بیٹے کے سامنے دست بستہ حاضر ہوا۔ تین مرتبہ حسب دستور زمین بوس ہوا۔ مگر اپنی ذلیل حالت اور کیقباد کے تکبر کو دیکھ کر جس پر باپ کی اس حالت کا کچھ اثر نہ ہوا تھا بغرا خان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ یہ دیکھ کر کیقباد سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ تخت سے نیچے اتر کے دوڑا اور باپ کے قدموں پر گر پڑا۔ باپ نے اٹھا کر گلے سے لگایا۔ اور دونوں مل کر بہت دیر تک روتے رہے۔ اور تمام اہل دربار نے بھی اس رونے میں ساتھ دیا۔ اب کیقباد نے باپ کو تخت پر بٹھایا اور سامنے ادب و تعظیم کے ساتھ کھڑا ہوا۔ اور بہت سی دولت باپ پر سے نچھاور کی۔ یہ صحبت عیش ونشاط چند روز تک گرم رہی جس کا مفصل حال حضرت امیر خسرو نے مثنوی قران السعدین میں نظم کیا ہے۔ اب بغرا خان نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا اور چلتے وقت بیٹے کو بہت سی نصیحتیں کیں اور آخر میں گلے سے لگا کر کان میں کہا جہاں تک جلد ممکن ہو نظام الدین کی فکر کرو۔ ورنہ ایک لمحہ کا بھی اسے موقع مل گیا تو تیرا قلع وقمع کر دے گا۔ یہ کہہ کہ روتا ہوا رخصت ہوا اور اس روز نہ کھانا کھایا اور نہ پانی پیا۔ اور اپنے خیمے میں پہنچ کر کہا "کہ آج کے دن میں نے اپنے لخت جگر کیقباد اور مملکت دہلی کو آخری بار رخصت کیا ہے" کیقباد باپ سے رخصت ہو کر اودھ کا دورا کرتا ہوا دہلی واپس آیا اور چند روز باپ کی نصیحتوں پر عمل کرنے پایا تھا کہ ایک پریزاد کے عشق میں دیوانہ ہو گیا اور اس کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

شب زمی تو بہ کنم از بیم نز شاہدان با مداوان روئے ساقی یاز درکار آورد

اس مہ جبیں نے بادشاہ کے منہ سے یہ شعر سنتے ہی جواب میں یہ شعر پڑھا۔

غمزہ، زاہد فریبم عابد صد سالا را موئے پیشانی گرفتہ سوئے خمار آورد

اور جام کو شراب سے بھر کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے مجھو اسے "گر یار سے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجیے" جام ہاتھ میں لے کر بے تکلف پی لیا۔ اور اس گھڑی سے پھر وہی رنگ رلیوں کا نقشہ جم گیا۔ اور تھوڑے دنوں بعد شراب اور عیاشی کی کثرت سے بہت ہی نحیف ولاغر ہو گیا۔ اس وقت اپنی کمزوری دیکھ کر اسے باپ کی نصیحت یاد آئی تو نظام الدین کو زہر دلوا کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اس کی خدمت پر ملک جلال الدین فیروز کو جو سمانہ کا نائب تھا شایستہ خان کا خطاب دے کر ممتاز کیا۔ مگر

صحت میں گھن لگ گیا تھا۔ کمزوری بڑھتی گئی یہاں تک کہ لقوہ وفالج میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گیا۔ بادشاہ کی ناکارگی سے ملک میں بدنظمی ہوئی تو امرا نے چاہا کہ خود ہی بادشاہ بن کر حکمرانی کریں ترکوں کے ایک گروہ نے یہ حال دیکھا تو کیقباد کے سپہ سالار پسر کیو مرث کو حرم سے نکال کر شمس الدین کا خطاب دیا اور تخت پر بٹھایا۔ جلال الدین فیروز نے اس سے اختلاف کر کے اکثر امرا اور تمام خلجیوں کو اپنا ہم خیال بنالیا اور ترکوں کی قوت توڑ دی۔ اہل شہر نے شمس الدین کی حمایت کرنا چاہی تو فخر الدین کوتوال نے سمجھا بجھا کے انہیں بھی اختلاف سے روک دیا۔ اب جلال الدین نے شہر میں داخل ہو کر ان ترک بچوں کو جن کے باپوں کو کیقباد نے مار ڈالا تھا قید سے آزاد کر کے قصر کیلو کھری میں بھیجا۔ کیقباد یہاں کملوں میں لپٹا پڑا تھا ان لوگوں نے لاتیں اور گھونسے مار مار کے اسے شہید کیا اور لاش دریائے جمنا میں پھینک دی یہ واقعہ آخر ۶۸۷ھ...... ۱۲۸۸ء کا ہے۔ مگر بعض مورخین ۶۸۸ھ بتاتے ہیں۔ یہ بادشاہ دو سال اور چند ماہ تخت نشین رہا۔

اس کی یادگار قلعہ کیلو کھری یا قصر خضری تھا جس کی شان میں امیر خسرو نے مثنوی قرآن السعدین میں لکھا ہے۔

قصر نگویم کہ بہشتے فراخ   روضیہ طوبے در او ابہ شاخ

مگر زمانے کے دستبرد سے اب اس قصر کا کہیں نشان نہیں ہے۔ اس بادشاہ کے سکے میں ایک طرف السلطان الاعظم معز الدنیا والدین ابو المظفر کیقباد اور دوسری جانب الامام المستعصم امیر المومنین ہذا البفضتہ حضتہ دہلی لکھا ہوا ہے۔

(۱۱) سلطان شمس الدین کیکاؤس (۶۸۸۔۶۸۷ء)

کیقباد کے واقعہ کے بعد جلال الدین شائستہ خان نے چند روز تک اسے برائے نام تخت پر قائم رکھا اور خود بہ طور نائب کے سلطنت کرتا رہا۔ اس عہد میں امرا نے جلال الدین کے ذریعے سے اپنی مرضی کے موافق جاگیریں حاصل کیں چند روز بعد جلال الدین نے اسے قصر کیلو کھری میں قید کر دیا۔ اور اسی قید میں وہ ملک عدم کو سدھارا۔ اور اسی کی ذالت پر سلاطین قطبیہ اور شمسیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ البقاء للملک الحی الذی لایموت۔

باب پنجم

سلاطین خلجی

۶۸۹ـ۷۲۰ھ......۱۲۹۰ـ۱۳۲۰ء

(۱) سلطان جلال الدین فیروز بن لغرش خلجی (۶۸۸ھ۔۱۳۸۹ء)

کیکاؤس کو قید کر کے کیلوکھری میں تخت نشین ہوا۔ حضرت امیر خسرو نے اس کی تاریخ تخت نشینی اس طرح لکھی ہے:

جمادی دوئی را یمین روز سوم ساعت تراور عالم افروز
پگاہ چاشت از فیروزی فال زہجرت شسصدو ہشاد نہ سال

یہ بادشاہ بہت ہی صاحب اخلاق تھا۔ اپنے دوستوں سے بلا تکلف ملتا۔ ان کے ساتھ کھانا کھاتا۔ شطرنج و گنجیفہ کھیلتا۔ اپنے ولی نعمت یعنی بلبن کی اولاد سے بہت اچھی طرح پیش آتا۔ چنانچہ بلبن کے ایک بھتیجے مسمی بہ ملک چھجو کو کڑہ مانک پور کے اقطاع

مرحمت کیے۔ مگر اس نے چند ہی روز بعد امیر علی جامدار مولیٰ زادہ سلطان بلبن اقطاع دارادودھ کو اپنا شریک بنا کے تاج شاہی سر پر رکھا اور شاہ مغیث الدین کا لقب اختیار کر کے جلال الدین سے سلطنت چھیننے کو دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ بدایوں کے قریب ارکلیخان پسر جلال الدین نے اسے شکست دے کر مع امرا کے اسیر کر لیا۔ مگر جب یہ لوگ تشہیر ہوتے ہوئے جلال الدین کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے صورت دیکھتے ہی سب کو آزاد کر دیا۔ نفیس پوشاکیں پہنائیں۔ طعام و شراب میں اپنے ساتھ شریک کیا۔ امرا جلال الدین کی یہ عنایت دیکھ کر اپنے کیے پر بہت پچھتائے۔ بادشاہ نے ان کے مزید اطمینان کے واسطے یہ بھی کہا کہ تم لوگوں کا باغیوں میں اس وجہ سے شمار نہیں ہو سکتا کہ تم نے جو جدوجہد کی ہے اپنے ولی نعمت کا حق ادا کرنے کی غرض سے کی۔ پھر ملک چھجو کو بہت ہی عزت سے پالکی میں بٹھا کے ملتان روانہ کیا۔ اور وہاں اس کے واسطے عیش وعشرت کا سامان مہیا کر دیا۔ بادشاہ کا یہ حکم دیکھ کر اس کے امرا وغیرہ ناراض ہوئے تو جواب دیا ”ابھی کل کی بات تھی کہ ہم لوگ سلطان بلبن کے نوکر تھے ہمیں تمنا رہتی کہ یہی اسیر شدہ امرا ہمارے سلام کے جواب میں لب ہلا دیں۔ اب کیا یہ انصاف ہے کہ میں ان کا ملک بھی لوں اور انہیں سزا بھی دوں۔ مجھ سے ایسی بے شرمی و ناخدا ترسی نہ ہوگی“ ایک مرتبہ خلجی سرداروں نے اس کے قتل کے سازش کی۔ مگر اس کی مخبری ہو گئی اور سب گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے۔ بادشاہ نے اپنی تلوار ان کے سامنے پھینک دی اور کہا ”میں تنہا بیٹھا ہوں جو بہادر ہو اپنا شوق پورا کرے۔“ تھوڑی دیر کے خاموشی کے بعد ایک سردار نے آگے بڑھ کے کہا ”اگر ہم حضور کو قتل کر ڈالیں گے تو پھر ایسا نیک وحلیم بادشاہ کہاں سے لائیں گے۔“ آخر بادشاہ نے سب کا قصور معاف کر کے سب کو حکم دیا کہ اپنی اپنی جاگیروں پر چلے جائیں غرض اس بادشاہ سے اس قدر رحم وکرم ظاہر ہوا کہ آخر کار سلطنت کا نظام بگڑ گیا۔ اور امن وامان میں خلل پڑ گیا۔ اس کی ایک حکایت یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے مولانا سراج الدین بہاؤ جی کو جنہوں نے اس کی ہجو میں خلجی نامہ لکھا تھا خلعت سے سرفراز کر کے اپنا ندیم خاص بنایا۔ اور منڈاہر کو جس نے اس کے سر پر تلوار کا وار کر کے ہمیشہ کے لیے اس کی صورت بگاڑ دی تھی خلعت سے سرفراز کر کے ایک لاکھ

چیتل وظیفہ مقرر کیا۔ علماء نے اس کے نام کے بعد خطبے میں ''مجاہد فی سبیل اللہ'' کے الفاظ بڑھانا چاہے تو اس نے یہ کہہ کر نامنظور کیا کہ میں جو لڑائیاں کافروں سے لڑا ہوں وہ خالصتہً بوجہ اللہ نہ تھیں بلکہ ان میں اپنے آقا غیاث الدین بلبن کی خوشنودی مقصود تھی۔

اس کے زمانے میں اگر اس کی عادت کے خلاف کوئی واقعہ نظر آتا ہے تو وہ سید[1] مولا کے قتل کا واقعہ ہے (سید[1] مولا کا مختصر یہ ہے کہ سید مولا نام ایک بزرگ جرجان سے اجودھن آ کر حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کی صحبت سے فیض یاب ہوئے چند دنوں بعد انہیں دہلی کی سیر کا شوق ہوا تو شیخ نے رخصت کرتے وقت از روئے کشف ان کا دلی ارادہ بتا کے فرمایا کہ تم دہلی جا کر خلقت کی آمد و رفت کے واسطے دستر خوان بچھانا چاہتے ہو تو یہ تمہارا کام ہے اپنا نیک و بد خود سمجھو۔ مگر یہ بات ذہن نشین کر لو کہ امراء سے ربط ضبط بڑھانے میں جان کا خطرہ ہے۔ سید مولا یہ نصیحت سن کر دہلی آئے اور ایک خانقاہ تعمیر کرا کے لوگوں کو کھانا کھلانا شروع کیا۔ بلبن اور کیقباد کے زمانے میں تو اس کا خرچ معمولی رہا مگر جلال الدین کے زمانے میں اس کے خرچ کی کوئی انتہا نہ رہی کھانے کی شان یہ تھی کہ جس طرح کا کھانا اس کی خانقاہ میں ملتا۔ بادشاہ کے دستر خوان پر بھی ہر روز ویسا کھانا ہوتا۔ کہتے ہیں کہ ان کی خانقاہ میں ہر روز ایک ہزار من میدہ پانچ سو من گوشت دو سو من شکر اور مصری اور کئی من روغن زرد صرف ہوتا۔ اگر یہ کھانے کا تکلف دوسروں کے واسطے تھا خود صرف چاول کی روٹی کھاتے اور ایک چادر میں زندگی بسر کرتے اپنی خدمت کے واسطے کوئی لونڈی یا غلام بھی نہ ہوتا۔ کسی سے کچھ لیتے بھی نہ تھے بلکہ اکثر لوگوں کو دو دو ہزار تین تین ہزار طلائی تنکہ دے دیا کرتے۔ دینے کا طریقہ یہ تھا کہ جس شخص کو دینا ہوتا کہتے کہ جاؤ فلاں طاق سے یا فلاں پتھر کے نیچے سے اس قدر روپے لے لو۔ جہاں بتلاتے وہیں رقم مل جاتی۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ روپے ابھی ٹکسال سے ڈھل کر آئے ہیں امرا کی رجوعات ان کی طرف اس قدر ہوئی کہ خانخانان (جلال الدین کا بیٹا) ان کے معتقدوں میں داخل ہو کر ان کا منہ بولا بیٹا بن گیا۔ اسی زمانے میں اپنی چرب زبانی سے سید مولا کو یہ باور کرا دیا کہ اللہ پاک نے آپ کو خلقت ہند کو ظلم و جور سے نجات دلانے کے لیے بھیجا ہے۔ آپ جلال الدین کو قتل کر کے تخت پر بیٹھ جائیں اور

انہوں نے جب اس سے انکار کیا تو یہ کہہ کر راضی کرلیا کہ اللہ کریم کے سامنے آپ اس کے جواب دہ ہوں گے۔ غرض قاضی نے ایسی ایسی باتیں کیں کہ سید مولا دام تزویر میں گرفتار ہوگئے اور معتقدوں کو پوشیدہ طور پر خطاب دے کر سلطنت کے واسطے بیعت لینے لگے۔ اتفاق سے ایک شخص نے ناراض ہوکر بادشاہ کو اطلاع کردی اور بادشاہ خود بھیس بدل کر تحقیق کو آیا تو یہاں انقلاب سلطنت پر سب آمادہ پایا اور یہ خبر پا کر کہ آئندہ جمعہ کو کوتوال شہر نے میرے قتل کا اقرار کیا ہے فوراً واپس جا کر سب کو اپنے سامنے بلوایا۔ اور اس معاملہ کی نسبت دریافت کیا مگر ایک شخص نے بھی اقرار نہ کیا اور سب کے سب منکر ہوگئے جب کوئی ذریعہ اثبات جرم کا دبلا تو بادشاہ کے حکم سے بہادر پور میں ایک بہت بڑا الاؤ روشن کیا گیا اور جب اسکے شعلے بلند ہوئے تو سید مولا کو حکم دیا کہ مع اپنے تمام رفقا کے دہکتی ہوئی آگ میں سے ہوکر نکل جاؤ۔ اگر اپنے قول میں سچے ہو تو آگ اثر نہ کرے گی۔ سید مولا نے مع اپنے ساتھیوں کے کلمہ شہادت پڑھ کر آگ میں جانے کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے اس بارے میں علماء سے استفسار کیا انہوں نے کہا یہ طریقہ شرعاً ناجائز ہے۔ آگ کا کام جلانا ہے جھوٹے سچے دونوں کو جلا دے گی اور اس جرم کی شہادت چونکہ صرف ایک شخص دیتا ہے لہٰذا قتل کے لیے شہادت کافی نہیں ہے۔ یہ معلوم کرکے بادشاہ نے آگ بجھوادی اور ان امرا کو جو اس سازش میں شریک تھے اپنی اپنی جاگیروں پر چلے جانے کو کہا۔ کوتوال کو قتل کرایا اور جلال الدینکا شانی کو بدایوں کا عہدہ قضا دیا۔ پھر سید مولا کو اپنے ساتھ لاکر اپنے پلنگ کے سامنے دست بستہ کھڑا کیا اور اس بارے میں سوالات جرحی شروع کیے مگر سید مولا نے بادشاہ کو ایسے جواب دیے کہ شرعاً وعرفاً کسی طرح اثابت جرم نہ ہوسکا۔ شیخ ابوبکر طوسی قلندر جو بادشاہ کا م پروردہ تھا مع اپنے گروہ کے یہ سوال وجواب سن رہا تھا بادشاہ نے اس سے مخاطب ہوکر کہا "اے درویشو اس شخص نے مجھ پر کیسا ظلم کیا ہے تم ہی انصاف کرو یہ سن کر سنجر نامی ایک قلندر اس گروہ سے نکلا اور استرے سے سید مولا کو زخمی کرنے لگا۔ سید مولا چلائے کہ مجھے ایک ہی دفعہ مار ڈالو۔ مجھے اپنی موت کا افسوس نہیں مگر یہ یاد رکھو درویشوں کا ستانا مبارک ہوتا ہے۔"
جلال الدین کھلم کھلا قتل کا حکم دینے میں مستردد تھا کہ اس کے بیٹے ارکلیخان نے فیلبان کو

اشارہ کیا اور اس نے مست ہاتھی کو ریل کے سید مولا کا کام تمام کر دیا۔) تو وہ سید مولا کے قتل کا واقعہ ہی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اسی قتل کے دن سے اس کی سلطنت کا زوال شروع ہوا۔ مصنف فیروز شاہی کا بیان ہے کہ سید مولا کے قتل کے روز میں دہلی میں موجود تھا بعد قتل کے ایک ایسی سیاہ آندھی اٹھی کہ ساری دنیا تیرہ وتار ہوگئی۔ اور کچھ دیر تک ایک آدمی دوسرے آدمی کی صورت نہ دیکھ سکتا تھا۔ اسی سال ایسا قحط پڑا کہ لاکھوں آدمی مر گئے اور بادشاہ کا بیٹا اختیار الدین بھی اسی سال دیوانہ ہو کر مرا۔ اہل مالودہ نے بغاوت کی اور جلال الدین نے خود جا کر ان کو مطیع کیا اس کے بعد تھنبور کا محاصرہ کیا مگر دوسرے دن یہ کہہ کر کہ اس قلعہ کے فتح کرنے میں بہت سے مسلمان ضائع ہوگئے۔ دہلی میں واپس آیا۔ عبداللہ (ہلاکو خان کے نواسے) اور الغوخان (چنگیز خان کے نواسے) نے ایک لاکھ سواروں سے پنجاب پر حملہ کیا۔ مگر جلال الدین نے شکست دی۔ اس کے بعد جب مغلوں کو بھاگنے کا بھی راستہ نہ ملتا تھا ان سے صلح کر کے انہیں امن وامان سے واپس جانے کی اجازت دی۔ الغوخان بادشاہ کی یہ مہربانی دیکھ کر مع اپنے تین ہزار سواروں کے دہلی میں آیا اور چند روز بعد مع اپنے ساتھیوں کے مسلمان ہوگیا۔ بادشاہ نے انہیں جاگیریں دیں اور مختلف جگہوں میں آباد کیا اور جن جن مقامات میں وہ سکونت پذیر ہوئے ان سب کے نام مغل پورے رکھے گئے۔ اور الغوخان سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی اسی سال کے آخر میں جلال الدین نے مندور اور جھائین کو تخت وتاراج کیا اور سلطان کے بھتیجے علاؤ الدین حاکم کڑہ نے حسب فرمان شاہی بندیل کھنڈ اور شرقی مالودہ کی بغاوت فرد کر کے بھلسہ پر حملہ کیا اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت لایا۔ اور اس بت روئیں کو بھی جسے وہاں کے ہندوؤں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا دہلی اٹھا لایا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اودھ کی حکومت بھی اسے مرحمت فرمائی۔

جب علاؤ الدین نے بادشاہ کو اپنے حال پر اس قدر مہربان دیکھا تو گزارش کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو اپنے اقطاع کڑہ واودھ کے فاضلات سے نئے سوار اور پیادے بھرتی کر کے چندیری پر حملہ کروں۔ اور وہاں بے اندازہ غنیمت لا کر حضور میں پیش کروں۔ علاؤ الدین چونکہ بھتیجہ ہونے کے علاوہ بادشاہ کا داماد بھی تھا لہٰذا باوجود

مشیران سلطنت اور خاص بیگم کی مخالفت کے جلال الدین نے اس کی درخواست منظور کرلی۔ چنانچہ علاؤ الدین نے نئی فوج بھرتی کر کے خاندان بلبن کے امرا کو اپنے ساتھ شامل کیا اور بغیر اس کے کہ بادشاہ یا اپنے ساتھیوں کو مطلع کرے آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ بندھیا چل کے دشوار گزار راستوں کو طے کر کے مالودہ خاندیش گونڈواری اور برار کے راستوں سے گزرتا ہوا دیوگڑھ کے سامنے جا پہنچا۔

وہاں کا راجہ اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا آسمانی غضب اپنے اوپر نازل دیکھ کر مقابلہ پر آمادہ ہوا مگر ایک ہی حملے میں بھاگ کر قلعہ بند ہوگیا۔ علاؤ الدین نے شہر پر قبضہ کر کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا اور ان سے بے انتہا دولت حاصل کی۔ آخر راجہ نے صلح کرلی۔ علاؤ الدین مال غنیمت لے کر واپسی کا ارادہ کر رہا تھا کہ راجہ رام دیو کا لڑکا بڑے بھاری لشکر اور اپنے چند حمایتی راجاؤں کی کثیر التعداد فوجوں کو لیے ہوئے آ پہنچا۔ اور یہ دیکھ کر کہ مسلمان تھوڑے ہیں باوجود رام دیو کی فرمائش کے علاؤ الدین کے پاس کہلا بھیجا کہ جو کچھ لوٹا ہے واپس کر کے اپنی جان بچاؤ۔ علاؤ الدین یہ پیام سن کر آپے سے باہر ہوگیا۔ اور ایلچیوں کا منہ کالا کر کے ایک ہزار سواروں کو قلعہ کے محاصرہ پر چھوڑ کر خود رام دیو کے لڑکے کے سامنے صف آرا ہوا۔ لڑائی بہت سخت تھی اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو ہزیمت ہوجائے کہ وہ سردار جو قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے محاصرہ چھوڑ کر علاؤ الدین کی مدد کو آ پہنچا۔ دشمن یہ خیال کر کے کہ شاہی لشکر آ گیا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اور علاؤ الدین نے پھر قلعہ کا محاصرہ کرلیا رام دیو نے دوسرے راجاؤں سے مدد لینے کی کوشش کی مگر یہ معلوم کر کے قلعے کے اندر غلہ کے جو بورے لائے گئے ہیں ان میں نمک بھرا ہوا ہے۔ علاؤ الدین سے پھر صلح کی تحریک کی۔ علاؤ الدین نے چھ سو من سونا سات من موتی دو من نفیس جواہر ایک ہزار من چاندی اور چار ہزار جامہ آبریشمی اور دیگر اجناس جن کی تفصیل سے عقل عاجز ہے لے کر اقرار لیا کہ صوبہ ایلچ پور کا محصول سال بہ سال شاہی خزانے میں داخل ہوا کرے گا۔ اور دیور گڑھ پہنچنے کے پچیسویں دن جملہ قیدیوں کو آزاد کر کے مظفر و منصور واپس ہوا[1]۔ (اس[1] جنگ کے متعلق فرشتہ کے مصنف نے طبقات ناصری کے حوالے سے لکھا ہے کہ راہ میں علاؤ الدین نے ان راجاؤں کے خوف

سے جو درمیان میں پڑتے تھے یہ جھوٹی بات مشہور کردی تھی کہ میں اپنے چچا سے خفا ہو کر راجہ مندری کی نوکری کو جارہا ہوں یا یہ کہ یہ آٹھ ہزار فوج اس شاہی لشکر کا ایک جز ہے جو پیچھے آرہی ہے بالکل غلط ہے اور وجہ یہ کہ طبقات ناصری میں ۶۵۸ھ......۶۶۰ء تک کے حالات ہیں اور یہ مہم ۶۹۳ھ...... ۶۹۵ء میں ہوئی اور اسی سے انگریز مورخوں کو اور بھی اس بادشاہ پر جھوٹے الزام لگانے کا موقع ملا۔ حالانکہ وہ بھی سرتاپا غلط ہیں۔)

ابن بطوطہ نے اس بیان پر اس قدر اور اضافہ کیا ہے کہ راستے میں علاؤ الدین کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی جس سے وہ گر پڑا اور گرنے کے ساتھ ہی جھنکار کی آواز آئی۔ علاؤ الدین نے اس جگہ کو کھدوایا تو وہاں سے بے انتہا دولت پائی۔ علاؤ الدین کو واپسی کی خبر جلال الدین کو گوالیار میں ملی اور اس خبر کے پاتے ہی بعض شاہی اعزا نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ دیا کہ علاؤ الدین کا استقبال کر کے راستہ ہی میں شان وشوکت کا سامان لے لیا جائے مگر جلال الدین نے یہ کہہ کے تم لوگ خواہ مخواہ میرے بھتیجے کو دشمن بناتے ہو دہلی واپس چلا آیا۔ علاؤ الدین نے کٹرہ پہنچ کر اپنی غیر حاضری اور بغیر اجازت شاہی کے اس قدر دور دراز سفر کی معافی چاہی اور اپنے بھائی الماس بیگ کو جلال الدین کی خدمت میں بھیج کر یہ ظاہر کیا کہ علاؤ الدین پر بادشاہ کا اس قدر خوف ہے کہ وہ خودکشی پر آمادہ ہے۔ الماس بیگ نے جلال الدین سے ایسی باتیں بنائیں کہ وہ بھری برسات میں علاؤ الدین سے ملنے کے لیے کڑے جانے پر راضی ہوگیا۔ یہ سفر ایک ہزار سواروں کے ساتھ دریائے گنگا میں کشتیوں پر ہوا۔ کشتیاں سترہویں رمضان ۶۹۵ھ...... ۲۹۵ء کو کٹرہ مانک پور کے قریب پہنچیں۔ جہاں علاؤ الدین کا لشکر پورے اسلحہ سے آراستہ موجود تھا۔ یہاں پر الماس بیگ نے پھر مکر کا جال پھیلایا اور کہا علاؤ الدین حضور کو اس جاہ وحشم سے دیکھے گا تو ڈر کر کسی طرف بھاگ جائے گا لہٰذا حضور بغیر کسی ہتھیار کے آگے تشریف لے چلیں اور باقی فوج کو یہیں پر چھوڑ دیں۔ جلال الدین کو کسی طرح کی بدگمانی نہ ہوئی اور چند مخصوص لوگوں کے ساتھ تنہا قرآن شریف پڑھتا ہوا کنارے پہنچا اور کشتی سے اتر کے اکیلا علاؤ الدین کے پاس چلا گیا علاؤ الدین قدموں پر گر پڑا۔ بادشاہ نے شفقت سے اس کے گال اور آنکھیں چومیں اور اس کے رخسار پر تھپڑ

مار کے یہ کہتا ہوا کہ "تجھے یہ خیال ہے میں تجھ سے بری طرح پیش آؤں گا" اس کو کشتی کی طرف لے چلا۔ راستے میں علاؤ الدین نے اپنے رفیقوں کو پہلے ہی سے اس کام پر مامور تھے اشارہ کیا۔ محمود بن سالم نے بڑھ کر جلال الدین پر تلوار سے حملہ کیا۔ زخم کھاتے ہی سلطان کشتی کی طرف بھاگا مگر اختیار الدین نے جو بادشاہ کا پروردہ تھا پیچھے سے جھپٹ کر اس جلیل الشان سلطان کو زمین پر گرایا اور سر کاٹ لیا۔ اس دن سلطان روزے سے تھا اور عین افطار کے وقت ۷۷ برس کی عمر میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوا شہید ہوا۔ اس کا سر نیزہ پر چڑھا کر پہلے تو فوج میں تشہیر ہوا پھر اودھ میں بھیج دیا گیا۔ اور خون بھرا تاج علاؤ الدین سے سر پر رکھا گیا۔ اس سلطان کی مدت سلطنت سات سال تھی۔

جلال الدین کو چونکہ دہلی کے لوگوں پر اعتماد نہ تھا اس لیے اس نے قصر کیلوکھڑی میں رہنا اختیار کیا اور اس کا ناتمام عمارتوں کی تکمیل کی اپنے واسطے دو کوشکیں ایک کوشک سرخ اور کوشک سبز تعمیر کرائیں۔ ایک باغ لگایا چونے اور پتھر کا ایک حصار جمنا کے کنارے بنوایا اور اس میں ایک مسجد اور ایک بازار بنوا کر اس کا نام نئی دہلی رکھ دیا۔ چونکہ بادشاہ کا قیام یہیں تھا لہٰذا پرانی دہلی اجڑ کر نئی دہلی آباد ہو گئی۔ ۶۹۵ھ......۱۲۹۵ء میں ایک عالیشان عمارت گوالیار میں بھی بنوائی اور اس کے گنبد پر یہ رباعی خود تصنیف کر کے کندہ کرا دی۔

مارا کہ قدم بر سر گردوں آمد   از تو وہ سنگ وگل چہ قدر افزائد

ایں سنگ شکستہ زان نہادیم زوست   باشد کہ شکستہ ادرو آسائد

اس کے سکے میں ایک طرف نجط ثلث جلال الدنیا والدین ابو المظفر فیروز شاہ اور دوسری جانب الامام المستعصم امیر المومنین بحضرۃ ادلہی فو سنہ تسعین وستمامہ لکھا تھا۔ اور ۶۹۳ھ و ۶۹۵ھ کے سکوں میں ضرب ہند ابضۃ زائد تھا گذشتہ بادشاہوں کے خلاف اس نے اپنا چتر بجائے سرخ کے سفید بنوایا تھا۔

(۲) قدر خان عرف رکن الدین ابراہیم شاہ (۶۹۵ھ۔۱۲۹۵ء)

ابن سلطان جلال الدین خلجی جب سلطان جلال الدین کے شہید ہونے کی خبر

دہلی میں پہنچی تو ملکہ جہاں نے بغیر امرا کے مشورہ کے اپنے چھوٹے بیٹے قدر خان کو ابراہیم شاہ کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا بڑا بیٹا ارکلیخان جو ولی عہد سلطانت تھا اس وقت ملتان میں تھا۔ جب علاؤ الدین سیم وزر لٹاتا ہوا دہلی میں پہنچا تو تمام امرائے جلالی دولت کی طمع میں اس سے مل گئے۔ اور ابراہیم شاہ مع اپنی ماں کے ملتان میں ارکلیخان کے پاس بھاگ گیا اس کی مدت سلطنت صرف چار ماہ تھی۔

(۳) سلطان علاؤ الدین سکندر ثانی بن شہاب الدین مسعود خلجی:

(۶۹۵ھ۔۱۲۱۵ء)

بائیسویں ذی الحج ۶۹۵ھ...... ۱۲۱۵ء کو رائے تھورا کے قلعہ میں تخت پر جلوہ افروز ہوا اور کوشک لال کو اپنا پایہ تخت بنا کر اس قدر داد و دہش کی کہ رعایا جلال الدین کے قتل ہونے کے واقع کو بھول گئی۔ پھر اپنے بھائی الغ حان (الماس بیگ) اور ظفر خان کو چالیس ہزار سواروں کے ساتھ ملتان روانہ کیا جنہوں نے دو مہینے کی کوشش میں جلال الدین کے سارے خاندان کو گرفتار کرلیا۔ علاؤ الدین نے ارکلی خان وابراہیم شاہ والغوخان کی آنکھ میں سلائی پھروا کر ہانسی میں قید کیا اور ملکہ جہاں اور دیگر اعزائے جلالی کو دہلی میں نظر بند کر دیا۔ ۶۹۶ھ...... ۱۲۹۲ء میں ایک لاکھ مغل دریائے سندھ سے پار اتر کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ مگر ظفر خان اور الغ خان نے جالندھر کے قریب ان کو شکست دے دی۔ اس فتح کا مژدہ لشکر علاؤ الدین نے ان امرائے جلالی کو جنہوں نے دولت کی طمع میں جلال الدین کی اولاد سے بیوفائی کی تھی سخت سے سخت سزائیں دیں اور ان کا مال واسباب ضبط کر کے داخل خزانہ کرلیا۔ ۶۹۷ھ...... ۱۲۹۷ء میں علاؤ الدین نے دو فوجیں گجرات اور سیوستان کے فتح کرنے کو روانہ کیں۔ سیوستان کی مہم کا افسر ظفر خان تھا جو بڑی بہادری سے سیوستان کے قلعے کو مغلوں سے لے کر سترہ سو مغلوں کو مع ان کے بال بچوں کے دہلی میں پکڑ لایا۔ اس فتح سے ظفر خان کی بہادری کی اس قدر دھاک بیٹھ گئی کہ خود علاؤ الدین بھی اس سے خوف کھانے لگا۔ دوسری مہم کے سپہ سالار الغ حان ونصرت خان تھے انہوں نے سارے گجرات ونہر والہ کو تاخت وتاراج کر کے رائے کرن

کے اہل وعیال ہاتھی گھوڑے اور خزانہ وجواہرات اپنے قبضے میں کر لیے۔ رائے کرن بھاگ کر دیوگڈھ چلا گیا اور شاہی لشکر کی واپسی پر رام دیو کی مدد سے بگلانہ میں جو سرحد دکن پر واقع ہے اقامت گزیں ہو گیا ملک نصرت خان بہادر یہاں سے کینا پت گیا اور وہاں کے راجاؤں کو مطیع کر کے بہت سے مال واسباب اور کافور ہزار دیناری کو اپنے قبضے میں کر کے دہلی کی راہ لی۔ جالور کے قریب پہنچا تھا کہ بعض فوج والوں نے مال غنیمت کے مطالبے میں فساد کیا نصرت خان کے بھائی اعزالدین کو قتل کر ڈالا۔ اور الغ خان کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے کہ وہ خیمہ کی پشت سے نکل کر نصرت خان کے پاس پہنچ گیا نصرت خان نے فوراً نقارہ جنگ بجوا دیا۔ فواج والے سمجھے کہ کوئی غنیم سر پر آ گیا۔ بڑھ کے بلوائیوں کو منتشر کر دیا اور الغ حان نے تعاقب کر کے ان لوگوں کو ایسا عاجز کیا کہ سب ہمیر دیو راجہ رنتھبور کے پاس چلے گئے۔ نصرت خان نے دہلی پہنچ کر اپنے بھائی کے انتقام میں بادشاہ سے حکم حاصل کر کے ان بلوائیوں کے بیوی بچوں کو طرح طرح کی سزائیں دیں۔ عورتیں ہندوؤں۔ کو بخش دیں اور لڑکوں کو قتل کیا جو کاروائی بالکل احکام شرع کے خلاف تھی جب مال غنیمت علاؤ الدین کے سامنے پیش ہوا تو اس نے کنولا دیوی کو جو رائے کرن کی بہت ہی خوبصورت رانی تھی پسند کر کے مسلمان کیا اور اپنے عقد نکاح میں لے لیا اور کافور ہزار دیناری کو بھی اپنا منظور نظر بنایا۔ اس فتح پر بہت بڑا جشن منایا گیا۔ علاؤ الدین اسی جشن میں مصروفف تھا کہ قتلغ خان دو لاکھ مغل سواروں کے ساتھ سندھ کو عبور کر کے جمنا کے کنارے آ پہنچا اور دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے خوف سے اطراف وجوانب کے اتنے آدمی دہلی میں بھاگ آئے تھے کہ راستوں میں کھڑے ہونے کی جگہ نہ تھی۔ اور محاصرہ کی وجہ سے کوئی چیز باہر سے نہ آ سکتی تھی۔ علاؤ الدین نے امراؤ ملوک کو جمع کر کے لشکر آراستہ کیا تو محض امرا نے منع کیا اور مختلف دلیلیں پیش کر کے ثابت کیا کہ اس وقت لڑائی خطرے سے خالی نہیں ہے مگر علاؤ الدین نے نہ مانا اور یہ کہہ کر کہ "دشمن تو دو ہزار کوس چل کر مجھ سے لڑنے آیا ہے اور میں گھر میں چھپا بیٹھا رہوں" جتنی فوج جمع ہو سکی لے کر دہلی سے نکلا اور کیلی کے میدان میں دشمن کے مقابل صف آرا ہو گیا دونوں لشکر ہنور تیاری میں مصروف تھے کہ ظفر خان اپنی فوج میمنہ کو لے کر بڑھا اور

ساتھیوں کو ریل کر دشمنوں میں شمشیر زنی کرنے لگا۔ مغل اس حملہ کی تاب نہ لا سکے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ ظفر خان نے تعاقب کیا مگر الغ خان سردار میسرہ و نصرت خان وغیرہ نے جو اس کی بہادری و ناموری سے خار کھاتے تھے اپنے ساتھیوں کو تعاقب سے روک دیا۔ ظفر اٹھارہ کوس تک مغلوں کو بھگاتا اور مارتا کاٹتا چلا گیا۔ کہ ناگہاں مغلوں کا ایک تمن جو ظفر خان کو تنہا تعاقب کرتے دیکھ کر چھپ رہا تھا نکل پڑا اور ان لوگوں نے ناگہاں حملہ کر کے چاہا کہ ظفر خان کو اسیر کر لیں۔ مگر ظفر خان نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور صدہا تیر کھا کر شہید ہو گیا مغلوں کو شکست کے ساتھ ظفر خان کی بھی شہادت ہو جانے سے علاؤ الدین کو دوگنی خوشی ہوئی۔ اور بہت بڑا جشن منایا گیا۔ ۶۹۹ھ......۱۲۹۹ء میں رنتھمبور کی فتح کے لیے جہاں باغی فوج نے پناہ لی تھی اور راجہ ہمیر دیو نے سرکشی اختیار کر لی تھی نصرت خان والغ روانہ کیے گئے۔ انہوں نے قلعہ چھائن کو فتح کر کے رنتھمبور کا محاصرہ کر لیا محاصرہ کا انتظام کرتے وقت نصرت خان کے ایک ایسا پتھر لگا کہ اس کے صدمے سے تیسرے روز جان بحق ہوا اور راجہ ہمیر دیو نے قلعہ سے باہر نکل کر ایسے زور و شور سے حملہ کیا کہ محاصرین کو محاصرہ چھوڑ کر جھائن میں واپس آنا پڑا۔ یہ خبر سن کر خود علاؤ الدین غصے میں بھرا ہوا ایک جرار لشکر کے لر رنتھمبور کی طرف روانہ ہوا۔ تلسپت پہنچ کر قیام کیا اور چند روز شکار میں مصروف رہا۔ ایک دن ایک ٹیلہ پر بیٹھا ہوا شکار کی سیر دیکھ رہا تھا کہ اس کا بھتیجا سلیمان خان مخاطب اکت خان اس امید میں تھا کہ جس طرح چچا نے اپنے چچا کو قتل کر کے سلطنت حاصل کی ہے اسی طرح میں بھی تاج و تخت حاصل کر لوں اپنے سو نومسلم ہمراہیوں کے ساتھ شیر شیر کہتا ہوا علاؤ الدین پر ٹوٹ پڑا۔ علاؤ الدین نے کئی تیر کھائے اور بے ہوش ہو کر گرا۔ اکت خان نے چاہا کہ گھوڑے سے اتر کا سر کاٹ لے مگر ہمراہی پیادوں کا شور سن کر کہ ہائے بادشاہ کو مار ڈالا گیا سلطان کی بارگاہ کی طرف پلٹا اور اس کے مارے جانے کا قصہ بیان کر کے تخت پر بیٹھ گیا۔ امرا نے نذرانے پیش کیے اور مبارک سلامت کا غلبہ بلند ہوا۔ علاؤ الدین کو جب ہوش آیا تو حمید الدین کے مشورے سے جو بڑا ہی دانا شخص تھا گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہ کی طرف چلا لشکر والوں کی نظر جیسے ہی شاہی چیز پر پڑی اکت خان کو چھوڑ کر بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے اور اکت

خان بھاگ کر افغان پور پہنچا جہاں سے گرفتار ہو کر آیا اور مع اپنے شرکا و اعزا کے قتل ہوا۔
اب علاؤ الدین نے بڑھ کر رنتھمبور کا محاصرہ کر لیا بادشاہ کو محاصرہ میں مصروف دیکھ کر امیر
عمرو و منکو خان جو بادشاہ کے بھانجے اور اودھ و بدایوں کے حاکم تھے بغاوت پر آمادہ
ہو گئے۔ مگر قریب و جوار کے امراؤں کو علاؤ الدین کے حکم سے گرفتار کر کے رنتھبور بھیج
دیا۔ علاؤ الدین نے قلعہ کے سامنے پہلے تو ان کی آنکھیں نکلوائیں اور پھر طرح طرح کی
تکلیفیں دے کر انہیں مارا۔ ان عبرتناک سزاؤں سے چاہیے تھا کہ بغاوتیں دب جائیں
مگر نہیں۔ اسی زمانے میں ملک الامرا فخر الدین کوتوال دہلی کے غلام زادہ حاجی مولا نانے
دہلی کے کوتوال بایزید کو قتل کر کے خزانہ شاہی پر قبضہ کر لیا۔ اور شمش الدین التمش کی اولاد
دختری سے ایک شخص مسمی بہ علوم کو تخت پر بٹھا کر اس کے ہاتھ پر بعیت کر لی علاؤ الدین
نے اس خبر کو چھپایا۔ اور قلعہ کے فتح کرنے میں پہلے سے زیادہ کوشش شروع کر دی۔ اسی
اثنا میں ملک حمید الدین نے جو ایک وفادار معزز سردار تھا دہلی کے بدایوں دروازہ سے مخفی
طور پر نکل کے اطراف و جوانب سے لشکر جمع کیا۔ بدایوں اور امروہہ سے سوار لے کر
واپس آیا۔ اور غزنین دروازہ سے دہلی میں داخل ہو کر حاجی مولال وعلوی پر اچانک جا پڑا
اور ان کا سر کاٹ کر بادشاہ کے پاس بھیج دیئے علاؤ الدین نے سیاست کی غرض سے اپنے
بھائی الغ خان کو دہلی بھیجا۔ اس نے امیر الامرا ملک فخر الدین کے بیٹوں کو جو اس لڑائی
سے کچھ علاقہ نہ رکھتے تھے بے گناہ قتل کر کے اس کے خاندان کو مٹا دیا اور اس کے محل کی
اینٹ سے اینٹ بجادی۔ رنتھمبور کا قلعہ ۷۰۰ھ......۱۳۰۰ء میں فتح ہوا اور مع اپنے توابع
کے الغ خان کے سپرد ہوا۔ اور راجہ ہمیر دیو مع اپنے اعزا اور شاہی باغیوں کے قتل ہوا۔
۷۰۳ھ......۱۳۰۳ء میں چھ ماہ کے محاصرہ کے بعد علاؤ الدین نے قلعہ چتور گڈھ فتح
کیا۔ اور چتور کا نام خضر آباد رکھ کر اس کو اپنے بیٹے خضر خان کے سپرد کر دیا۔ اسی زمانے
میں اس نے ایک بڑا لشکر ورنگل فتح کرنے کو بنگال کی راہ سے بھیجا اور خود بھی دور دراز
کے ممالک فتح کرنے میں مصروف ہو گیا یہ خبر ماوراالنہر میں پہنچی تو مغلوں نے ایک لاکھ
بیس ہزار سواروں سے دھاوا کر دیا۔ اور آندھی کی طرح لوٹتے مارتے آ کر جمنا کے
کنارے ڈیرے ڈال دیے بادشاہ بھی مغلوں کی آمد سن کر فوراً دہلی میں آ پہنچا مگر چونکہ چچا

ہوا لشکر دور دراز کی مہموں میں مصروف تھا اس لیے میدان میں نکل کر مقابلہ نہ کر سکا اور حضرت نظام الدین اولیا کی خدمت میں امرا کو بھیج کر دعا کا خواستگار ہوا۔ آپ نے دعا کی۔ اور اس کی یہ برکت ظاہر ہوئی کہ مغل خود بخود بغیر کسی دباؤ کے بھاگ گئے۔ ۷۰۴ھ......۱۳۰۴ء اور ۷۰۵ھ......۱۳۰۵ء میں مغلوں نے اور کئی حملے کیے۔ مگر ہر مرتبہ شکست کھائی جو مغلو اسیر ہوتے ان کے سردار ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے کچلوائے جاتے۔ اور باقی سپاہیوں کو قتل کر کے ان کے سروں سے برج بنائے جاتے۔ ۷۰۴ھ...... ۱۳۰۴ء میں عین الملک ملتانی روانہ کیا گیا کہ مالود ہو اجین و چندیری و جالور وغیرہ کو فتح کرے۔ اس نے بہت سی لڑائیاں لڑ کر علاقہ فتح کر لیا۔ اسی سن میں چتور کا راجہ رتن سین جو متعید تھا قید سے بھاگ کر اپنے کوہستانی علاقہ میں چلا گیا اور تاخت و تاراج شروع کر دی۔ علاؤ الدین نے یہ حال دیکھ کر خضر خان کو واپس بلا لیا اور چتور کو راجہ رتن سین کے بھانجے کے حوالے کر دیا جو مطیع و منقاد تھا اور آخر تک مطیع فرمان رہا۔ ۷۰۶ھ...... ۱۳۰۶ء میں ایک بڑی فوج ملک کافور کی سرداری میں دیوگڈھ کے دوبارہ فتح کرنے کو روانہ کی گئی اور عنین الملک حاکم مالودہ اور الغ خان حاکم گجرات ملک کافور کی کمک پر مقرر ہوئے۔ اس فوج کے جانے کا حال کنولا دیبی کو معلوام ہوا تو اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میری لخت جگر بیٹی دیولدیوی اپنے باپ کے پاس رہ گئی ہے مجھے بغیر اس کے قرار نہیں آتا۔ اگر اس مہم کے ساتھ وہ بھی طلب کر لی جائے تو کمال مہربانی ہو۔ بادشاہ نے یہ بات سن کے الپ خان کے نام حکم جاری فرمایا کہ بوت جلد دیولدیوی کو لا کے حاضر کر دے۔ الغ خان نے دیولدیوی کے لالچ میں اس کے باپ کے سامنے بہت نرم شرطیں پیش کیں۔ مگر اس نے نہ مانا مجبوراً کوشش کی گئی کہ وہ لڑکی زبردستی چھینی جائے۔ راجہ کو شکست ہوئی مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا جس کی وجہ سے راجہ نے اپنی شکست دیکھ کر دیولدیوی کو راجہ دیو کے بیٹے کے پاس بھیج دیا اس کا عاشق زار تھا اور اس لڑائی کا برا رنگ دیکھ کر بہت سے تحفے اور ہدیے مع پانچ سو سواروں کے رائے کرن کے پاس بھیجے تھے۔ رائے کرن راجپوت تھا ایک مرہٹے راجہ کو بیٹی دینا نہ چاہتا تھا مگر عساکر شاہی سے شکست کھائی تو مجبور ہو کر بیٹی کو اس کے پاس روانہ کر دیا۔ دیولدیوی نہ ملی تو الغ خان کو یہ فتح

شکست سے بدتر معلوم ہوئی فوراً اپنے سوار چاروں طرف پھیلا دیے اور ایک طوفانی عظیم کی طرح گرجتا برستا ہوا دیوگڈھ کی طرف چلا۔ دیوگڈھ ایک منزل باقی تھا کہ الغ خان نے مایوس ہو کے فوج کو دو روز دم لینے کا حکم دیا۔ اسی قیام کے زمانے میں کچھ لوگ الورا کے غاروں کی سیر کو گئے۔ ان کی تھوڑی تعداد دیکھ کر دشمنوں کی ایک فوج حملہ آور ہوئی لیکن دم بھر میں مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اتفاق سے یہ وہی فوج تھی جو دیولدیوی کو رائے کرن کے پاس لیے جاتی تھی دیولدیوی کی سکھپال کو یہ لوگ الغ خان کے سامنے لائے اور الغ خان مارے خوشی کے پھولے نہ سمایا۔ فوراً اس کو لے کر پلٹا۔ اور گجرات میں پہنچتے ہی اس نازنین کو اپنی عرضداشت کے ساتھ علاؤالدین کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہاں خضر خان اس کی صورت دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا اور علاؤالدین نے یہ سنا تو دیولدیوی کا نکاح خضر خان سے کر دیا۔ ملک کافور مالوہ خاندیس کو مطیع کرتا ہوا دیوگڈھ پہنچا اور مرہٹوں کا کل ملک تاخت وتاراج کر کے رام دیو کو اپنے ساتھ لیکر دہلی میں حاضر ہوا۔ علاؤالدین رام دیو سے اچھی طرح ملا اور اسے کچھ اور علاقہ اور رائے رایان کا خطاب اور چتر دے کر عزت سے رخصت کیا۔ اسی زمنے میں جالور اور سیوانہ فتح ہوئے۔ ملک کافور کو درنگل فتح کرنے کا حکم ہوا۔ اورنگل پر ایک اور مہم بنگال کے راستے سے بھیجی گئی تھی جو ناکام واپس آئی تھی ملک کافور دیوگڈھ کے راستے علاقہ تلنگانھ پر تاخت کرتا ہوا اورنگل پہنچا۔ درنگل کا راجہ مع قرب وجوار کے دیگر راجاؤں کے قلعہ بند ہو گیا۔ ملک کافور نے قلعہ کا محاصرہ کر کے اس کو چند روز بعد فتح کیا اور سب راجاؤں کو گرفتار کر لیا۔ راجہ ورنگل نے مطیع ہو کر بہت سا زروجواہر پیش کیا اور سال بہ سال خراج بھیجنے کا وعدہ کیا جس کے بعد ملک کافور مال غنیمت سے لدا پھندا دہلی واپس آیا۔ چونکہ کابل سے بنگال تک سارا ملک علاؤالدین کے قبضہ میں تھا لہٰذا ساحلی شہروں کے فتح کرنے کی فکر ہوئی چنانچہ ۷۱۰ھ......۱۳۱۰ء میں تیسری بار ملک کافور کرناٹک فتح کرتا ہوا سیت بندرامیثور پہنچا اور وہاں علاؤالدین کے نام سے ایک مسجد بنوائی۔ اور ۷۱۱ھ...... ۱۳۱۱ء میں دیگر ساحلی شہروں کو فتح کرتا ہوا دہلی میں واپس آیا اور تین سو بارہ ہاتھی بیس ہزار گھوڑے چھیانوے من سونا اور بہت سے زروجواہر کے صندوق علاؤالدین کے

سامنے پیش کیے۔ اس مال غنیمت کو دیکھ کر علاؤ الدین بہت خوش ہوا اس کو امرا وغربا میں علیٰ قدر مراتب تقسیم کیا اور جی کھول کے فیاضی کی۔ اسی سن میں نو مسلم مغل نوکری سے برطرف کیے گئے اور بے کاری کی وجہ سے جب انہوں نے علاؤ الدین کے قتل کا منصوبہ باندھا تو تقریباً پندرہ ہزار خاص دہلی اور اس کے اطراف میں قتل ہوئے۔ ۷۱۲ھ......
۱۳۱۲ء میں ملک کافور چوتھی بار دکن روانہ ہوا۔ دیوگڈھ میں راجہ رام مر چکا تھا اور اس کے بیٹے نے باپ کے تخت پر بیٹھ کے سرکشی اختیار کی تھی لہٰذا ملک کافور نے اسے قتل کر کے مہاراسٹر اور کرناٹک پر چڑھائی کر دی اس کے بعد سارے ملک دکن کا دورہ کر کے جن راجاؤں نے خراج دینا منظور کیا ان کا ملک انہیں دے کر سارے ملک پر ایسا رعب جمالیا کہ پھر مدت تک کسی کو سرکشی کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ اسی زمانے میں بادشاہ بیمار پڑا اور خضر خان اور اس کی ماں سے بوجہ عیش پرستی کے تیمارداری نہ ہو سکی۔ لہٰذا اس نے ان سے بدگمان ہو کر ملک کافور کو دکن سے اور الغ خان کو گجرات سے طلب کیا ملک کافور کو خلوت میں بلا کر بیوی اور بیٹے کی بے پروائی کی شکایت کی۔ ملک کافور کے دل میں خود اپنی بادشاہی کی ہوس تھی۔ یہ موقع غنیمت نظر آیا بادشاہ کو بیوی اور بیٹے کی طرف سے زیادہ متوہم کر کے الغ خان کو بھی ان کا شریک بنا دیا تھوڑے دنوں تک علاؤ الدین نے ملک کافور کی مکاریوں اور شکایتوں کا خیال نہ کیا مگر آخر کار اس کا جادو چل گیا۔ خضر خانکی ماں کوشک لعل سے نکالی گئی اور خضر خان وشادی خان قلعہ گوالیار میں محبوس ہوئے۔ الغ خان بے گناہ قتل ہوا اور جن امرا سے ملک کافور کو اندیشہ تھا وہ بھی رفتہ رفتہ ذلیل وخوار کر کے مارے گئے۔ دہلی میں یہ کیفیت تھی اور اطراف میں بھی بدنظمی تھی گجرات میں الپ خان کے بجائے جو شخص بھیجا جاتا الپ خان کے آدمی اسے قتل کر ڈالتے رام دیو کے داماد نے دکن میں فساد برپا کیا۔ یہ خبر سن کر بادشاہ اور زیادہ نحیف ولاغر ہو گیا اور اطبائے حاذق اس کے علاج سے مجبور ہو گئے۔ آخر کار ۶ سوال ۷۱۶ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۳۱۶ء کو سلطان محمود بن سبکتگین سے زیادہ مال واسباب چھوڑ کر عالم جاودانی کو سدھارا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ ملک کافور نے زہر دے کر اس کا کام تمام کیا۔ اس کی مدت سلطنت بیس سال چند ماہ تھی اور سلطنت کا رقبہ کابل سے لے کر بنگال تک اور جنوب میں کوہ ہمالیہ سے

لے کراس کماری تک تھا۔

اس بادشاہ کے وقت میں اسلام نے بہت ترقی کی۔ احکام شرعی کی پابندی اس قدر ہوئی کہ کسی بادشاہ کے وقت میں نہ ہوئی تھی شیوخ اور علمائے دین ودیگر صاحبان کمال اس کثرت سے جمع تھے کہ ان کے تذکرے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ اس کے عہد میں کسی ظالم کا مقدور نہ تھا کہ مظلوم پر دست درازی کرے۔ مفسدوں کا پتہ نہ تھا۔ قزاق اور راہزن بجائے رہزنی کے رہبری کرتے۔ چونکہ شراب کی ممانعت تھی لہٰذا فسق وفجور کا دروازہ بند ہو گیا تھا۔ ابتدا میں یہ بادشاہ علم سے بے بہرہ تھا مگر بعد سلطنت پانے کے کچھ درخور پیدا کر لیا تھا۔ مگر اس جہالت پر یہ حال تھا کہ اس کے سامنے بڑے بڑے عالم ہچکتے تھے کچھ دنوں پیغمبر بننے اور ایک نیا دین قائم کرنے کی دھن رہی۔ مگر لوگوں کے سمجھانے سے یہ دھن سکندر ثانی بننے کے خیال میں منتقل ہو گئی۔ اس کے عہد میں مندرجہ ذیل دس باتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ اور بادشاہوں کے عہد میں نظر نہیں آتیں۔

(۱) کپڑے غلے اور ضروری اشیاء کی عام ارزانی (فرشتے کے مصنف نے سب چیزوں کا نرخ پوری تفصیل سے لکھا ہے جس کی اس مختصر تذکرہ میں گنجائش نہیں صرف گیہوں ۸۰ فی من فروخت ہوتا تھا۔ اسی پر دیگر اشیا کا قیاس کرنا چاہیے۔) (۲) ہر لڑائی میں فتح چنانچہ اس کے وقت میں چوراسی معرکے ہوئے اور سب میں خدا کے فضل سے کامیابی ہوئی۔ (۳) مغلوں کا کلیتہً استیصال۔ (۴) تھوڑے خرچ میں بڑا لشکر آراستہ کرنا۔ (۵) سرکشوں اور متمردوں کو ایسی سخت سزائیں دینا کہ پھر کبھی انہیں سرکشی وشورش کی جرات نہ ہوئی۔ (۶) رہزنوں اور قزاقوں کا ایسا استیصال ہوا کہ سارے ملک میں امن وامان تھا۔ (۷) بازاری لوگوں کی سچائی اور راست بازی۔ (۸) بے انتہا عمارتوں کی تعمیر۔ (۹) احکام شرع کی پابندی۔ (۱۰) علماء اولیاء اور دیگر صاحبان کمال کی کثرت۔

اس کی مشہور یادگار دہلی علاقی یا قلعہ علائی اور قصر ہزار ستون اور حوض علائی ہیں۔ قلعہ علائی چونے پتھر اور اینٹ سے تعمیر کیا گیا اور آٹھ ہزار شورش پسند مغل حملہ آوروں کے سر اس میں چنے گئے یہ قلعہ قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔

شیر شاہ نے اس کو ویران کر دیا اور اب اس کی جگہ شاہ آباد کے نام سے ایک گاؤں آباد ہے۔ اس کے علاوہ مسجد قوۃ الاسلام (جامع مسجد) کے واسطے ایک دروازہ طرح طرح کی آرائشوں کے ساتھ سنگ سرخ وسنگ مرمر سے بنوایا اور اس پر اور گلکاری کے علاوہ حدیثیں اور قرآن کی آیتیں کھدوا کر اپنے نام کا کتبہ لگایا۔ پھر اسی مسجد کا چوتھا درجہ اور صحن مسجد میں ایک مینار قطب مینار سے بھی دوگنا بنوانا شروع کیا مگر یہ دونوں عمارتیں اس کی موت کی وجہ سے ادھوری رہ گئیں۔ ان عمارتوں کے سوا ہزاروں مسجدیں ہندوستان کے مختلف شہروں اور قصبوں میں اس کے نام سے موسوم ہیں۔ ہاتھی پر عماری اسی بادشاہ کی ایجاد ہے اس کا مقبرہ قطب صاحب کی لاٹ کے پاس ایک کھنڈر کی صورت میں لوگوں کو عبرت دلا رہا ہے۔ اس کے سکے پر بخط ثلث ایک جانب ''السلطان الاعظم علاؤ الدنیا والدین ابو المظفر محمود شاہ، اور دوسری جانب سکندر العادل امین الخلافت ناصر المومنین دہلی'' مرقوم تھا اور دوسرے سکے پر ''سکندر العادل امین الخلافت ناصر المومنین ضرب ہذا بفضۃ بحضرت الدہلی سنہ احد وعشر وسبعمائۃ'' لکھا تھا۔

(۴) شہاب الدین عمر بن سلطان علاؤ الدین خلجی (۷۱۶ھ۔۱۳۱۷ء)

ملک کافور نے بذریعہ ایک جعلی وصیت کے اس شش سالہ بچے کو تخت نشین کر کے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور خضر خان اور شادی خان کو اندھا کر کے انکی ماں کو بھی مقید کیا اور باوجود خواجہ سرا ہونے کے شہاب الدین کی ماں سے نکاح کیا۔ مبارک خان کے قتل کے واسطے بھی چند لوگوں کو بھیجا مگر ان لوگوں نے پلٹ کر خود ملک کافور اور اس کے رفیقوں کو علاؤ الدین کی وفات کے پینتیسویں دن تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور شہزادہ مبارک کو جیل سے نکال کر شہاب الدین عمر کا نائب بنایا۔ مبارک خان نے دو مہینے کی نیابت کے بعد اس ننھے منے بادشاہ کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر اسے گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا۔ جس کی مدت سلطنت صرف تین ماہ چند روز تھی مگر ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ فقط انگلی کٹوا کر قلعہ گوالیار میں قید کیا گیا۔

(۵) سلطان قطب الدین مبارک شاہ بن سلطان علاؤ الدین خلجی

(۷۱۷ھ۔۱۳۱۷ء)

۷ محرم کو تخت پر بیٹھا اور پہلے سب ان لوگوں کو قتل کیا جنہوں نے اس کی جان بچائی اور اسے تخت نشین کیا تھا۔ پھر امرا کو بقدر مراتب سرفراز فرما کر اپنے غلاموں کو عہدہ ہائے جلیلہ سے ممتاز کیا۔ اور حسن خان نو مسلم پر فریفتہ ہو کر اس کو ملک کافور کا جانشین بنایا اور چند روز بعد وزارت کی باگ بھی اس کے اختیار میں دے دی۔ علاؤ الدین کے بنائے ہوئے سخت قواعد منسوخ کیے قیدیوں کو آزاد کیا۔ اور جلا وطنوں کو وطن میں واپس آنے کی اجازت دی۔ مگر ان تمام نیک کاموں کی اس کی بے حیائی نے خاک میں ملا دیا گجرات اور نہر والا میں مفسدوں نے فساد مچا رکھا تھا عین الملک ملتانی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ بھیج کر وہاں کے باغیوں کی سرکوبی کی۔ ۸۱۸ھ......۱۳۸۱ء میں بذات خود دکن پر چڑھ گیا اور رام دیو کے داماد ہرپال دیو کی جیتے جی کھال کھچوا کر اس کا سر دیوگڈھ کے دروزہ پر لٹکایا۔ اور چند روز وہاں توقف کر کے سارے دکن کا انتظام کیا۔ اور خسرو خان کو چتر و درو باش کی عزت سے سرفراز کر کے معتبر سرداروں کے ہمراہ ملیبار روانہ کیا۔ اور خود دہلی واپس آیا۔ اثنائے راہ میں علاؤ الدین کے چچا ملک اسد الدین نے چاہا کہ قطب الدین کو قتل کر کے خود بادشاہ بن جائے مگر سازش کھل گئی وہ اپنے ساتھیوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے قتل ہوا۔ اور ان کی عورتیں بھیک مانگنے اور خاک چھاننے کو بازار میں نکال دی گئیں۔

جب قطب الدین دہلی میں تھا تو بعض امرا نے تجویز کی تھی کہ خضر خان کے دس سالہ بیٹے کو مالک تاج وتخت بنایا جائے۔ اس کا حال سنتے ہی خود قطب الدین نے بھتیجے کی ٹانگیں پکڑ کر اس زور سے دیوار سے پٹکا کہ بھیجا پاش پاش ہو گیا۔ اور گوالیار میں خضر خان وشادی وشہاب الدین کی گردنیں کٹوا کر دیولدیوی کو اپنے حرم داخل کیا۔ مگر حضرت امیر خسرو نے اپنی مثنوی میں خضر خان کے قتل کی یہ وجہ لکھی ہے کہ قطب الدین نے دیولدیوی کو طلب کیا اور جب خضر خان نے اس کے بھیجنے کا انکار کیا تو اسے قتل کر ڈالا۔

اب قطب الدین کی عادتیں بہت خراب ہوگئی تھیں اور جس قدر اچھی باتیں اس میں تھیں ان کی جگہ بداخلاقیوں نے لے لی تھی۔ دربار میں ننگا مادرزاد نکل آتا۔ کبھی کبھی عورتوں کے کپڑے پہن کر باہر نکلتا اور امرا کو گالیاں دیتا۔ انہیں بدکرداریوں کے انجام میں تباہی کا زمانہ آگیا۔ اور ہر طرف بغاوتیں شروع ہوگئیں۔ خسرو خان نے ملیبار میں اپنی سلطنت قائم کرنا چاہی۔ مگر امرا کی دھمکی اور بادشاہ کی طلبی پر دہلی میں آیا اور مملکت کے سیاہ وسفید کا مالک ہوگیا۔ بڑے بڑے امرا کو ذلیل کر کے نکالا اور ان کی جگہیں اپنے بھائی بندوں سے بھر دیں۔ اور ایک بہت بڑا لشکر اپنے بھائی بندوں کا مرتب کیا۔ اول تو کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ خسرو خان کی شکایت بادشاہ سے کرے اور اگر کسی نے وفاداری کے خیال سے کوئی کلمہ زبان سے نکالا بھی تو اپنی سزا کو پہنچا۔ پانچویں ربیع الاول کی رات کو خسرو خان کا چچا منڈل بادشاہ کی اجازت سے شاہی محل میں داخل ہوا۔ قاضی ضیاء الدین نے جو چوکیداروں کی نگرانی کے لیے گشت کر رہا تھا۔ ان لوگوں کو ہتھیار بند دیکھ کر روکا۔ مگر وہ لوگ قاضی صاحب کو قتل کر کے ہزار ستون پر چڑھ گئے۔ قطب الدین خسرو خان سے لپٹا بے خبر سو رہا تھا غل سن کر بیدار ہوا اور خسرو خان سے پوچھا کہ ''یہ کیا ہنگامہ ہے؟'' اس نے کہا گھوڑے چھوٹ گئے ہیں ان کو پکڑنے کی وجہ سے غل ہو رہا ہے۔ مگر یہ فقرہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ہندوؤں کی فوج سامنے دکھائی دی۔ قطب الدین قضا کو سامنے دیکھ کر محل کی طرف بھاگا۔ مگر خسرو خان نے دوڑ کر اس کے بال پکڑ لیے۔ اگرچہ بادشاہ نے اسے گرا کے زیر کر لیا مگر بال نہ چھڑا سکا۔ اور خسرو خان نے پکار کر کہا جو شخص میرے اوپر ہے اسے قتل کرو۔ چنانچہ جاہر نے ایک ہاتھ میں اس کا کام تمام کیا اور لاش نیچے پھینک دی۔ اب یہ لوگ محل میں گھس پڑے اور طرح طرح کے ظلم کر کے علاؤ الدین کے خاندان کا نام ونشان مٹا دیا۔ اس بادشاہ کی مدت سلطنت پانچ سال چند یوم تھی۔ اس کے سکوں میں سے ایک پر ایک جانب ''الامام الاعظم قطب الدنیا والدین ابو المظفر خلیفۃ اللہ'' اور دوسری جانب ''السلطان ابن السلطان الواثق باللہ امیر المومنین ضرب ہند الفضۃ بحضرۃ دارالخلافہ فی سن سبع عشر وسبعمائۃ'' نقش تھا اور دوسرے سکے پر ایک جانب قطب الدنیا والدین اور دوسری طرف مبارک شاہ السلطان ابن السلطان لکھا تھا۔

(۶) خسرو خان (۷۲۱ھ۔ ۱۳۲۱ء)

پانچویں ربیع الاول ۷۲۱ھ...... ۱۳۲۱ء کو خلجی خاندان کو نیست و نابود کر کے تخت پر بیٹھا اور خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔ دیول دیوی کے ساتھ خود نکاح کر کے بڑے بڑے آبرو دار امیروں کی بیویوں اور بیٹیوں کو ہندوؤں کے حوالہ کیا۔ مسجدوں کی محرابوں میں بت رکھوائے۔ قرآن پاک کے نسخوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھوا کر مونڈھے بنواتا۔ اور طرح طرح کے فسق و فجور کرتا۔ مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ چوں و چرا کرے۔ ملک غازی حاکم دیبال پور جو مغلوں کی سرکوبی کی غرض سے سرحد پر متعین تھا یہ حالات سن سن کر دل ہی دل میں کڑھتا تھا۔ مگر چونکہ خسرو خان نے چالاکی سے اس کے بیٹے جونا خانکو دہلی میں روک رکھا تھا۔ اور بہ ظاہر اس پر نہایت مہربان تھا کچھ نہ کر سکتا جونا خان سے جب یہ حالت نہ دیکھی گئی تو ایک دن جان پر کھیل کے اپنے چند جان باز رفیقوں کو لے کر بھاگا۔ خسرو خان کے سواروں نے اگر چہ بہت خاک اڑائی مگر اس کی گرد نہ پائی۔ اب خسرو خان نے اپنے بھائی کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ سرستی کے قلعہ پر جہاں جونا خان نے ایک رات پڑاؤ کیا تھا روانہ کیا مگر وہ ناکامیاب واپس آیا ادھر غازی ملک بیٹے کو دیکھ کر خوش ہوا اور نمک حلال امرا کو جمع کر کے خسرو خان کے مقابلے کے لیے چل کھڑا ہوا۔ خسرو خان بدحواسی کے ساتھ دہلی کے باہر نکلا۔ اور فوج والوں کو دو دو ڈھائی ڈھائی سال کی تنخواہ عطا کر کے سارا خزانہ لٹادیا۔ غازی ملک نے جمعہ کی نماز کے بعد خسرو خان کے لشکر پر حملہ کیا اور ایک ہی حملے میں ساری فوج کو درہم برہم کر دیا۔ خسرو خان باقی فوج کے ساتھ تلپت کی طرف بھاگا۔ جہاں پہنچتے ہی ہمراہیوں نے اسے تنہا چھوڑ کر اپنی اپنی راہ لی۔ اور وہ خود ۲۳ رجب ۷۲۱ھ...... ۱۳۲۱ء کو گرفتار ہو کر غازی ملک کے سامنے آیا اور قتل کیا گیا۔ مگر ابن بطوطہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ پہلے خسرو خان نے غازی ملک کو شکست دی پھر کو غازی ملک نے اس طرح جان پر کھیل کے حملہ کیا کہ خسرو خان بھاگا۔ اپنے کپڑے اور ہتھیار پھینک کے جوگی بن گیا اور ایک باغ میں چھپا رہا تین دن کے بعد جب بھوک پیاس سے عاجز ہوا تو باغبان سے کچھ کھانے کو

مانگا۔ اتفاق سے اس کے پاس کچھ کھانے کو موجود نہ تھا۔ آخر خسرو خان نے اسے اپنی انگوٹھی دی کے اسے بیچ لاؤ۔ باغبان وہ انگوٹھی لیے ہوئے بازار میں آیا تو لوگوں اس پر شعبہ کیا اور کوتوال کے سپرد کردیا۔ کوتوال نے جب سب حالات اس سے دریافت کر لیے تو جونا خان کو لے کر اس باغ میں گیا اور خسرو خان کو گرفتار کر کے ملک غازی کے سامنے حاضر کردیا۔ خسرو خان نے اس وقت کہا ''مجھے کھانا کھلواؤ اور میری ایسی مدارات کرو جیسی بادشاہوں کی ہونی چاہیے'' چنانچہ غازی ملک نے کھانے شربت اور پان سے مدارت کرنے کے بعد حکم دیا کہ جس جگہ سلطان قطب الدین مارا گیا ہے اسی جگہ اس کی گردن کاٹی جائے۔ اور اس کے ساتھ بالکل وہی برتاؤ کیا جائے جو اس نے قطب الدین کے ساتھ کیا ہے یہ سزا دے کر غازی ملک نے ادنیٰ و علیٰ کو جمع کیا اور کہا اگر خاندان خلجی کا کوئی شخص زندہ باقی ہو تو اسے آپ تخت پر بٹھائیں اور اگر اس خاندان کا کوئی شخص نہ ملے تو آپ کو اختیار ہے جسے مناسب جانیں بادشاہ بنا دیں۔ میں فرمان برداری کو حاضر ہوں۔ میرا مطلب فقط انتقام لینا تھا جو الحمد و اللہ پورا ہوگیا۔ مجھے تاج وتخت سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ چونکہ خاندان خلجی کا کوئی شخص زندہ باقی نہ تھا اس لیے سب نے مشورہ کر کے غازی ملک ہی کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔

☆☆☆

باب ششم

سلاطین تغلق

۷۲۱-۸۱۷ھ.....۱۳۲۱-۱۴۱۴ء

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ (۷۲۱-۷۲۵ھ.....۱۳۲۱-۱۳۲۴ء)

ابن ملک تغلق نے ۷۲۱ھ.....۱۳۲۱ء میں اور بقول بعض مورخوں کے ۷۲۰ھ میں عام خلقت کے اسرار پر سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ قطبی وعلائی خاندان والوں کو جو کسی نہ کسی طرح زندہ رہ گئے تھے جمع کیا اور ان کی بہت ہی عزت وتوقیر کی۔ غربا سے بہ شفقت پیش آیا۔ بعض لوگون کا بیان ہے کہ اس کا باپ بلبن کا غلام تھا۔ مگر ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ "یہ ترکستان سے عسرت سے تنگ آکر سندھ میں چلا آیا اور گھوڑے چرانے پر نوکر ہوگیا۔ پھر پیادوں میں بھرتی ہوا۔ اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے امیر آخور ہوگیا۔" بعدازاں امرائے کبار میں داخل ہوکر ملتان میں ایک مسجد بنوائی اور اس کی

محراب پر تحریر کرایا کہ چونکہ میں نے انتیس مرتبہ تاتاریوں کو شکست دی لہٰذا غازی ملک میرا لقب قرار پایا۔ یہ بادشاہ شجاع، دین پناہ اور رعایا نواز تھا۔ مذہبی پابندیاں سختی سے کرتا۔ نماز روزہ کبھی قضا نہ ہوتا۔ بہت سے ویرانے آباد کیے جا بجا نہریں کھدوائیں۔ باغوں کو سرسبز کیا ملک کا انتظام اچھا کیا۔ جلوس کے پہلے ہی سال میں جونا خان ملقب بہ الغ خان کو ایک لشکر کے ساتھ درنگل روانہ کیا کہ وہاں کے راجہ لدر دیو کو جس نے اطاعت سے انحراف کیا تھا۔ مطیع ومنقاد کرے راجہ نے مقابلہ کیا مگر میدان میں شکست کھا کے قلعہ بند ہو گیا۔ اور الغ خان نے محاصرہ کر لیا۔ اور اس قدر تنگ کیا کہ راجہ نے محاصرہ سے عاجز آکر بہت سے تحفے اور نذرانے بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ اور گذشتہ برسوں کی طرح خراج دینے کا وعدہ کیا۔ مگر الغ خان نے منظور نہ کیا۔ اب قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے کہ ناگہاں لشکر میں ایک وبا پھیلی اور بعض مفسدوں نے غیاث الدین کے مرنے کی خبر مشہور کر دی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ بڑے بڑے سردار محاصرہ چھوڑ کر چل دیے مجبوراً الغ خان نے بھی محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا۔ اس کو واپس جاتے دیکھ کر راجہ کی فوج نے تعاقب کیا اور اس کے بچے کھچے لشکر کو تباہ کر دیا۔ آخر الغ خان نے دہلی میں پہنچ کر ان سرداروں کو جو اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے آئے تھے سزائیں دیں۔ اور چار مہینے کے بعد پھر لشکر مرتب کر کے دیوگڈھ ہوتا ہوا درنگل پہنچا۔ اور تھوڑی ہی مدت میں لدر دیوی کو مع اہل وعیال کے اسیر کر کے دہلی بھجوایا اور خود وہاں کا انتظام کر کے واپس ہوا۔ سنار گانوں (ڈھاکہ) ولکھنوتی کے لوگوں کی فریاد پر بادشاہ نے الغ خان کو بطور نائب کے دہلی میں چھوڑا اور خود شرقی ہندوستان کی راہ لی۔ ترہت پہنچا تھا کہ ناصر الدین بغرا خان جو سلاطین خلجیہ کے عہد میں حاضر ہوا تغلق شاہ نے اس کو چتر اور دورباش کی عزت سے سرفراز کر کے واپسی کی اجازت دی۔ سنار گانوں کے حاکم بہادر شاہ کو ظفر آباد کا حاکم تاتار خان جو بادشاہ کی خدمت میں لا کے حاضر کیے۔ جن کو لے کر بادشاہ واپس روانہ ہوا۔ اور بقول مصنف فتوح السلطان ترہت کا جنگل کٹوا کر اور اس علاقے کو فتح کر کے دہلی کی راہ لی۔ الغ خان نے جب بادشاہ کی آمد سنی تو دہلی میں جشن کا سامان کیا اور افغان پور کے قریب تین روز میں ایک کوشک تیار کی اور بادشاہ نے جب وہاں پہنچ کر سنا کہ یہ کوشک

میرے واسطے تیار کی گئی ہے تو اس میں شب باش ہوا۔ دوسرے روز بادشاہ نے اس کوشک میں امرا کے ساتھ کھانا کھایا کھانے سے فراغت ہوتے ہی تمام امرا بغیر ہاتھ دھوئے عجلت کے ساتھ باہر چلے آئے۔ اور شاہزادہ الغ خان بھی ترتیب پیشکش کے واسطے باہر نکلا تھا کہ یکا یک چھت گر پڑی اور بادشاہ مع اپنے پانچ ہمراہیوں کے اس کے نیچے کچل کر مر گیا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ خود الغ خان نے اس محل کو ایک طلسم کے طریقہ پر بنایا تھا کہ جیسے ہی وہ باہر آیا چھت بیٹھ گئی۔ بعض مورخین کہتے کہ بادشاہ کھانا کھا کے ہاتھ دھو رہا تھا کہ ناگہاں بجلی گری جو چھت کو توڑتی ہوئی بادشاہ کے سر پر پہنچی اور ساتھ ہی چھت بیٹھ گئی۔ واللہ علم بالصواب۔ اس بادشاہ نے چار سال چار ماہ سلطنت کی۔ اس کا مقبرہ ۷۲۵ھ...... ۱۳۲۵ء میں اس کے بیٹے محمد تغلق شاہ نے تغلق آباد میں بنوایا۔ اس مقبرے کی چار دیواری سنگ سرخ کی اور گنبد سنگ مرمر کا ہے۔ جس میں بہت ہی اچھی سنبت کاری کی گئی ہے۔ مقبرے کی فصیل کا دروازہ سنگ سرخ کا ہے اور اس میں بتیس سیڑھیاں ہیں۔ فیروز شاہ بادشاہ کے عہد میں یہ مقبرہ دارالامان کے نام سے موسوم تھا۔ اس کے سکے پر نجط ثلث ''السلطان الغازی غیاث الدنیا والدین ابو المظفر'' اور دوسری طرف ''تغلق شاہ السلطان ناصر امیر المومنین بحضرت دہلی سن اربع وعشرین وسبعمایتہ ضرب ہندالسکہ'' لکھا تھا۔ اس کی مشہور یادگار قلعہ اور شہر تغلق آباد ہے جسے اس نے ۲۳۔۲۱ھ میں تعمیر کرایا۔ یہ قلعہ اور شہر طرح طرح کی عمارتوں سے مرتب کیا گیا تھا اور چونکہ پہاڑوں پر واقع تھا اس لیے نہایت شاندار اور مستحکم تھا اور کچھ ایسی حکمت سے چونہ اور سنگ خارا سے بنایا گیا کہ سارا شہر مع قلعہ ایک قلعہ معلوم ہوتا تھا مشہور ہے کہ اس قلعہ میں چھپن کوٹ اور باون دروازے تھے۔ یہ مکانات اور قلعہ اب بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا ہے مگر کھنڈروں پر بھی عجیب عبرتناک جلال برستا ہے۔

سلطان المجاہد ابوالفتح محمد عادل تغلق شاہ

(۷۵۲۔۷۲۵ھ......۱۳۷۱۔۱۳۲۴ء)

باپ کی وفات کے تیسرے روز تغلق آباد میں سریر آرائے مسند شاہی ہوا۔ چہلم

کے بعد اشرفیوں اور روپیوں کے خوان لٹاتا ہوا دہلی میں آیا اور پرانے تخت سلطنت پر جلوس کیا علماء وفقراء کو بڑے بڑے وظائف اور امرا اور رفقا کو اعلیٰ اعلیٰ مناصب عطا فرمائے اس کی فیاضی عام تھی۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ دوسرے ملکوں کے لوگ دور دراز سے آتے اور مالا مال ہوکر جاتے تتار خان والی سنار گانوں (ڈھاکہ) کو سو زنجیر فیل۔ ایک ہزار عمدہ گھوڑے ایک کرور تنگہ سرخ۔ اور ولایت بنگال وسنار گانوں کی سند ولایت دے کر رخصت کیا۔ مولانا سنجر بدخشانی کو اسی لاکھ تنگہ عمادالدین کو ستر لاکھ تنگہ اور عضدالدین کو چالیس لاکھ تنگہ ایک روز میں دیے۔ اسی طرح دیگر علماء وفضلاء وشعرا کے حال پر اس کی نظر عنایت تھی جن سوداگروں کا مال راستے میں لٹ جاتا یا کشتیاں ڈوب جاتیں ان کو ان کے مال سے زیادہ قیمت دے دیتا۔ ہزاروں آدمی عرب خراسان ترکستان وغیرہ سے اس کی داودہش سن کر آتے اور اپنے حوصلے سے زیادہ روپیہ لے جاتے۔ مورخوں نے اس کی مختصر تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ ''حسن صورت میں ممتاز، ورزش جسمانی کی تمام باتوں میں طاق، اعلیٰ درجہ کی تعلیم میں فرد، عمدہ خوشنویس۔ ادب فارسی وعربی کا ماہر، طبیب کامل، خطیب بے مثل انشا لکھنے میں یگانہ قوی الحافظ، دقیق النظر، خوش اخلاق، بذلہ سنج، شراب نوشی سے محترز، اعز کا محب اپنے آقا قطب الدین کے خاندان کا وفا شعار خیر خواہ، راسخ الاعتقاد خدا ترس، ہندوستان میں نظام تعلیم کا موجد منکسر المزاج، شجاع، عالی حوصلہ اور عدالت گستر تھا'' ہر شخص کے دل میں اس کا خوف احترام تھا صوم وصلوۃ کی خود پابندی کرتا اور دوسروں سے بھی کراتا۔ فارسی شعر اچھے کہتا اور قدیم شعرا کا کلام خوب سمجھتا۔ خان چغتائی مغلوں کا بہت بڑا لشکر لے کر لمنان اور ملتان لوٹتا ہوا دہلی پہنچا۔ سلطان نے دونوں طرف کے مسلمانوں کو کٹوانا مناسب نہ سمجھ کے بہت ساز وجواہر دے کر اس بلا کو ٹالا۔ اور وہ گجرات کو لوٹتا ہوا سندھ وملتان کے راستے سے واپس گیا۔ یہ مہم اس طرح انجام دے کر سلطان لشکر اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا اور چند دنوں میں ایسا بندوبست کیا کہ تمام راجہ وزمیندار فرمان بردار ہوگئے۔ رسم ستی کی موقوفی کا حکم جاری کیا۔ ہندو راجاؤں کو اعلیٰ جنگی مناصب اور دیگر قابل اندودن کو اعلیٰ خدمات پر سرفراز کیا۔ باوجود ان صفتوں کے مورخین اس بادشاہ

پر پانچ سخت الزام عائد کر کے اسے نالائق اور بیوقوف بتاتے ہیں حالانکہ جو صفتیں اوپر بیان کی گئیں اگر وہ صحیح ہیں تو اجتماع ضدین لازم آئے گا۔ کیونکہ لیاقت کے ساتھ نالائقی اور معاملہ فہمی و تجربہ کاری کے ساتھ بیوقوفی کا جمع ہونا غیر ممکن ہے۔ اصل یہ ہے کہ وہ پانچوں الزام جن کی بنا پر اس کی فرد قرار داد جرم مرتب کی گئی ہے اگر نگاہ غور سے دیکھے جائیں تو بے بنیاد ہی نہیں بلکہ وہ اس کی کمال عقل مندی کی دلیل معلوم ہوتے ہیں نتیجہ کا خراب نکلنا دوسری بات ہے اس پر حسب ذیل الزام عائد کیے گئے ہیں۔

(۱) ملک دوآب پر ٹیکس زیادہ کرنا۔ یہ علاقہ سارے ہندوستان سے زیادہ مرفع الحال تھا لہٰذا بادشاہ نے اور ملکوں کو چھوڑ کر اس پر محصول بڑھا دیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں قحط پڑ گیا۔ اور قحط بھی ایسا کہ متواتر کئی سال تک قائم رہا۔ جس سے لاکھوں آدمی بھوکوں مر گئے یہاں تک کہ ایک من غلہ چھ دینار میں فروخت ہونے لگا۔ بادشاہ نے کمال مردانگی سے اس آفت آسمانی کا مقابلہ کیا ہزاروں من غلہ اور سینکڑوں روپیہ روزانہ تقسیم کرتا تاکہ رعایا کو اس آفت سے نجات ملے۔ مورخین اس قحط کا باعث اضافہ ٹیکس کو بتاتے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ اضافہ ٹیکس نے بارش کو کیسے روک دیا قطع نظر اس کے یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ سلطان نے جو ٹیکس بڑھایا اس کی مقدار سلطان علاؤ الدین کے زمانے کے ٹیکس سے بہت ہی کم تھی مگر اس وقت نہ قحط پڑا اور نہ کسی نے اسے نالائق اور بیوقوف بنایا۔

(۲) تانبے اور پیتل کا سکہ جاری کرنا۔ یہ الزام اول تو مشتبہ سا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اکثر مورخین خصوصاً ابن بطوطہ اور مصنف سالک الابصار جو ایسے واقعات پر خاص نظر رکھتے ہیں اور اس بادشاہ کے ہمعصر تھے انہوں نے اس کا بالکل ذکر نہیں کیا ہے۔ ابن بطوطہ نے قسم کھا کے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے سلطان کے تمام عیوب اور اس کے تمام محاسن تحقیق کر کے بیان کیے ہیں۔ اس پر بھی اگر اس الزام کا کچھ وقعت دی جائے تو دیگر ملکوں کی تاریخ دیکھنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں چاندی کی عام طور پر کمی ہو گئی تھی چنانچہ انگلستان مصر جاپان و ایران وغیرہ کی تاریخوں میں اس کا ذکر موجود ہے پھر یہاں اس وقت بہت سے نئے اور بڑے بڑے وسیع علاقے سلطان ہند کے

قبضے میں آئے تھے جن میں شاہی سکوں کے اجرا کی ضرورت تھی لہٰذا سلطان نے بہت غور وخوض کے بعد بجائے اس کے کاغذ کے سکے بنواتا تانبے اور پیتل کے سکے ڈھلوائے کاغذی سکے میں اول تو کاغذ کے خراب ہو جانے کا اندیشہ تھا دوسرے تھوڑے ہی دن قبل کاغذ کا سکہ ایران میں ناکامیابی کی سند حاصل کر چکا تھا۔ یہ سکہ تین سال تک چلتا رہا ہے اس درمیان میں ملک کے لوگوں نے سونے اور چاندی کے سکے خرید خرید کر اپنے گھروں میں بھر لیے اور سارے ملک میں چاندی سونے کے سکوں کا قحط ہو گیا جن کے نہ ہونے سے بیرونی تجارت میں فرق پڑا۔ ماسوا اس کے اکثر ہندوؤں نے جعلی سکے بنا بنا کے بیچنا شروع کیے۔ مگر سلطان نے کمال دیانت داری سے ان سکوں کو منسوخ کر کے تانبے اور پیتل کے اصلی وجعلی سب سکے واپس خرید لیے۔ اس سے اگرچہ خزانہ خالی ہو گیا مگر بادشاہ کی دیانت داری وایمانداری میں داغ نہ لگا۔ اور اسی ایمانداری کے صلہ میں وہ بیوقوف اور نالائق بتایا جاتا ہے۔ اگر وہ یہ حکم دے دیتا کہ دو ہفتہ میں سارے منسوخ شدہ سکے واپس کر دیے جائیں جن کے پاس ہیں اور پھر وہ کوڑی کو بھی نہ خریدے جائیں گے تو شاید الزام دینے والوں کے نزدیک وہ بیوقوف ونالائق نہ ثابت ہوتا۔

(۳) ایران وتوران کی تسخیر کے واسطے تین لاکھ ستر ہزار فوج کا بھرتی کرنا اور فوج کا ایک سال تنخواہ پانے کے بعد دوسرے سال تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے منتشر ہو جانا سلطان نے یہ فوج بلا وجہ نہیں بھرتی کی تھی۔ بلکہ اس وقت ایران کا منزل اور اس کے حامیوں کا ادبار دیکھ کر اسے موقع ملا تھا کہ خراسان پر قبضہ کر لے۔ اور جس طرح سلطان محمود غزنوی وسلطان شہاب الدین غوری ہندوستان وخراسان کے مالک تھے وہ بھی ہو جائے۔ چنانچہ ترمشترین چغتائی وسلطان مصر کے پاس (جو اس معاملے میں اس کے رقیب تھے) سفیر بھیج کر انہیں اپنا حلیف بنایا۔ امرائے خراسان کو بھی تحفہ وتحائف بھیج کر اپنا دوست بنایا۔ اور ان کارروائیوں کے بعد قریب تھا کہ حملہ ہو جائے مگر عین وقت پر سلطان مصر نے شرکت سے انکار کر دیا اور شاہ ابوسعید سے مراسم اتحاد کی تجدید کر لی۔ دوسروں کی طاقت بڑھتے دیکھ کر خاقان چین نے بھی مداخلت کرنا چاہی تیسرے سب سے بڑا سبب حملہ نہ کرنا اس کی سرکش رعایا نے معزول کر دیا۔ ان اہم واقعات نے

سلطان کو مجبور کیا کہ اپنا عزم فسخ کر دے اور حقیقت میں اتنی بڑی مہم کا تن تنہا اختیار کرنا دانائی سے بعید تھا اور چونکہ کوئی اور علاقہ قابل فتح اس کے سامنے نہ تھا لہٰذا جس قدر فوج ضرورت سے زیادہ تھی اسے برطرف کر دیا۔ بظاہر اس میں بھی کوئی بے وقوفی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ فوج کا جمع کرنا اور دوسرے ملکوں کا اپنے قبضے میں لانا عقل مند اور الوالعزم بادشاہوں کا کام ہے۔ علاؤ الدین نے عزم سکندری کیا شیر شاہ نے ایران پر حملہ کا ارادہ کرنا چاہا اور ان میں سے کوئی بیوقوف نہ بنا۔

(۴) الزام ہمالیہ کے راستوں سے چین کی فتح کے واسطے ایک لاکھ فوج کا بھیجنا اور اس کا تباہ ہو جانا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۷۳۸ھ.....۱۳۳۷ء میں سلطان نے ایک لاکھ سوار اپنے بھانجے خسرو ملک کو دے کر ہدایت کی کہ اول ہما چل (ہمالیہ کا وہ علاقہ جو چین اور ہندوستان کے درمیان میں ہے) کو اپنے قبضے میں لائے اور وہاں قلعے وغیرہ بنا کر مکمل انتظام کرے اس انتظام کے بعد جب دوسرا لشکر کمک کے واسطے بھجوں تو بتدریج آگے بڑھ کر ملک چین کی تسخیر کا ارادہ کرے۔ چنانچہ یہ لشکر گیا اور ہما چل کو تسخیر کر کے بغیر شاہی حکم کے آگے بڑھا۔ سرحد چین پر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ حریف بہت زبردست ہے۔ اس کے علاوہ راستوں کی تنگی اور رسد کی کمی نے بھی اس لشکر کو واپسی پر مجبور کیا۔ واپسی میں بوجہ برسات کے راستے مسدودد ہو گئے۔ پہاڑیوں نے موقع پا کر لوٹ کھسوٹ شروع کر دی اور غلہ کا ملنا محال ہو گیا۔ یہ لشکر پریشان اور تباہ ہوتا ہوا ایک کھلے میدان میں پہنچا اور اسے امن کی جگہ سمجھ کر قیام کیا۔ اس کو اتفاق کہیے یا قسمت کہ اسی رات کو اس قدر پانی برسا کہ سارا لشکر سیلاب کے پانی میں غرق ہو گیا جو لوگ باقی بچے ان میں سے اکثر تو پہاڑیوں کا شکار بنے اور باقی ماندہ لوگ جو دہلی میں پہنچے اس جرم پر قتل ہوئے کہ اس قدر جانیں انہیں کے سبب سے ضائع ہوئیں۔ اس عام تباہی پر بھی سلطان کامیاب رہا کیونکہ اس نے جس علاقہ پر قبضہ کرنے کے واسطے یہ فوج بھیجی تھی اس پر بخوبی قبضہ ہو گیا۔ چنانچہ اسی علاقہ کی بابت چین کے سفیر اس کے دربار میں حاضر ہوئے اور اس علاقہ میں ایک بتخانہ بنانے کی اجازت چاہی جس کو سلطان نے نامنظور کیا۔

(۵) الزام دولت آباد کا دارالسلطنت بنانا ہے۔ دارالسلطنت کا تبدیل کرنا کوئی نئی بات نہ تھی۔ حسب ضرورت تبدیل ہی ہوا کرتے ہیں اور یہ تبدیلی بھی بلاوجہ ہوتو سلطان کی بیوقوفی کہی جاسکتی ہے۔ ملک دکن کا بہت بڑا حصہ بادشاہ کے قبضے میں آگیا تھا جس پر بوجہ مفسدوں کی موجودگی کا پوری طرح تسلط نہ ہوسکا تھا اور یہ ملک دارالسلطنت سے اس قدر دور دراز تھا کہ بادشاہ دہلی میں رہ کر پورا پورا انتظام نہ کرسکتا تھا۔ لہٰذا سلطان نے ارکان سلطنت سے مشورہ کیا اکثر ارکان کی یہ رائے ہوئی کہ اجین دارالسلطنت بنایا جائے مگر یہ دیکھ کر خود بادشاہ دولت آباد کو دارالسلطنت بنانا چاہتا ہے اکثر ارکان نے دولت آباد کو اجین پر ترجیح دی۔ اور بادشاہ نے مغلوں کی طرف سے اطمینان کرکے ۷۲۷ھ......۱۳۲۷ء میں دفاتر اور ضروری عملے دیوگڈھ میں منتقل کیے اور وہاں بہت ہی شاندار عمارتیں تعمیر کرائیں اور ایک قلعہ بنایا جس میں جانے کے لیے پہاڑ کو کاٹ کر ایک سواسی فٹ کا ایک عمودی وضع کا راستہ تراشا اور اس کے وسط میں ایک چکردار راہ بنائی پھر قلعہ کے گرد پہاڑ میں سے کاٹ کر ایک عمیق خندق بنائی۔ دولت آباد سے لے کر دہلی تک سڑک بنوائی جس کے دونوں طرف سایہ دار درخت لگائے اور ہر منزل پر سرائے اور مکان تیار کرائے اور ان میں آدمی مقرر کیے کہ مسافروں کے واسطے ہمیشہ کھانے پینے کا سامان تیار رکھیں یہ انتظامات کرکے حکم دیا کہ دہلی کی ساری رعایا دولت آباد کی راہ لے۔ جو لوگ دولت آباد گئے انہیں سفرخرچ اور مکانوں کا معاوضہ دینے کے علاوہ معقول انعام اور معافیاں عطا کیں۔ یہ بات کہ دولت آباد کو آباد کرنے کے لیے دہلی کو کیوں تباہ کیا ظاہر ہے کہ دوسری جگہوں کے لوگوں پر بادشاہ کیسے اعتبار کرسکتا تھا لہٰذا ضروری ہوا کہ وہی لوگ نئے دارالسلطنت میں بسائے جائیں جو بھروسے کے ہوں اور وقت پر کام آسکیں۔ اس میں شک نہیں کہ باوجود ان تمام انتظامات کے اکثر لوگ راستے میں مرگئے اور اکثروں کو آب وہوا ناموافق ہوئی مگر بادشاہ نے اپنی طرف سے اس کا بہت معاوضہ دیا۔ پھر اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ کس بادشاہ نے سلطنت کی ضرورتوں کے سامنے رعایا کی خواہشوں کا خیال کیا ہے۔ دارالسلطنت کی تبدیلی کا خیال بادشاہ کے دل میں گرشاسپ کی بغاوت سے پیدا ہوا یہ ممالک دکن میں سے سا گرا اور اس کے متعلق

دیگر اقطاع کا حاکم تھا۔ اس نے دکن کے مفسدوں سے مل کر بغاوت پر کمر باندھی بادشاہ نے خواجہ جہاں کو اس کی سرکوبی کے واسطے روانہ کیا۔ دیوگڈھ میں مقابلہ ہوا اور گرشاسپ شکست کھا کر ساگر چلا گیا۔ اور جب یہاں بھی دشمنوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا تو معہ اہل وعیال کے کنبلہ میں چلا گیا جو کہ کرناٹک میں واقع ہے خواجہ جہاں حسب الحکم شاہی کنبلہ پر بھی جا پہنچا۔ وہاں گرشاسپ نے دو مرتبہ خواجہ جہاں کو شکست دی مگر تیسری مرتبہ جب ایک بڑا لشکر خواجہ جہاں کی کمک کو پہنچا تو وہ غالب آیا اور رائے کنبلہ کو گرفتار ہوا۔ گرشاسپ بلال دیو کے پاس چلا گیا بلال دیو نے شاہی لشکر کے تعاقب سے ہراسان ہوکر شاسپ کو گرفتار کر کے خواجہ جہاں کے پاس بھیج دیا۔ اور جب خواجہ جہاں نے اسے بادشاہ کے سامنے حاضر کیا تو بادشاہ نے اس کی کھال کھچوا کر اس میں بھنس بھروایا اور شہروں تشہیر کیا۔

اسی واقعہ سے متاثر ہوکر بادشاہ نے اپنے امرا کے مشورے سے دیوگڈھ کو دارالسلطنت بنا کے اس کا نام دولت آباد رکھا اور اہل دہلی کو مجبور کیا کہ بجائے دہلی کے دولت آباد میں جا کے سکونت اختیار کریں۔ اس انتظام سے فراغت کر کے بادشاہ قلعہ کندھانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم اور ایک بلند پہاڑ پر واقع تھا جو آٹھ ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔ ابھی بادشاہ اطمینان سے نہ بیٹھا تھا کہ ملک بہرام ابیہ حاکم ملتان جو غیاث الدین تغلق کا بہت بڑا دوست تھا باغی ہوگیا۔ ۷۴۰ھ...... ۱۳۳۹ء میں سلطان نے خود ملتان پہنچ کر اسے شکست دی۔ اور اس کا سر کاٹ کر شہر کے دروازہ پر لٹایا۔ پھر دو سال دہلی میں قیام کر کے دوآب کا محاصل وصول کرنے میں ایسی سختی کی کہ رعایا پریشان ہو کے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلی گئی۔ ۷۴۰ھ...... ۱۳۴۰ء بہرام خان حاکم بنال نے انتقال کیا اور ملک فخر الدین نے قدر خان حاکم بنگال کو قتل کر کے سارے لکھنوتی اور سنارگانوں پر قبضہ کرلیا۔ بنگال کی بغاوت کے ساتھ ہی ساتھ معبر کے حاکم سید حسن کے باغی ہونے کی خبر پہنچی۔ بادشاہ نے بنگال کی بغاوت کو اہم نہ سمجھ کر ۷۴۲ھ...... ۱۳۴۱ء میں ساحل کارومنڈل کی طرف رخ کیا مگر درنگل پہنچ کر لشکر میں بیماری پھیلی اور خود بیمار ہوکر دولت آباد واپس آیا۔ راستے میں بادشاہ کا ایک دانت ٹوٹ گیا جسے مقام بیڑ

میں دفن کر کے اس پر ایک عظیم الشان گنبد بنوایا۔ اس بیماری کے زمانے میں دکن کے مختلف علاقے مختلف امرا کو بطور ٹھیکہ دے کر اہل دولت آباد کو حکم دیا کہ جس کا جی چاہی دہلی میں واپس جائے۔ اور خود دہلی میں آکر رعایا کو قحط سے بچانے کے واسطے غلہ اور روپیہ تقسیم کرنا شروع کیا۔ ابھی زراعت کی پوری اصلاح نہ ہوئی تھی کہ شاہ افغان کی بغاوت کی خبر آئی اور پٹھانوں نے دریائے سندھ سے اتر کر لوٹ مار مچا دی۔ بادشاہ بغاوت ختم کرنے روانہ ہوا۔ ملتان پہنچ کر شاہو کا عریضہ مشتمبلر اطاعت ملا۔ اور بادشاہ دہلی میں واپس آیا یہاں قحط کی اس قدر شدت تھی کہ آدمی آدمی کو کھائے جاتے تھے۔ بادشاہ پھر زراعت کی سرسبزی کی طرف متوجہ ہوا اور کرر ڑہا روپیہ تقسیم کر دیا۔ ۷۴۳ھ...... ۱۳۴۲ء میں گھکروں نے مخالفت کی اور بادشاہ نے خواجہ جہاں کو بھیج کر ان کی سرکوبی کی اب بادشاہ کو خیال آیا کہ خلیفہ اسلام کی اجازت کے بغیر سلطنت کرنا جائز نہیں یہ سن کے کہ مصر میں خاندان بنی عباس میں سے کوئی شخص خلیفہ ہے [1]۔

[1] اس زمانے میں المستنصر باللہ خلیفہ تھا جو بعد کو الحکام بامر اللہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ یہ ان خلفاء میں سے تھا جو عباسیہ خلافت کی تباہی کے بعد سلاطین مصر کے تحت ایک مدت اسلامی دنیا کے بادشاہوں کی حکومتوں کو تسلیم کرتے رہے اور انہیں معزز خطابوں سے سرفرازی بخشا کرتے۔

آخری خلیفہ بعد والمستعصم باللہ کے شہادت کے بعد ساری اسلامی دنیا تقریباً تین سال تک بغیر خلیفہ کے رہی۔ مگر جب سلطان مصر نے تاتاریوں کو شکست دی تو ابو القاسم احمد بن الظاہر باللہ جو بدوی قبائل میں مارے مارے پھرتے تھے مصر میں آئے سلطان مصر ملک الظاہر نے بڑی دھوم دھام سے ان کا استقبال کیا اور پھر ایک بہت بڑا دربار کر کے ان کے عباسی النسل ہونے کا ثبوت لیا جب اس کے معزز ارکان اور علماء اور قاضیوں نے ان کے نسب اور حق کو تسلیم کر لیا تو ۱۳ رجب ۶۵۹ھ کو جملہ اول دربار نے ملک الظاہر کے اس کے ہاتھ پر بعیت کی۔ اس نے اپنا لقب المستنصر باللہ رکھا اور چند ہی دنوں میں ایک بہت بڑا لشکر مجاہدین کا جمع کر کے بغداد فتح کرنے کو روانہ ہوا۔ ۳ محرم ۶۶۰ھ...... ۱۲۶۱ء کو تاتاریوں سے مقابلہ ہوا۔ مجاہدین کو شکست ہوئی اور خلیفہ کا پتہ نہ لگا

کہ کیا ہوا اس کے ہمراہیوں میں سے جو لوگ جان بچا کر بھاگے ان میں ابو العباس احمد عباسی بھی تھا جس کا سلسلہ خلیفہ المسترشد باللہ سے ملتا تھا اس کی اطلاع جب ملک الظاہر کو ہوئی تو اس نے انہیں بلوا کر ایک دربار مرتب کیا اور جب ان کا استحقاق ثابت ہو گیا تو سب نے ان کے ہاتھ پر بیعت کیا اور ان کا لقب الحاکم بامراللہ قرار پایا۔ یہ ہمیشہ تاتاریوں پر لوگوں کو جہاد کرنے پر آمادہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۷۰۱ھ...... ۱۳۰۱ء میں انتقال کر گئے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے ابو الربیع سلیمان المستکفی باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوئے اور ۷۴۰ھ...... ۱۳۳۹ء میں راہی جنت ہوئے ان کی وصیت تو یہ تھی کہ میرے بعد میرا بیٹا احمد خلیفہ ہو مگر ملک الناصر سلطان مصر نے ان کے بھتیجے ابراہیم کو الواثق باللہ کے لقب سے خلیفہ کیا پورا سال نہ گزرا تھا کہ ملک الناصر کو ملک الموت نے گھیرا اور اس نے مرتے وقت اپنے بیٹے کو ہدایت کی کہ الواثق باللہ کو معزول کر کے احمد کو خلیفہ کرے۔ جب اس کا بیٹا ابو بکر منصور بادشاہ ہوا تو اس نے ایک دربار کر کے اس اس معامہ میں بحث کی اور جب سارے دربار نے احمد کی موافقت کا فیصلہ کیا تو الواثق باللہ کی بیعت توڑ کے اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور اس نے اپنا لقب المستنصر باللہ رکھا مگر تھوڑے دنوں بعد اس لقب کو منسوخ کر کے الحاکم بامراللہ کا لقب اختیار کیا۔ ۷۵۳ھ...... ۱۳۵۳ء میں اسے بھی دوبارا الٰہی میں جانا پڑا اور چونکہ یہ بے وصیت کے مرا تھا لہٰذا علما و اکابر دربار نے اس کے بھائی ابو بکر بن المستکفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس نے اپنا لقب المعتضد باللہ رکھا۔ ۷۶۳ھ...... ۱۳۶۱ء میں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے ابو عبداللہ محمد المتوکل علی اللہ کے لقب سے خلیفہ قرار پائے انہوں نے سلطان مصر کے خلاف ایک سازش میں حصہ لیا سلطان نے ۷۶۸ھ...... ۱۳۶۶ء میں دربار کر کے انہیں معزول کرنا چاہا۔ مگر علما راضی نہ ہوئے تو سلطان نے زبردستی انہیں قید کر دیا اور عمر بن ابراہیم بن احمد کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے مسند خلافت پر بٹھایا۔ الواثق باللہ کے لقب سے موسوم ہوا۔ ۷۸۸ھ...... ۱۳۸۶ء میں عالم آخرت کو سدھارا تو اس کا بھائی ذکریا المعتصم باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ یہ ۷۹۱ھ...... ۱۳۸۸ء تک خلیفہ رہا تھا کہ سلطان مصر کو المتوکل علی اللہ کے حال پر رحم آیا اور اسے معزول کر کے پھر المتوکل باللہ کو

خلیفہ بنایا۔ ۸۰۸ھ ...... ۱۴۰۵ء میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ابوالفضل المستعین باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ ۸۰۶ھ ...... ۱۴۱۴ء میں معزول کیا گیا اور اس کے بجائے اس کا بھائی داؤد المعتضد باللہ کے لقب سے ۸۶۵ھ ...... ۱۴۴۰ء تک خلافت کرتا رہا۔ اس نے مرنے سے قبل اپنے بھائی ابوالربیع سلیمان کو اپنا جانشین منتخب کیا تھا۔ یہ المستکفی باللہ کے لقب سے ۸۵۴ھ ...... ۱۴۴۹ء تک خلیفہ رہے اور ان کے بعد ان کے بھائی ابو البقاء حمزہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور وہ القائم بامر اللہ کے لقب سے ۸۵۹ھ ...... ۱۴۵۴ء تک خلافت رہی مگر اس سال فوج نے سلطان مصر کے خلاف بغاوت کی اور انہوں نے فوج کی طرف داری کی اتفاق سے فوج کو شکست ہوگئی تو یہاں شرم کے سلطان مصر کے سامنے نہ جا سکے اور خلافت سے دست بردار ہو کے اسکندریہ چلے گئے ان کے بعد ان کے بھائی ابوالعباس یوسف کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور انہوں نے المستجد باللہ کے لقب سے خلافت سنبھالی اور ان کا انتقال ۸۸۴ھ ...... ۱۴۷۹ء میں ہوا اور ان کی ہدایت کے مطابق سید عبدالعزیز ابو العز یعقوب بن متوکل مسند خلافت پر المتوکل علی اللہ کے لقب سے جلوہ افروز ہوئے ان کے عہد میں سلطان سلیم خان نے عساکر مصر کو شکستہ دی اور انہیں عزت واحترام کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا اور وہاں کچھ ایسی مہربانی سے پیش آیا کہ انہوں نے راضی ہو کر اپنا حق خلافت اور وہ تبرکات خلافت جو نسلاً بعد نسلاً اس خاندان میں چلے آتے تھے سلطان سلیم خان کو بخش دیے اور اسی وقت سے اس دوسری خلافت عباسیہ کا جو سطوت وحکومت سے معری تھی خاتمہ ہو گیا۔)۔

اس کے پاس بہت سے ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ ایلچی بھیجے اور سکے میں اپنے نام کے بجائے خلیفہ کا نام نقش کرایا۔ اور شہر میں جمعہ وعیدین کی نماز موقوف کرا دی۔ ۷۴۴ھ ...... ۱۳۴۳ء میں شاہی ایلچی کے ہمراہ حاجی سعید حرمزی منشور حکومت اور خلعت خلافت لایا۔ بادشاہ نے مع امرا کے چھ سات کوس سے اس کا استقبال کیا حاجی سعید کے دامن کو بوسہ دے کر منشور خلافت کو سر پر رکھا شہر میں ہر طرف خیمے نصب ہوئے۔ جمعہ وعیدین کی نماز کا حکم ہوا۔ اور خطبہ سے ان بادشاہوں کا نام نکال دیا گیا جنہوں نے بغیر خلیفہ کی اجازت کے سلطنت کی تھی پھر ساری مملکت میں خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

شاعروں نے قصیدہ خوانی کی بدر چاچی اس دربار کا مشہور شاعر تھا چنانچہ اس کے ایک
قصیدے کے دوشعر یہ ناظرین ہیں۔

جبرئیل از طاق گردوں البشر وگویاں رسید
گر خلیفہ سوئے سلطان خلعت وفرمان رسید
ہمچناں کز بارگاہ کبریائے لایزال
از پے عز محمدؐ آیت قرآن رسید

اور حاجی سعید حرمزی کو بیش بہا جواہرات اور خلیفہ کے نام عریضہ دے کر رخصت
کیا گیا۔

اسی زمانے میں کشنا نائک پسر دلر دیو جو ورنگل کے نواح میں تھا تن تنہا بلال دیو
راجہ کرناٹک کے پاس آیا اور دونوں نے آپس میں مشورہ کر کے مسلمانوں کے راستے میں
پہاڑروں کے اندر ایک شہر مسمی وہیچن نگر (بیجانگر) آباد کیا اور بہت سالشکر جمع کر کے پہلے
تو ورنگل سے اور پھر معبر وناٹک وغیرہ سے مسلمانوں کو نکال باہر کیا۔ اور چونکہ بارش نہ
ہونے کی وجہ سے ساری خلقت حیران تھی لہٰذا سلطان اس کا کچھ نہ کر سکا۔ قحط کے متعلق
اپنی تمام تدبیروں کو ناکافی دیکھ کر رعایا کو حکم دیا کہ جس کو جہاں آسانی ہو چلا جائے چنانچہ
خلقت جوق در جوق اودھ اور بنگال کو روانہ ہوئی۔ بادشاہ خود قصبہ پٹیالی اور کنپلہ (جو ضلع
فرخ آباد میں ہیں) سے گزر کر گنگا کے کنارے مقیم ہوا اور اس مقام کا نام سرگ وادی
رکھا۔ یہاں اودھ اور کڑے کے حاکموں نے غلہ بھیجنا شروع کیا جو بہ نسبت دہلی کے
بہت ارزاں بکتا۔ بادشاہ جب تک یہاں مقیم رہا چار بغاوتیں پے در پے ہوئیں۔

(۱) ۷۴۵ھ......۱۳۴۴ء میں نظام پائیں نے کڑے میں بغاوت کر کے سلطان
علاؤ الدین اپنا لقب رکھا مگر عین الملک حاکم اودھ نے اس کی سرکوبی کی اور اس کا سر کاٹ
کے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔

(۲) نصرت خان جس نے صوبہ بیدر کا ٹھیکہ ایک لاکھ تنگہ سالانہ پر لیا تھا باغی ہوا
اسے قتلغ خان نے گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔

(۳) تیسری بغاوت علی شاہ نے جو امیران صدہ میں سے تھا کی یہ دولت آباد

سے شاہی محصول وصول کرنے کے واسطے گلبرگہ گیا اور وہاں اپنے بھائی بندوں کو جس میں حسن گانگوی بھی شامل تھا جمع کر کے ۷۴۶ھ...... ۱۳۴۶ء میں گلبرگہ کے صوبہ دار کو قتل کر کے غدر مچا دیا اور لوٹتا مارتا ہوا بیدر پہنچا اور وہاں کے نائب کو بھی مار کے سارے ملک پر قبضہ کرلیا بادشاہ نے پھر قتلغ خان کو اس کی سرکوبی پر متعین کیا جس نے ان سب کو گرفتار کر کے سرگ وادی میں بادشاہ کے سامنے حاضر کر دیا۔ بادشاہ نے اسے غزنین میں رہنے کا حکم دیا۔ چوتھی بغاوت کچھ اس طرح سے ہوئی کہ قتلغ خان کے اہلکاروں کی شکایت سن کر بادشاہ نے عین الملک کو دولت آباد بھیجنا چاہا۔ مگر عین الملک کے دل میں خطرہ پیدا ہوا اور اپنا لشکر لے کر بادشاہ پر گنگا پار کر کے چڑھ آیا۔ بادشاہ نے ادھر ادھر کی فوجیں جمع کر کے اسے شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ اور پھر خلعت دے کر اس کو مناصب جلیلہ پر سرفراز کیا اور خود اودھ کا دورہ کر کے بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کی زیارت کی اور ان لوگوں کو جو قحط کی وجہ سے ظفر آباد اور اودھ میں آ بسے تھے دہلی روانہ کر کے خود بھی دہلی روانہ ہوا۔ اسی زمانہ میں حاجی رجب خلعت اور منشور خلافت ہوئے بادشاہ خلیفہ کے اس منشور وقرآن شریف اور کتاب مشارق الانوار کو جو حدیث میں ہے ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا۔ خلیفہ کے نام پر لوگوں سے بعیت لیتا اور جو حکم دیتا اسے خلیفہ کی طرف سے منسوب کرتا۔ اب پھر زراعت کی ترقی کی جانب توجہ کی زمین کو تیس تیس کوس کے مربع حلقوں میں تقسیم کیا اور حکم دیا کہ خزانہ شاہی سے اس کا تردد ہو۔ اسی زمانہ میں متواتر قتلغ خان کے اہلکاروں کی شکایتیں آئیں۔ بادشاہ نے قتلغ خان کو دہلی طلب کر کے اس کے بجائے اس کے بھائی نظام الدین کو بھیجا اور ملک دکن کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کا جدا جدا حکم مقرر کیا۔ اور عزیز خمار کو جو فرقہ ارازال میں سے تھا مالوہ کا حاکم بنایا۔ اس نے تراسی امرائے صدگان کو دعوت کے بہانہ قتل کرایا۔ جب یہ خبر دیگر امرائے صدگان کو پہنچی تو آگ بگولہ ہوگئے۔ اور بغاوت پر متفق ہوئے۔ عین اسی زمانہ میں خزانہ گجرات اور بادشاہ کے خاصے کے گھوڑے برودھ کے راستے سے دہلی آ رہے تھے۔ امیران صدہ نے وہ گھوڑے اور خزانہ مع ان تاجروں کے مال کے جو اس قافلے کے ہمراہ تھے لوٹ لیا اور سپاہ فراہم کر کے کھمبات پر چڑھ گئے۔ بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو ان

کی سرکوبی کو ۷۴۸ھ...... ۱۳۴۷ء میں خود روانہ ہوا راستے میں خبر آئی کہ عزیز خمار باغیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مگر بادشاہ نے موقع پر پہنچ کر ان لوگوں کو ایک بڑی لڑائی کے بعد سخت سزائیں اور اکثر امیران صدہ کو قتل کر کے بھڑوچ میں مقیم ہو گیا۔ پھر ملک احمد لاچین اور ملک علی سرجامدار کو دولت آباد میں قتلغ خان کے بھائی کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ تمام مشہور اور نامی امرائے ان دونوں کے ہمراہ پندرہ سو سواروں کی حراست میں روانہ کیے جائیں۔ عالم الملک برادر قتلغ خان نے گلبرگہ بیجاپور وغیرہ مقامات سے امیران کو جمع کر کے پندرہ سو سواروں کی حراست میں ان دونوں سرداروں کے ہمراہ روانہ کیا۔ راستے میں ان امیروں نے باہم مشورہ کر کے ملک احمد لاچین کو مار ڈالا۔ پھر دولت آباد میں واپس جا کر وہاں کے عمال کو قتل کیا۔ عالم الملک کو قید کر لیا اور کہا کہ ملک علی جامدار جان بچا کر بھاگ گیا۔ اب امرائے ہر طرف سے آ کر دولت آباد میں جمع ہوئے اور اسمٰعیل مخ کو جو بہت بڑا دانشمند اور بلند ہمت تھا نصیر الدین کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ بنایا۔

بادشاہ کو بھڑاچ میں یہ خبر پہنچی فوراً دولت آباد کی طرف چل کھڑا ہوا۔ امراں بڑی بہادری سے لڑے مگر شکست کھا کر بھاگے۔ اسمٰعیل مخ مع ایک بڑے لشکر کے دھارا گڈھ کے قلعہ میں چلا گیا۔ جہاں سامان ضروری کثرت سے موجود تھا اور باقی امرا اپنے اپنے اقطاع متعینہ پر جو حسب مشورہ باہمی طے ہو گئے تھے چلے گئے بادشاہ نے خود قلعہ کا محاصرہ کیا اور عمال الملک کو باغیوں کے گرفتار کرنے کے واسطے گلبرگہ وغیرہ بھیجا۔ ابھی قلعہ پر قبضہ نہ ہوا تھا کہ گجرات میں ملک طغی نے فساد برپا کیا اور کھمبات وغیرہ کو لوٹ کر قلعہ بھڑاچ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ خبر سنتے ہی بادشاہ نے قلعہ کے محاصرہ کا کام دیگر امرا کے سپرد کر کے گجرات کا رخ کیا۔ دکھنیوں نے تعاقب کر کے شاہی لشکر سے خزانہ اور ہاتھی چھین لیے۔ بادشاہ کی آمد سن کر ملک طغی کھمبات چلا گیا۔ بادشاہ نے ملک یوسف کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ مگر ملک طغی نے اسے شکست دے کر مار ڈالا۔ اب بادشاہ خود کھمبات کی طرف بڑھا تو ملک طغی احمد آباد ہوتا ہوا نہروالہ بھاگ آیا اور وہاں سے فوج جمع کر کے بادشاہ کے مقابلے کو احمد آباد آیا اور پھر شاہی لشکر سے شکست کھا کر ٹھٹھہ میں بھاگ گیا۔ اب بادشاہ تو گجرات کے انتظام میں مصروف ہوا اور دکن میں امیران نے مجمع

کر کے حسن کانگوی کو اپنا سرگروہ بنایا اور سارے دکن پر قبضہ کر کے اسمعیل مخ کو محاصرہ سے نکالا۔ اور حاکم مالوہ کو اپنا شریک بنالیا۔ اسمعیل مخ سلطنت سے مستعفی ہوا اور اس کے بجائے امیراں صدہ نے اتفاق کر کے حسن کانگوی کو سلطان علاؤ الدین کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ بنایا۔ بادشاہ نے یہ خبر سن کر بہت پیچ وتاب کھایا اور نیا لشکر دہلی سے طلب کیا۔ مگر اپنی پہلی غلطی جو دولت آباد کو بغیر فتح کیے ہوئے چھوڑ کر گجرات چلے آنے میں ہوئی تھی یاد کر کے خیال کیا کہ گجرات کا پورا انتظام کر کے دکھنیوں کو سزا دوں لہٰذا گجرات میں دو سال تک لشکر کی آراستگی اور کچھ وچونا گڈھ وغیرہ کے فتح کرنے میں مصروف رہا۔ ان امور سے فراغت کر کے بادشاہ کونڈل آیا اور یہاں بیمار ہو کر صاحب فراش ہوگیا۔ چند دنوں کے بعد جب مرض سے نجات ملی تو طغی باغی کا جسے قوم سومرہ نے پناہ دی تھی استیصال کرنے کے واسطے دریائے سندھ کو پار کر کے ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوا۔ عاشورہ کے دن تازہ مچھلی سے روزہ کھولا۔ کھاتے ہی بخار چڑھ آیا۔ مگر سفر جاری رکھا۔ ٹھٹھہ میں پہنچا تھا کہ ۲ محرم الحرام ۷۵۲ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۳۵۱ء کو اس دار فانی سے یہ اشعار پڑھتا ہوا سدھار گیا۔

بسیار دریں جہاں چمیدیم بسیار نعیم وناز دیدیم
اسپان بلند بر نشستیم ترکان گراں بہا خریدیم
کردیم بسے نشاط آخر چون قامت ماہ نو خمیدیم

اس بادشاہ کی مدت سلطنت ۲۷ سال کچھ ماہ ہے۔ ابن بطوطہ مشہور سیاح افریقہ اسی بادشاہ کے وقت میں ہندوستان آیا اور اس نے اپنے سفر نامے میں اس بادشاہ کے بہت سے حالات تحریر کیے ہیں جو اس نے باچشم خود دیکھے تھے اس بادشاہ کے متعلق اس کی مختصر رائے یہ ہے۔ ''تمام اشخاص سے زیادہ یہ بادشاہ منکسر و متواضع ہے اور تمام اشخاص سے زیادہ عدل کو ملحوظ رکھتا ہے۔'' اس کی مشہور یادگاریں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) قلعہ دولت آباد یہ ایک قلعہ ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے جس کا دور پانچ ہزار گز کا ہے۔ اس کے چاروں طرف ایک خندق چالیس گز چوڑی اور تیس گز گہری پہاڑ سے کاٹ کر بنائی ہے۔ اس قلعہ میں جانے کا سوائے ایک راستے کے دوسرا راستہ نہیں ہے۔

یہ راستہ پہاڑ کاٹ کر عمودی صورت میں نکال کے ہموار کیا ہے اور اس کے عین وسط میں ایک گول زینوں کا راستہ بنایا ہے جس پر دوپہر کے وقت بھی بغیر مشعل کے جانا مشکل ہے۔ زینوں کے نیچے ایک آہنی پھاٹک ہے اور اس سے آگے راستے میں لوہے کے بڑے بڑے مضبوط سانچے لگے ہوئے ہیں ان میں اگر آگ دیدی جاتی ہے تو اسطرح دہک اٹھتے ہیں کہ دشمن کی فوج جل بھن کر خاک ہوجائے۔ اگر غنیم بذریعہ سرنگ اس قلعہ کو فتح کرنا چاہیے تو یہ بھی ناممکن ہے۔ اب یہ قلعہ حضور محی الملتہ والدین ہز ہائینس میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ والی دکن کے قبضے میں ہے۔ اس کے ایک گودام میں گھی اور پینے والے تمباکو کا ذخیرہ ہے اور مشہور ہے کہ کئی سو سال سے اسی طرح جمع ہے۔ اس قلعہ پر ایک دھرتی دھمک توپ بارود اور بہت سے ہوائی بان وغیرہ اب بھی موجود ہیں۔

(۲) یادگار عادل آباد یا محمد آباد یہ عمارت ہزار ستون ہے جس کو اس نے قلعہ تغلق آباد کے پاس تعمیر کیا اس کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔

(۳) یادگار جہاں پناہ ہے یہ دو دیواریں بطور شہر پناہ کے تھیں جو قلعہ علائی سے قلعہ رائے تھپورا تک بنائی گئی تھیں اور ان کے درمیان ایک بہت بڑا شہر آباد ہوگیا تھا۔ ۹۴۸ھ میں بزمانہ شیر شاہ ویران ہوگیا۔

(۴) اس یادگار کے ٹوٹے پھوٹے نشانات شیخ شہاب الدین سہروردی کے مزار کے پاس موجود ہیں۔

(۵) یادگار ست پلہ ہے۔ ۷۲۷ھ...... ۱۳۲۶ء میں اس بادشاہ نے بنوایا اس پل کے اوپر بہت سے خوشنما مکان بنے ہوئے ہیں اس بادشاہ کے تین سکے دستیاب ہوئے ہیں جن پر حسب ذیل عبارت تحریر ہے۔ (۱) ضرب فی زمن العبد الراجی رحمتہ اللہ محمد بن تغلق دوسری جانب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہذا الدینار بحضرۃ الدہلی فی سن سبع وعشرین وسبعماتہ (۲) ایک جانب وہی عبارت ہے اور دوسری طرف بن السلطان السعید الشہید تغلق شاہ سن ثلث ثمانین وسبعماتہ۔

(۳) ایک جانب ''اشہدان لا الہٰ الا اللہ واشہدان محمداً عبدہ ورسولہٗ'' اور دوسری جانب الواثق بتائید الرحمان محمد شاہ السلطان ضرب ہذا الدینار بحضرت الدہلی سن ست

وعشرین وسبعمائۃ۔

(۴) غیاث الدین محمد بن عادل شاہ تغلق (۷۵۲ھ۔۱۳۵۱ء)

اسے چھ برس کی عمر میں خواجہ جہاں نے تخت پر بٹھایا اور فیروز شاہ نے دہلی میں آکر تخت سے اتار دیا۔

(۵) سلطان فیروز شاہ بن سالار رجب (۷۵۲ھ۔۱۳۵۲ء)

سلطان محمد بن عادل تغلق شاہ کی وصیت کے مطابق اور امرا کے اصرار پر تیسویں محرم الحرام ۷۵۲ھ......۱۳۵۲ء کو بمقام سہوان میں باعمر پچیس سال تخت نشین ہوا۔ محمد عادل شاہ کی وفات کے وقت مغلوں کی دو فوجیں شاہی لشکر میں موجود تھیں جنہوں نے موقع پا کر فساد کیا اور قبل اس کے کہ کوئی شخص بادشاہ بنے بہت سا خزانہ لوٹ لیا اور ہزاروں آدمیوں اور بچوں کو پکڑ کر لے گئے۔ ٹھٹھہ کے باغیوں نے بھی شورش مچائی۔ فیروز شاہ نے بادشاہ ہوتے ہی مغلوں کو شکست دی اور اپنے کل قیدی واپس لے کر ٹھٹھہ کے باغیوں کی سرکوبی کے واسطے عماد الملک کو مقرر کر کے براہ دیپالپور ملتان اور اجودھن شریف میں ہوتا ہوا دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ دہلی میں احمد آیاز المخاطب بہ خواجہ جہاں نے جو بطور نائب کے کام کرتا تھا بادشاہ کی وفات اور فیروز شاہ کے غائب ہونے کی خبر سن کر ایک شش سالہ بچے کو غیاث الدین محمد لقب دے کر تخت پر بٹھایا تھا۔ اب فروز شاہ کی تخت نشینی کی خبر سن کر گھبرایا تو سارا خزانہ شاہی و جواہرات وظروف طلاء ونقرہ سپاہیوں اور رعیت میں تقسیم کر کے مقابلہ کو تیار ہوا مگر جیسے ہی فیروز شاہ کی تخت نشینی اور دہلی کی طرف آنے کی خبر مشہور ہوئی اور امراو سرداراں فوج چھپ چھپ کے فیروز شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ خواجہ جہاں نے جب یہ حال دیکھا تو اپنی غلطی پر پچھتایا اور برہنہ سرننگی تلوار گلے میں لٹکا کے فیروز شاہ کے سامنے حاضر ہوا فیروز شاہ نے دوسرے وقت ملاقات کا وعدہ کر کے اس کی خاطر و مدارات کا حکم دیا مگر جب ارکان سلطنت کو اس کے خلاف پایا تو اس کا معاملہ عماد الملک کے سپرد کر دیا جو طغی باغی کو قتل کر کے اور مفسداں

سندھ کو سزا دے کر واپس آ گیا تھا۔ عماد الملک نے ارکان سلطنت کے مشورہ سے اسے انعام دے کر حکم دیا کہ وہاں جا کر عبادت الٰہی میں اپنی زندگی گزارے خواجہ جہاں ہنوز راستہ ہی میں تھا کہ شیر خان نے جسے ارکان سلطنت نے اس کے قتل کرنے کو بھیجا تھا جا لیا اور نماز پڑھتے ہوئے اس اسی برس کے بڈھے کا سر تن سے جدا کیا اب فیروز شاہ بے کھٹکے ہو کر دہلی میں آیا اور ۲ رجم کو تخت سلطنت پر جلوس فرما کے امرا کو خطابات عطا کیے۔
اور وہ کل روپیہ کو محمد عادل شاہ کے وقت میں بطور تقادی کے تقسیم ہوا تھا اور وہ روپیہ اور ظروف وجواہرات وغیرہ جن چیزوں کو خواجہ جہاں نے اپنی امداد کی امید میں لوگوں کو تقسیم کیا تھا معاف کر دیا اور اس کے بعد خلقت کے اطمینان کے واسطے اس دفتر میں آگ لگوادی۔ افسروں اور عہدہ داروں کو بجائے تنخواہ کے معافیاں عطا کیں اور نوکروں کے واسطے یہ قانون جاری کیا کہ جب کوئی مر جائے تو اس کے بجائے اس کا بیٹا مقرر ہوا اور اگر بیٹا نہ ہو تو داماد اور داماد بھی نہ ہو تو غلام محمد غلام کی عدم موجودگی میں اور کوئی قریبی رشتہ دار مقرر کیا جائے۔ ان جدید قاعدوں سے خلعت کو بہت بڑا اطمینان ہو گیا۔
۷۵۴ھ......۱۳۵۳ء میں فیروز شاہ رائے گورکھپور اور اس کے اطراف کے راجاؤں کو مطیع کرتا ہوا لکھنوتی پہنچا۔ یہاں حاجی الیاس اپنے آپ کو شمس الدین شاہ کے لقب سے ملقب کر کے سلطنت کر رہا تھا۔ بادشاہ اور حاجی الیاس میں کئی لڑائیاں ہوئیں اور حاجی الیاس کا شاہی سامان چتر و علم۔ اور دارالسلطنت فیروز شاہ کے قبضے میں آئے۔
حاجی الیاس بھاگ کے قلعہ اکدالہ میں پناہ گزیں ہوا۔ فیروز شاہ نے اس قلعہ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ وہاں کے شریف مسلمانوں کی عورتوں نے برہنہ سر سامنے آ کے فریاد کی اور اس نے قلعہ کے فتح کرنے کا خیال چھوڑ دیا۔ ارکان سلطنت نے سمجھایا کہ ہاتھ میں آئے ہوئے ملک کو نہ چھوڑیے مگر اس نے یہ جواب دے کر خدا جانے کتنی مرتبہ اس ملک کو دہلی کے سلاطین نے فتح کیا مگر اب ان کا کچھ بھی نشان باقی ہے۔ لڑائی کو ٹال دیا پھر سلطان کے حکم سے مقتول بنگالیوں کے سر جمع کیے گئے جن کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار سے کچھ زیادہ تھی فیروز شاہ ان سروں کے انبار کو دیکھ کر بہت رویا۔ اور واپسی کا حکم دیا پھر پنڈوے میں آ کر جس میں شمس الدین نے اپنا

دارالسلطنت قرار دیا تھا اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور اس کا نام فیروز آباد رکھا اس مہم سے فراغت کر کے بادشاہ دہلی میں آیا اور حصار فیروز شاہ کو تعمیر کیا۔ پھر وہاں پانی کی قلت دیکھ کر دو نہریں ایک جمنا سے اور دوسری ستلج سے کاٹ کے یہاں تک جاری کر دیں۔ ان نہروں کے جاری ہوتے ہی پیداوار بہت بڑھ گئی اور لاکھوں بیگہ زمین مزروعہ ہو گئی۔ بعدازاں ۷۵۵ھ...... ۱۳۵۴ء میں شہر فیروز آباد بسایا۔

آخر ۷۵۷ھ...... ۱۳۵۶ء میں عباسی خلیفہ کا خلعت فیروز شاہ کے واسطے آیا اور اسے اس نے بڑی تعظیم وتکریم سے لیا۔ اور عباسی خلیفہ نے سلطنت بمبی کی بھی سفارش فیروز شاہ سے کی تھی اسی زمانہ میں حاجی الیاس کے سفیر بہت سے تحفے لے کر فیروز شاہ کی خدمت میں بغرض صلح حاضر ہوئے اور فیروز شاہ نے بھی راضی ہو کر انہیں عزت وحرمت سے رخصت کیا اور یہی تاریخ ہے جب سے دکن وبنگال کی دو جداگانہ سلطنتیں تسلیم کی گئیں۔ فیروز شاہ نے پھر لکھنوتی کا عزم کیا اس خبر کے سنتے ہی حاجی الیاس کا بیٹا سکندر شاہ جو باپ کے مرنے پر گدی نشین ہوا تھا پھر اکدالہ میں جا چھپا۔ اور فیروز شاہ کے پاس بہت سا نذرانہ بھیجا اور آئندہ بھیجتے رہنے کا وعدہ کیا اور فیروز شاہ سکندر نے اسے صلح کر کے جان نگر کو مطیع کرتا ہوا دہلی میں واپس آیا۔ ۷۶۲ھ...... ۱۳۶۱ء میں فیروز شاہ نے نگر کوٹ کو مطیع کیا اور پھر نوے ہزار سواروں کے ساتھ ٹھٹھہ کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں جام اور بانیہ نے دریائے سندھ کے دونوں جانب بڑے بڑے مضبوط قلعہ بنا لیے تھے بمقابلہ پیش آئے چنانچہ چند ہی روز کی لڑائی میں فیروز شاہ کے لشکر میں دانے گھاس اور غلہ کی کمی ہوئی۔ اور لشکر بھوکوں مرنے لگا۔ برسات بھی سر پر آ گئی تھی غرض فیروز شاہ نے گجرات کی جانب کوچ کا حکم دے دیا۔ اور اہل ٹھٹھہ نے شاہی لشکر کا تعاقب کیا ظفر خان نے بمشکل ان کے حملہ کو رد کیا۔ اب شاہی لشکر میں پہلے سے زیادہ غلے کا قحط تھا اور رہبروں نے اس کے لشکر کو ایسے مقام میں پہنچا دیا جہاں میٹھے پانی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اور آبادی کا کیا ذکر۔ یہاں گھاس تک نہ اگتی تھی ہر لشکری اپنی جان سے مایوس کوچ پر کوچ کرتا چلا جاتا تھا جب جینے کی بہت کم آس رہ گئی تو فیروز شاہ نے سجدے میں گر کے اور رو رو کر اللہ سے دعا مانگی۔ اللہ نے اپنا فضل کیا اور اس خشک

زمین پر پانی برسا۔ لشکریوں کی جان میں جان آئی اور تھوڑے ہی دنوں بعد راستہ مل گیا۔ اور یہ تباہ شدہ لشکر خدا خدا کر کے گجرات پہنچا۔ فیروز شاہ نے یہاں کے حاکم کو معزول کر کے بچے کچے لشکر کو ازسر نو آراستہ کیا اور دہلی سے نیا لشکر اور غلہ وغیرہ طلب کر کے پھر ٹھٹھہ کی طرف چلا۔ جام اور بانیہ نے پھر مقابلہ کیا مگر اب کی بار خود ٹھٹھہ کے لشکر میں قحط پڑ گیا۔ کچھ شاہی لشکر عماد الملک اور ظفر خان کی سرداری میں دریا سندھ کے پار اتر گیا۔ اور آخر کار سید جلال الدین نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی۔ بادشاہ جام اور بانیہ کو ہمراہ لے کر دہلی میں آیا اور تھوڑے سے دنوں کے بعد جب اہل ٹھٹھہ نے پھر سرکشی کی تو فیروز شاہ نے جام اور بانیہ کو چتر و علم دے کر ٹھٹھہ کی طرف روانہ کر دیا۔
۷۷۶ھ...... ۱۳۷۵ء میں فیروز شاہ کے بڑے بیٹے فتح خان نے انتقال کیا فیروز شاہ نے اپنے جیتے جی اس شاہزادہ کو تخت پر بٹھایا تھا اور سکہ وخطبہ بھی اس کے نام کا کر دیا تھا اس کی معاوتمندی اور نیک بختی کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں۔ بادشاہ کو اس صدمہ نے بے جان کر دیا شمس الدین حاکم گجرات مقرر ہوا۔ مگر شاہی محاصل جمع کر کے وہ بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور گجرات کے عمال نے امیران صدہ کی مدد سے اس کا سر کاٹ کے فیروز شاہ کے پاس بھیج دیا۔ ۷۷۹ھ...... ۱۳۷۸ء میں اٹاوہ کے زمینداروں نے بغاوت پر کمر باندھی اور فیروز شاہ نے خود جا کر انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ ۷۸۱ھ میں کٹھیر کے مقدم کھرگو نے حاکم بدایوں سید محمد کو معہ اس کے بھائیوں کے مہمان بلا کر مار ڈالا فیروز شاہ نے یہ خبر سنی تو کیٹھر پہنچا۔ اور وہاں بہت کشت وخون کیا کھرگو پہاڑوں میں بھاگ گیا اور پھر اس کا پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا۔ اور فیروز شاہ نے داؤد خان کو سنبھل میں حاکم مقرر کر کے حکم دیا کہ ہمیشہ ان سرکشوں کی سرکوبی کیا کرے۔ اور خود بھی سال میں ایک بار ان کی سرکوبی کو جا پہنچتا۔

۷۸۷ھ...... ۱۳۸۵ء میں فیروز شاہ کا ضعف و کمزوری حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اور سلطنت کا کاروبار خان جہان وزیر کرتا تھا۔ جسے ہوتے ہوتے ۷۸۹ھ...... ۱۳۸۷ء میں ہوس ہوئی کہ ورثائے سلطنت کو قتل کر کے خود بادشاہ بن جائے۔ اور یہ منشاء اس طرح پورا کیا کہ فیروز شاہ کو بہکایا شاہزادہ محمد خان نے یہ خبر سنی تو محل میں چھپ کے بیٹھ

رہا۔ اور ایک دن موقع پاتے ہی ڈولی میں بیٹھ کے شاہی محل میں جا پہنچا۔ شاہزادے کو مسلح دیکھ کے عورتیں سمجھیں کہ فیروز شاہ کے قتل کرنے کو آیا ہے غل مچایا مگر محمد خان سیدھا فیروز شاہ کے پاس گیا اس کے قدموں میں گر پڑا۔ اور عرض کیا کہ اگر اعلیٰ حضرت کو مجھے قتل کرنا ہو تو اس وقت سے بہتر کون سا موقع ہوسکتا ہے وزیر نے خود بادشاہ بننے کی ہوس میں حضور کو بہکا دیا ہے فیروز ونے اس کی پیٹھ پر دست شفقت پھیرا اور وزیر کے قتل کا حکم صادر کیا۔ محمد خان نے فوراً شاہی سواروں کے ساتھ جا کر وزیر کے مکان کا محاصرہ کرلیا خان جہاں خوب جی کھول کر لڑا۔ اور آخر کو زخمی ہوا کہ مات کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں گرفتار ہو کر مارا گیا۔ اب فیروز شاہ نے محمد خان کو محمد ناصر الدین کا خطاب دے کر تخت پر بٹھایا مگر وہ ایسا عیش وعشرت میں پڑا کہ چند ہی روز میں امرائے دولت سے بگاڑلی اور انہوں نے ایک لاکھ شاہی غلاموں کو اپنا طرف دار بنا کے فیروز شاہ کو بھی اپنے بس میں کرلیا کئی لڑائی ہوئیں جن میں ناصر الدین ہی کا پلہ بھاری رہا۔ مگر آخر میں یہ لوگ فیروز شاہ کو پالکی میں بٹھا کر لڑائی کے میدان میں لائے۔ اور شاہی لشکر نے جو ناصر الدین کے ساتھ تھا اپنے بادشاہ فیروز شاہ کو دوسری طرف دیکھا تو اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور ناصر الدین نے یہ نازک حالت دیکھی تو سر ڈر کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا۔

ادھر غلاموں نے بادشاہ سے کہہ سن کے فتح خان کے بیٹے معروف بہ تغلق شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس ہنگامے کو تھوڑے ہی دن گزارے تھے کہ فیروز شاہ نے اڑتیس برس سلطنت کرکے ۱۳ رمضان المبارک کو نوے برس کی عمر میں انتقال کیا یہ بادشاہ فاضل، عادل، کریم، رحیم، حلیم، رعایا پرور اور رعایا نواز تھا کسی شخص کو اس کے عہد میں ظلم کا ڈر نہ تھا شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے غلاموں کے جمع کرنے کا اس کو خاص شوق تھا جس کو طرح طرح کے علوم وفنون سے آراستہ کرتا۔ چنانچہ منجملہ ایک لاکھ اسی ہزار غلاموں کے بارہ ہزار غلام اہل حرفہ میں سے تھے بیکار آدمیوں کو کام میں لگانے کے واسطے اس نے چھتیس مختلف کارخانے کھول رکھے تھے۔ جن میں طرح طرح کے کام ہوتے اور بیکار آدمی ان میں کام کرکے روزی کماتے۔ اس نے ایک خیراتی فنڈ بھی

قائم کیا تھا جس کا کام یہ تھا کہ غریب لوگوں کی لڑکیاں جو جواں ہو جائیں اور بہ سبب ناداری و مفلسی کے ان کا نکاح نہ ہوسکتا ہو ان کا عقد مناسب خرچ دے کر کرا دیا جائے ایک شفا خانہ بھی قائم کیا تھا جس میں غریب مسافروں اور شہر کے آدمیوں کو مفت دوا اور غذا ملتی تھی۔

قحط اس بادشاہ کے زمانہ میں کبھی پڑا ہی نہیں۔ ارزانی کا یہ حال تھا کہ لوگ سلطان علاؤ الدین کے قوت میں ارزانی کو بھول گئے تھے۔ سنگین سزائیں دینا اس نے موقوف کر دیا ایسے محاصل سے جو شرعاً ناجائز تھے دست بردار ہو کر دوسرے محاصل جو شرعاً واجب تھے ان کا اجرا کیا۔ جن بادشاہوں کے نام محمد تغلق نے خطبے سے نکال ڈالے تھے ان کا نام اس نے پھر فہرست سلاطین میں درج کر لیے۔ رفاہ عامہ کے جس قدر کام اس بادشاہ نے کیے کسی بادشاہ کو کرنا نہ نصیب ہوئے تھے۔ بارہ سو جدید شاہی باغ نصب کرائے اور پرانے باغوں کو بھی سرسبز و شاداب کر دیا۔ آب پاشی کی غرض سے مختلف دریاؤں سے بہت سی نہریں نکالیں اس کی بنوائی ہوئی سب سے بڑی اور مشہور نہر وہ ہے جو جمنا میں سے اس جگہ کاٹ کر نکالی گئی ہے جہاں وہ پہاڑوں سے علیحدہ ہوئی ہے اور وہ نہر کرنال اور ہانسی و حصار کی سرزمین کو سیراب کرتی ہوئی ستلج میں جا گرتی ہے۔ دوسری عمارتوں کی مختصر فہرست یہ ہے۔

چالیس مسجدیں، تیس مدرسے ایک سو مہمان سرائیں، تیس تالاب، سو شفا خانے، ڈیڑھ سو پل، ایک سو پچاس حمام اور کنوئیں ان کے علاوہ بہت سی عمارتیں شہر کی زیب و زینت کے واسطے بنوائیں جو حسب ذیل ہیں:

کوشک فیروز شاہ یا کوٹلہ فیروز شاہ تعمیر ہوا جس میں تین سرنگیں مختلف اطراف میں ایسی وسیع بنوائی تھیں کہ بادشاہ معہ اپنے محل کی عورتوں کے سواریوں پر بیٹھ کے چلا جاتا تھا۔ راجہ اشوکا کی مشہور لاٹھ موضع نوہرہ ضلع خضر آباد سے لا کر اس کوشک میں قائم کی تھی دوسری عمارت کوشک جہاں نمایا کوشک شکار ہے کوٹلہ فیروز شاہ کی ایک سرنگ اس عمارت تک گئی تھی اور راجہ اشوکا کی دوسری لاٹھ نواح میرٹھ سے لا کر اس کوشک میں کھڑی کی تھی۔ یہ کوشک اب بالکل مسمار ہے۔ تیسری یادگار

جامع مسجد فیروزی ہے۔ جو ۷۵۵ھ......۱۳۵۴ء میں تیار ہوئی۔ اس مسجد کے ہشت پہل گنبد پر اس نے اپنی تصنیف شدہ تاریخ فیروز شاہی کا خلاصہ لکھوایا تھا مگر اس گنبد کا اب پتہ نہیں اس کے علاوہ کوشک انور یا مہدیاں بولی بھٹیاری کا محل۔ کالی مسجد کوٹلہ نظام الدین۔ درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی وغیرہ۔ اس کی مشہور عمارتیں ہیں۔

شہر جونپور بھی اسی بادشاہ کا آباد کیا ہوا ہے طاس گھڑیال اسی بادشاہ کی ایجاد ہے سکے بھی اس بادشاہ نے بہت طرح کے چلائے۔ اس عہد سے پہلے چیتل سے کم کوئی سکہ نہ تھا۔ اس نے رعایا کی تکلیف کا خیال کر کے نصف چیتل اور چیتل کے سکے جاری کیے اس کے ایک سکے پر ایک جانب خلیفہ امیر المومنین من اللہ اور دوسری جانب فیروز شاہ سلطانی ضرب فی دہلی مرقوم ہے اور بعض سکوں پر فیروز شاہ فتح شاہ دونوں نام لکھے ہیں۔ اس کا مقبرہ حوض خاص کے کنارے ہے جسے ناصر الدین محمد شاہ نے ۷۹۲ھ......۱۳۸۹ء میں چونے اور پتھر سے بنوایا تھا۔

(۵) شاہزادہ فتح خان بن فیروز شاہ (۷۶۰ھ۔۱۳۵۹ء)

فیروز شاہ نے اپنی حیات میں اس شاہزادہ کو تخت پر بٹھایا اور سکہ وخطبہ اس کے نام کا جاری کیا اس شاہزادے کی یہ حالت تھی کہ باوجود کمسنی کے لہو ولعب میں نہ پڑتا اور دن رات پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتا اس کے عدل وانصاف کے بھی بہت سے قصے مشہور ہیں۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ اس پر نیند کا غلبہ ہوا اور استراحت کے لیے مکتب سے محل کی راہ لی۔ راستے میں ایک بڑھیا نے فریاد کی کہ میرا شوہر اور بیٹا بغرض تجارت شاہی لشکر کی طرف آرہے تھے۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے ان کو لوٹ لیا اور جب وہ تباہی کے مارے شاہی لشکر میں پہنچے تو لشکر والوں نے ان کو جاسوسی کا مجرم سمجھ کر گرفتار کرلیا۔ حضور میری دادرسی فرمائیں شاہزادے نے قاعدے کے مطابق اس سے دو گواہ عادل مانگے۔ اس نے عرض کیا کہ گواہ تو بہت ہیں مگر ان کی حاضری میں دیر ہوگئی۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ شاید دوبارہ حضور تک نہ پہنچ سکوں۔

شاہزادے نے ہنس کر جواب دیا کہ جب تک تیرے گواہ نہ آجائیں گے میں اسی جگہ کھڑا رہوں گا۔ جا اور گواہوں کو لے آ۔ بڑھیا کے جانے کے بعد مصاحبوں نے عرض کیا کہ جب تک بڑھیا گواہوں کو لے کے آئے حضور کو دھوپ میں کھڑے کھڑے تکلیف ہوگی۔ یہاں سے نزدیک کسی سایہ دار درخت کے نیچے تشریف لے چلیے۔ شاہزادہ نے جواب دیا کہ "میں نے تو اس غریب سے اسی جگہ کھڑے رہنے کا وعدہ کیا ہے دوسری جگہ کیسے جاسکتا ہوں؟" بڑھیا بڑی دیر میں گواہوں کو لے کر آئی اور شاہزادے نے اسی جگہ کھڑے کھڑے ان کی شہادت لی اور جب گواہوں کے بیان سے بڑھیا اپنے دعویٰ میں سچی ثابت ہوئی تو فوراً اس کو لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ خواب استراحت میں تھا۔ فتح خان بادشاہ کے بیدار ہونے تک دیوان خانہ میں بیٹھا رہا۔ اور جیسے ہی بادشاہ بیدار ہوا اس کی خدمت میں حاضر ہوکر کل واقعہ عرض کیا۔ اور بڑھیا کے شوہر اور بیٹے کو جب قید سے آزاد کرلیا تو اپنے محل میں گیا اور دوپہر کا کھانا عصر کے وقت تناول فرمایا۔

اس نیک شاہزادے نے ۷۷۶ھ...... ۱۳۷۵ء میں انتقال کیا۔ اس کے سکے پر ایک ب فتح خان فیروز خلد اللہ ظلالہ وجلالہ اور دوسری جانب فی زمن الامام امیر المومنین ابوالفتح المعتضد باللہ خلد خلافتہ تحریر تھا۔

(۶) ناصر الدین محمد شاہ بن فیروز شاہ (۷۸۹ھ۔۱۳۸۷ء)

۷۸۹ھ...... ۱۳۸۷ء میں فیروز شاہ نے اپنے اس دوسرے فرزند معروف بہ محمد خان کو محمد ناصر الدین شاہ کا خطاب دے کر اپنے جیتے جی تخت پر بٹھایا اور سکہ وخطبہ اس کے نام کا جاری کیا۔ مگر اس نے عیش وعشرت میں پڑ کر چند ہی دن میں امرائے دولت کو اپنے خلاف کرلیا چنانچہ امرائے نے شاہی غلاموں کو اپنا طرف دار بنا کے اسے شکست دی اور وہ سرموڑ کے پہاڑوں میں بھاگ گیا اس کے سکے پر مندرجہ ذیل عبارت منقوش تھی۔ محمد شاہ فیروز شاہ سلطانی ابوعبداللہ خدلت خلافہ ضربت بحضرت دہلی ۷۹۰ھ۔

(۷) سلطان غیاث الدین تغلق شاہ ثانی بن فتح خان بن سلطان فیروز شاہ:

۷۹۰ھ...... ۱۳۸۸ء میں اس نے تخت پر فیروز آباد کے قصر میں جلوس کیا اور ناصر الدین کی سرکوبی کے واسطے ایک بڑا لشکر ملک تاج الدین وزیر و بہادر ناہر کی سرداری میں روانہ کیا۔ ناصر الدین اس لشکر سے شکست کھاتا اور ادھر ادھر بھاگتا ہوا نگر کوٹ کے مستحکم قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا اور اس قلعہ کی مضبوطی و پائیداری دیکھ کر لشکر شاہی دہلی میں واپس چلا آیا۔ ادھر غیاث الدین نے عیش و عشرت میں پڑ کے اپنے اعزا کو ستانا شروع کیا۔ یہ حالت دیکھ کر اس کے چچیرے بھائی ابو بکر نے رکن الدین نائب مدیر اور شاہی غلاموں کو اپنا ہم خیال بنا کے امیر الامرا ملک مبارک کبیری کو قتل کر ڈالا اور غیاث الدین اس کی خبر سنتے ہی چور دروازہ سے نکل کر مع تاج الدین وزیر کے جمنا کی طرف بھاگا۔ مگر رکن الدین نے تعاقب کر کے ۲۱ صفر ۷۹۱ھ...... ۱۳۸۹ء کو اس کو مع وزیر کے پکڑ کے قتل کر ڈالا۔ چنانچہ اس کی سلطنت کی مدت صرف پانچ ماہ اٹھارہ یوم تھی اس کے سکے پر السلطان تغلق شاہ سلطانی ضربت بحضرت دہلی اور دوسری جانب نائب امیر المومنین منقوش تھا۔

(۸) سلطان ابو بکر شاہ بن ظفر خان بن سلطان فیروز شاہ

(۷۹۱ھ۔۱۳۸۹ء)

یہ بادشاہ بندگان فیروز شاہی کے امداد سے فیروز آباد میں تخت نشین ہوا اور رکن الدین کے ہاتھ میں وزارت کی باگ آئی۔ مگر اس نے خود بادشاہ بننا چاہا ابو بکر شاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو قبل اس کے کہ کوئی فساد اٹھے رکن الدین کو مع ان شاہی غلاموں کے جو اس کے طرف دار تھے پکڑ کے قتل کر ڈالا۔ اب سمانہ کے امیران صدہ نے اپنے حاکم کو جو ابو بکر شاہ کا خواہ تھا قتل کر کے ۷۹۱ھ...... ۱۳۸۹ء میں محمد شاہ ناصر

الدین کو دوبارہ تخت پر بٹھایا۔ اور پچاس ہزار کا لشکر جمع کر کے فیروز آباد پر چڑھ آئے ابوبکر شاہ اور بہادر ناہر نے اس لشکر کو شکست دی۔ ناصر الدین محمد بھاگ کر گنگا کے کنارے جلیسر میں مقیم ہوا۔ وہاں بہت سے امرا اور والیان ملک اس سے آملے۔ اور سب نے مل کر پھر دہلی پر چڑھائی کی مگر ابوبکر سے پھر شکست کھائی اور جلیسر کو واپس گئے۔ مسلمانوں کی اس باہمی لڑائی سے ہندوؤں نے فائدہ اٹھایا اور جزیہ وخراج دینا موقوف کر دیا۔ اسی اثنا میں ناصر الدین محمد نے فیروز شاہ کے غلاموں کے قتل کا حکم دیا۔ اور ہزاروں غلام بے گناہ قتل ہوئے۔ ۷۹۲ھ......۱۳۹۰ء میں ہمایوں شاہ پسر ناصر الدین محمد ایک نیا لشکر مرتب کر کے پانی پت کے میدان میں خیمہ زن ہوا مگر ابوبکر شاہ کی طرف سے ملک شاہین عماد الملک نے پہنچ کر اس لشکر کو زیر وزبر کر دیا اور اب خود ابوبکر شاہ ناصر الدین محمد شاہ کے استیصال کے واسطے ایک بڑے لشکر کو اپنے ہمراہ لے کر جلیسر کی طرف چلا۔ ابھی یہ دہلی سے بیس ہی کوس پر خیمہ زن تھا کہ ناصر الدین محمد نے چار ہزار سواروں کے ساتھ دہلی کی راہ لی۔ اور محافظوں سے لڑ بھڑ کر دہلی میں گھس پڑا۔ ابوبکر نے یہ خبر سنی تو فوراً دہلی کی طرف واپس ہوا۔ ناصر الدین محمد نے جو اس کے آنے کا حال سنا تو چور دروازہ سے بھاگ کر جلیسر چل دیا۔ اور اس کے ساتھ جو نہ بھاگ سکے ابوبکر کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے جن میں سے بعض قتل ہوئے اور بعض قید کیے گئے۔ اب فیروز شاہ کے غلاموں نے ناصر الدین محمد سے سازش کر کے ابوبکر کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ابوبکر اپنے معتمد علیہ لوگوں کے ساتھ دہلی کو چھوڑ کر بہادر ناہر کے کوٹلہ میں چلا گیا جو میوات کے علاقہ میں تھا۔ اہل دہلی نے اس واقعہ کی ناصر الدین محمد شاہ کو اطلاع دی اور اس نے فوراً دہلی آ کر ۱۹ رمضان المبارک کو فیروز آباد کے کوشل میں تاج شاہی سر پر رکھا اور ابوبکر فقط ایک سال چھ ماہ بادشاہ رہا۔ ابوبکر شاہ کے سکے مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) ابوبکر شاہ بن ظفر بن فیروز شاہ سلطانی اور دوسری جانب الخلیفۃ ابو عبداللہ خلدت خلافتہ۔

(۲) اول طرف ابوبکر شاہ ظفر بن فیروز شاہ سلطانی اور دوسری جانب نائب امیر

المومنین خلدت خلافتہ ۷۹۲ھ (۳) ابوبکر شاہ ظفر بن فیروز شاہ سلطانی نائب امیر المومنین ۷۹۴ھ۔

(۹) ناصر الدین محمد شاہ بن سلطان فیروز شاہ باردوم

(۷۹۲ھ۔۱۳۹۰ء)

تخت پر بیٹھتے ہی اس نے اسلام خان نومسلم کو وزیر سلطنت کیا اور اس کی قوت سے غلامان فیروز شاہی کا استیصال کر کے اسلام خان اور شاہزادہ ہمایوں کو مع ایک لشکر کے میوات پر روانہ کیا۔ اسلام خان نے ایک ہی حملے میں بہادر ناہر کو شکست دے دی۔ اور بہادر ناہر اور ابوبکر دونوں ناصر الدین محمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس نے بہادر ناہر کو خلعت سے سرفراز کر کے اس کا علاقہ اسے بخشا۔ اور ابوبکر کو میرٹھ کے قلعہ میں قید کر دیا۔ جہاں قید ہی میں اس نے ۷۹۲ھ......۱۳۹۰ء میں انتقال کیا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ بہادر ناہر نے شکست کے بعد ابوبکر کو گرفتار کر کے ناصر الدین محمد شاہ کے حوالے کر دیا۔ ۷۹۴ھ......۱۳۹۲ء میں گجرات کے حاکم فرحتہ الملک نے بغاوت کی۔ محمد شاہ نے ظفر خان کو خلعت وبارگاہ سرخ جو بادشاہوں کے واسطے مخصوص تھی مرحمت فرما کہ گجرات کی حکومت عطا کی۔ اسی سال ناہر سنگھ اور دیگر راٹھور راجپوتوں نے بھی بغاوت کی۔ مگر اسلام خان اور نیرو خود محمد شاہ نے موقع پر پہنچ کر انہیں شکست دی۔

۷۹۵ھ......۱۳۹۳ء میں میوات کو تاخت وتاراج کیا اور جلیسر پہنچ کر بیمار پڑ گیا۔ اس بیماری کی حالت میں بہادر ناہر نے دہلی کے اطراف میں لوٹ مار مچادی۔ محمد شاہ باوجود ضعف ونقاہت کے میوات میں آیا اور بہادر ناہر کو شکست دے کر پنا چھر کی طرف بھگا دیا۔ ۷۹۶ھ......۱۳۹۴ء میں شاہزادہ ہمایوں کو حکم دیا کہ شیخا گھکر جس نے لاہور میں بغاوت پھیلائی ہے اس کی سرکوبی کرے مگر شاہزادہ دہلی سے باہر نہ نکلا تھا کہ محمد شاہ نے جلیسر میں انتقال کیا۔ لاش دہلی میں آئی اور فیروز شاہ کے مقبرے میں دفن ہوئی۔ اس بادشاہ نے چھ سال سات ماہ سلطنت کی۔ قلعہ محمد آباد اس کی یادگار ہے جو اس

نے جلیسر میں ۷۹۴ھ......۱۳۹۲ء میں بنوایا۔

اس کے سکے پر السلطان الاعظم ابوالحامد محمد شاہ فیروز شاہ سلطانی فی زمن الامام امیر المومنین خلدت خلافتہ ۷۹۳ھ منقوش تھا۔

(۱۰) علاؤالدین سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ (۷۹۶ھ۔۱۳۹۴ء)

شاہزادہ ہمایوں باپ کے مرنے کے تیسرے دن فیروز آباد میں تخت پر بیٹھا مگر چند ہی روز بعد بیمار ہوا۔ اور ڈیڑھ ہی ماہ سلطنت کر کے مر گیا اور حوض خاص میں دفن ہوا۔ اس کے سکے پر ایک جانب سکندر شاہ محمد شاہ سلطانی اور دوسری طرف الخلیفتہ ابوعبداللہ خلدت خلافتہ مرقوم تھا۔

(۱۱) ناصر الدین محمود شاہ بن محمد شاہ (۷۹۶ھ۔۱۳۹۴ء)

سکندر شاہ کی وفات کے بعد پندرہ دن تک کشمکش رہی اور آخر سب امرا نے اتفاق کر کے شاہزادہ محمود شاہ کو جو محمد شاہ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا تخت پر بٹھیا۔ مگر اب سلطنت کا رعب بالکل اٹھ گیا تھا۔ امرا خودسر تھے۔ اور ہر طرف فتنہ وفساد برپا تھا محمود شاہ میں کمسنی کے باعث اس غیر منتظم سلطنت کے سنبھالنے کی طاقت نہ تھی۔ تاہم اس نے خواجہ جہاں وزیر سلطنت کو بیس زنجیر فیل اور بہت بڑے لشکر کے ساتھ قنوج اور بہار کا فساد مٹانے کے واسطے روانہ کیا۔ خواجہ جہاں نے اٹاوہ وقنوج و جونپور وغیرہ کو مطیع کر کے اودھ کے علاقہ کو بھی فرمان بردار بنالیا۔ اور جونپور میں طرح اقامت ڈال دی۔ لکھنوتی اور جاج نگر کے حکمرانوں سے دہلی کا مقررہ خراج اور ہاتھی وغیرہ جو کئی سال سے باقی تھے وصول کیے۔ اسی طرح محمود شاہ نے سارنگ خان کو جو دیبال پور کا حاکم تھا شیخا گھکرو کا فساد مٹانے کو ملتان روانہ کیا اس نے شیخا گھکروں کو شکست دے کر لاہور وملتان وغیرہ کا انتظام کیا۔ بعدازاں محمود شاہ نے دہلی کو مقرب الملک کے سپرد کیا اور خود بہ غرض تفریح گوالیار دیبانہ کی راہ لی۔ یہاں اس کے امرا میں باہمی نزاع شروع ہوئی اور سعادت خان نے جس کا پلہ بھاری تھا مبارک خان اور علاؤالدین کو مار ڈالا

ایک اور امیر ملو خان اس کے نیچے سے نکل کر مقرب الملک کے پاس بھاگ گیا محمود شاہ بھی اس فساد کے بعد دہلی میں واپس آیا مقرب الملک بادشاہ کی آمد کا سن کر استقبال کے واسطے شہر سے باہر نکلا۔ مگر بادشاہ کو اپنے سے رکا دیکھا تو کچھ حیلہ حوالہ کر کے دہلی میں واپس گیا اور قلعہ بن ہو گیا۔

سعادت خان کی ترغیب سے محمود شاہ تقریباً تین مہینے تک روز دہلی پر حملہ کرتا رہا اور جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو سعادت خان سے چھپ کر محرم ۷۹۷ھ...... ۱۳۹۴ء مین مقرب الملک کے پاس دہلی چلا گیا۔ بادشاہ کے آتے ہی مقرب الملک نے دہلی کی خلقت کو جمع کیا اور شہر پناہ سے نکل کر سعادت خان پر حملہ کر دیا۔ مگر شکست کھا کر پھر قلعہ بند ہو گیا۔ سعادت خان برسات کی وجہ سے میدان سے ہٹ کر فیروز آباد میں مقیم ہوا۔ اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے نصرت خان بن فتح خان بن فیروز شاہ کو میوات سے بلوا کے ربیع الاول میں بادشاہ بنایا۔ اور مہمات سلطنت کے خود انجام دینے لگا۔ یہ بات دیگر امرا کو ناگوار گزری۔ سعادت خان کے خلاف ہو گئے۔ اور ایک دن موقعہ پا کر اس پر چڑھ دوڑے۔ سعادت خان غافل تھا موت کر سر پر دیکھ کر بھاگا اور دہلی کے اندر مقرب الملک کے پاس جا کے پناہ لی اور اس نے چند روز کے اندر اس کا کام تمام کر دیا۔ امرائے فیروز آباد نے نصرت شاہ سے پھر تجدید بعیت کی اور دو آبہ کا علاقہ سنبھل و پانی پت ورہتک وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ محمود شاہ کے قبضے میں فقط سیری کا قلعہ اور دہلی باقی رہ گئے۔ پرانی دہلی پر بہادر ناہر کا تصرف تھا۔ محمود شاہ اور نصرت شاہ سے روزانہ لڑائی ہوتی اور کبھی یہ غالب ہوتا اور کبھی وہ۔ ان لڑائیوں نے تین سال تک طول کھینچا۔ ۸۰۰ھ...... ۱۳۹۸ء میں ملو خان عرف اقبال خان عہد و پیماں کر کے نصرت شاہ سے مل گیا۔ اور پھر بدعہدی کر کے جملہ لوازم شاہی کو اپنے قبضے میں کر کے فیروز آباد پر بھی قابض ہو گیا۔ نصرت شاہ نے یہ حالت دیکھی تو اپنے وزیر تاتار خان کے پاس پانی پت میں بھاگ گیا اور اقبال خان نے سیری میں آکر اپنے مربی مقرب الملک کو نہایت ہی بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ اور پانی پت پہنچ کر تاتار خان کو بھی شکست دے کر سلطنت کے تمام امور کو خود انجام دینے لگا۔ ان

آپس کی لڑائیوں سے تمام امرا وملوک میں سے ہر ایک اپنی ولایت کا خودسر حاکم بن گیا اور اپنا علاقہ وسیع کرنے کی غرض سے ایک دوسرے سے لڑنے لگا۔ ہندوستان میں یہی جھگڑے بے پناہ تھے ناگہاں خبر آئی کہ امیر تیمور بلائے بے درمان کی طرح ہندوستان کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کا پوتا دریائے سندھ کو عبور کر کے ملتان پر حملہ آور ہو گیا۔

(۱۲) امیر تیمور حبقران بن امیر طراغان چغتائی (۸۰۱ھ۔۱۳۹۸ء)

یہ ۷۳۴ھ......۱۳۳۳ء میں علاقہ سبزوار کے قصبہ کش میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ صوبہ ہائیکش ونخشب کا حکمران تھا۔ تیمور ۷۵۷ھ میں سیستان کی جنگ میں زخمی ہو کر لنگڑا ہو گیا اور اسی وقت سے اس کا لقب تیمور لنگ قرار پایا۔ ۷۶۵ھ......۱۳۶۳ء میں سمرقند فتح کر کے اس نے اپنا دارالسلطنت بنایا۔ بعدازاں ایران وغیرہ کی مختلف لڑائیوں میں کامیاب ہو کر اپنے پوتے پیر محمد کو ہندوستان کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ جس نے سندھ سے اترتے ہی ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ خود تیمور کا ارادہ چین کے فتح کرنے کا تھا۔ مگر یکبارگی یہ ارادہ فسخ کر کے ۸۰۰ھ...... ۱۳۹۸ء میں ہندوستان کے قصد سے دریائے جیحوں کو عبور کر کے ہندوکش سے گزرتا اور سیاہ پوشوں کو لوٹتا مارتا کابل میں آ گیا۔ یہاں پہنچتے ہی مفتوحہ علاقوں کے راستوں پر پہرے چوکی کا مستحکم انتظام کر کے درہ خیبر کے راستہ سے دریائے سندھ کے کنارے پر پہنچا۔ اور کشتیوں کا پل بنوا کے ۱۲ محرم الحرام کو اس پار اترا اور شہاب الدین مبارک تمیمی پر جو دریا کنارے کے علاقے کا حاکم تھا حملہ کر کے اسے شکست دے دی پھر چناب اور جہلم کے مقام پر کشتیوں کا پل بندھوا کر اس پار آیا اور تلمبار کو برباد کر کے شیخا کھکروں کے بھائی نصرت کے مقابلے پر پہنچا۔ نصرت زخمی ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور تیمور نے دریائے بیاس کو عبور کر کے پڑاؤ ڈال دیا۔ وہاں کے راجہ نے اطاعت قبول کر لی۔ مگر متمروان قلعہ نے پیشکش دینے میں حجت کی اور اس جھگڑے میں وہاں قتل عام ہوا۔ اور قلعہ مسمار ہو گیا۔ پھر تیمور قلعہ فیروز کے راستے سے فتح آباد اور سرستی کو فتح کر کے جاٹوں کو مغلوب کرتا ہوا

دہلی کے سامنے آ پہنچا اور جہاں نما میں جو دہلی سے پانچ میل ہے قیام کر کے اپنی اس فوج کو جو ادھر ادھر پھیلی ہوئی تھی اکٹھا کر لیا اس درمیان میں ملو خان نے دہلی سے نکل کر حملہ کیا مگر شکست کھا کے پھر دہلی میں بھاگ گیا۔ اس حملے کے وقت ان ہندوستانی قیدیوں سے جو تیمور کی قید میں تھے خوشی کا اظہار دیکھ کر امرا نے تیمور سے یہ حال بیان کیا اور اس نے سرداروں سے مشورہ کر کے ان سب قیدیوں کو جن کی عمر پندرہ سال سے زائد تھیں قتل کر ڈالا۔ اور ۷ ربیع الثانی ۸۰۱ھ...... ۱۳۹۸ء کو دہلی کی طرف بڑھا۔ شاہی لشکر نے اپنے حوصلے کے مطابق مقابلہ کیا۔ مگر مغلوں نے ایک ہی حملے سے سارے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ ملو خان اور سلطان محمود شاہ بھاگ کر دہلی میں آئے تو دروازے بند کر کے بیٹھے رہے مگر رات کا پردہ پڑتے ہی محمود شاہ گجرات کو اور ملو خان بلند شہر کی طرف بھاگ گئے۔

☆==☆==☆

عمر سنز
قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور